پارہ

وَمَنْ يَّقْنُتْ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا

اور جو کوئی تم میں اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گی اور نیک کام کرے گی تو ہم اس کو اس کا ثواب دوہرا دیں گے، اور ہم نے اس کیلئے

لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ

ایک عمدہ روزی تیار کر رکھی ہے۔ اے نبی کی بیبیو تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو تم (نامحرم مرد سے) بولنے میں (جبکہ بضرورت بولنا پڑے)

بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ

نزاکت مت کرو (اس سے) ایسے شخص کو (طبعًا) خیال (فاسد) پیدا ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی ہے اور قاعدہ (عفت) کے موافق بات کہو۔ اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ

اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو اور تم نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ کا اور اس کے رسولؐ کا

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ

کہنا مانو، اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والو تم سے آلودگی کو دُور رکھے اور تم کو (ہر طرح ظاہرًا و باطنًا) پاک صاف رکھے۔

تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾

اور تم ان آیات الٰہیہ کو اور اس علم (احکام) کو یاد رکھو جس کا تمہارے گھروں میں چرچا رہتا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ رازدان ہے پورا خبردار ہے۔

وَمَنْ اور جو	يَّقْنُتْ اطاعت کرے	مِنْكُنَّ تم میں سے	لِلّٰهِ اللہ کی	وَرَسُوْلِهٖ اور اس کا رسول	وَتَعْمَلْ اور عمل کرے	صَالِحًا نیک		
نُّؤْتِهَا ہم دینگے اسکو	اَجْرَهَا اسکا اجر	مَرَّتَيْنِ دوہرا	وَاَعْتَدْنَا اور ہم نے تیار کیا	لَهَا اسکے لئے	رِزْقًا كَرِيْمًا عزت کا رزق	يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ اے نبی کی بیبیو		
لَسْتُنَّ نہیں ہو تم	كَاَحَدٍ کسی ایک کی طرح	مِنَ النِّسَآءِ عورتوں میں سے	اِنِ اگر	اتَّقَيْتُنَّ تم پرہیزگاری کرو	فَلَا تَخْضَعْنَ تو ملائمت نہ کرو	بِالْقَوْلِ گفتگو میں		
فَيَطْمَعَ کہ لالچ کرے	الَّذِيْ وہ جو	فِيْ قَلْبِهٖ اس کے دل میں	مَرَضٌ روگ (کھوٹ)	وَقُلْنَ اور بات کرو تم	قَوْلًا بات	مَّعْرُوْفًا اچھی (معقول)		
وَقَرْنَ اور قرار پکڑو	فِيْ بُيُوْتِكُنَّ اپنے گھروں میں	وَلَا تَبَرَّجْنَ اور بناؤ سنگھار کا اظہار کرتی نہ پھرو	تَبَرُّجَ بناؤ سنگھار	الْجَاهِلِيَّةِ (زمانہ) جاہلیت	الْاُوْلٰى اگلا			
وَ اور	اَقِمْنَ قائم کرو	الصَّلٰوةَ نماز	وَاٰتِيْنَ اور دیتی رہو	الزَّكٰوةَ زکوٰۃ	وَاَطِعْنَ اور اطاعت کرو	اللّٰهَ اللہ	وَرَسُوْلَهٗ اور اس کا رسول	
اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	يُرِيْدُ اللّٰهُ اللہ چاہتا ہے	لِيُذْهِبَ کہ دُور فرمادے	عَنْكُمُ تم سے	الرِّجْسَ آلودگی	اَهْلَ الْبَيْتِ اے اہل بیت			
وَيُطَهِّرَكُمْ اور تمہیں پاک و صاف رکھے	تَطْهِيْرًا خوب پاک	وَاذْكُرْنَ اور تم یاد رکھو	مَا يُتْلٰى جو پڑھا جاتا ہے	فِيْ میں	بُيُوْتِكُنَّ تمہارے گھر			
	مِنْ سے	اٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیتیں	وَالْحِكْمَةِ اور حکمت	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	كَانَ ہے	لَطِيْفًا باریک بین	خَبِيْرًا باخبر	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو خطاب کر کے بطور

نصیحت ارشاد فرمایا تھا کہ تم اپنے مرتبہ کا خیال رکھو۔ بڑوں کی غلطی بھی بڑی ہوتی ہے کیونکہ اس کا اثر انہی تک محدود نہیں رہتا بلکہ ان کے پیروؤں تک پہنچتا ہے اس لئے اگر بالفرض تم میں سے کسی سے کوئی برا کام سرزد ہوجائے تو سزا بھی اوروں سے دگنی ہوگی اس تنبیہ کے ساتھ آگے ان آیات میں بشارت بھی دی جاتی ہے کہ تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کریں گی اور عمل صالح و نیکی اختیار کریں گی تو اس نیکی اور اطاعت پر تم کو دوسروں سے اجر وثواب بھی دوگنا ملے گا اور تمہارے لئے جنت میں ایک خاص عزت کی روزی ہوگی۔ تو گذشتہ اور ان آیات سے یہ اصول بھی نکلتا ہے کہ جہاں جتنی حرمت ہوگی وہاں جرم و برائی بھی ویسی ہی شدید ہوگی۔ مثال کے طور پر مکہ معظمہ کا قیام۔ جیسے وہاں کی ایک نیکی دوسرے جگہ کی نیکی سے کئی گنا درجہ زیادہ اجر وثواب رکھتی ہے اسی طرح وہاں کوئی گناہ کرنا بھی دوسری جگہ کے گناہ سے کئی گنا اشد ہوتا ہے۔ اسی بنا پر بعض بزرگوں نے مکہ معظمہ کے مستقل قیام سے گریز کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طائف میں قیام کیا اور فرمایا کرتے تھے اگر میں طائف میں پچاس گناہ کروں وہ مکہ میں ایک گناہ کرنے سے میرے نزدیک اچھے ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کسی شہر میں صرف ارادہ پر عمل کرنے سے پہلے مواخذہ نہیں ہوتا ہے لیکن مکہ معظمہ میں ارادہ پر بھی مواخذہ ہوتا ہے۔ اسی طرح جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ معاشرہ میں کسی بلند مرتبہ پر سرفراز فرماتا ہے اور وہ بالعموم لوگوں کے رہنما بن جاتے ہیں اور بندگان خدا کی بڑی تعداد انہی کی پیروی کرتی ہے تو ان کی برائی تنہا انہی کی برائی نہیں رہتی اور ان کی بھلائی صرف انہی کی انفرادی بھلائی نہیں رہتی اس لئے جب کوئی مقتدا ہو کر برا کام کرتا ہے تو وہ اپنے بگاڑ کے ساتھ دوسروں کے بگاڑ کی بھی سزا پاتا ہے۔ اور جب وہ نیک کام کرتا ہے تو اپنی نیکی کے ساتھ دوسروں کو بھی بھلائی کی راہ دکھلانے کی جزا پاتا ہے۔ اسی بنا پر جہاں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو تنبیہ فرمائی گئی تھی کہ تم کو اس پر ناز نہ ہونا چاہئے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیاں ہیں بلکہ تم میں سے اگر کسی سے کوئی برائی ہوگی تو اس کو دوہری سزا دی جائے گی۔ اسی طرح ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو بشارت اور خوشخبری دی گئی کہ تم میں سے جو خدا اور رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری اور عمل صالح اختیار کرے گی تو اس کو اجر وصلہ بھی دوگنا دیا جائے گا۔ آگے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو خطاب کر کے چند ہدایات ربانی دی جاتی ہیں۔

پہلی ہدایت یہ دی گئی کہ تمہاری حیثیت اور مرتبہ عام عورتوں کی طرح نہیں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے تم کو سید المرسلین کی زوجیت کے لئے انتخاب فرمایا اور امہات المومنین بنایا تو تمہارا درجہ عام مومنات سے ممتاز رہے گا۔ لہٰذا اگر تقویٰ و طہارت اور زہد و عبادت کا بہترین نمونہ پیش کروگی جیسا کہ تم سے متوقع ہے تو اس کا وزن اور اجر وثواب اللہ کے ہاں بہت زیادہ ہوگا۔

دوسری ہدایت یہ دی گئی کہ اگر تم تقویٰ اور خدا کا ڈر دل میں رکھتی ہو تو غیر مردوں اور نامحرموں سے بات چیت کرتے ہوئے جس کی ضرورت اکثر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو پیش آتی تھی اور عام عورتوں کو بھی یہ ضرورت پیش آ ہی جاتی ہے۔ نرم اور نزاکت کے لہجہ میں کلام نہ کرو۔ بلاشبہ عورت کی آواز میں قدرت نے طبعی طور پر ایک نرمی اور نزاکت رکھی ہے لیکن پاکباز عورتوں کی شان یہ ہونی چاہئے کہ حتی المقدور غیر مردوں سے بات کرنے میں جب کہ بضرورت ایسا کرنا پڑے تو بہ تکلف ایسا لب و لہجہ اختیار کریں جس میں قدرے خشونت اور روکھا پن ہوتا کہ کوئی بدباطن اور روگی دل کا آدمی دل میں کوئی خیال فاسد نہ لانے پائے۔ یہاں یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ اگرچہ ان آیات میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے فرمایا گیا ہے لیکن یہ احکام تمام

مسلمان عورتوں کے لئے ہیں۔ تو اس ہدایت کا منشا یہ ہے کہ مسلمان عورت کو اگر بضرورت اجنبیوں سے بولنا پڑ جائے تو پوری احتیاط کے ساتھ بات کرے۔ علمائے محققین نے لکھا ہے کہ اس ہدایت میں اسباب فتنہ سے بچنے کا ارشاد ہے اگرچہ اسباب بعید ہی ہوں۔ خصوصاً عورتوں کے باب میں۔ اسی بنا پر شریعت اسلامیہ نے

۱-عورت کی اذان اور اقامت اور اس کی امامت کو ممنوع قرار دیا۔

۲-عورت کا جہری نماز میں جہراً پڑھنا ممنوع قرار دیا۔

۳-عورت کا حج میں آواز کے ساتھ لبیک کہنا ممنوع قرار دیا۔

۴-جوان عورت کا نامحرم مرد کو محض سلام کرنا ناجائز قرار دیا۔

۵-امام کوئی غلطی کرے تو مقتدیوں کو لقمہ زبان سے دینے کا حکم ہے مگر عورتوں کو زبان سے لقمہ دینے کی بجائے یہ تعلیم دی گئی کہ اپنے ہاتھ کی پشت پر دوسرا ہاتھ مار کر امام کو متنبہ کریں زبان سے کچھ نہ کہیں جب آواز اور گفتگو کے باب میں یہ اہتمام ہے تو نغمہ اور موسیقی اور عورت کا گانا بجانا ظاہر ہے کہ نامحرم کے حق میں کیا حکم رکھے گا۔ اسی ہدایت کے ذیل میں فقہا نے لکھا ہے کہ عورت کے لئے اتنی بلند آواز سے گفتگو کرنی درست نہیں جسے غیر محرم سنیں۔ اب یہاں غور کرنے کی بات ہے کہ جو دین عورت کو غیر مرد سے بات بضرورت کرتے ہوئے بھی نرمی و نزاکت اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور غیر مردوں کے سامنے بلاضرورت آواز نکالنے اور بلند کرنے سے بھی روکتا ہے کیا وہ کبھی اس کو پسند کر سکتا ہے اور اس کی اجازت دے سکتا ہے کہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر عورت عاشقانہ گیت اور غزلیں گائے اور سریلے نغموں کے ساتھ فحش مضامین سنا کر لوگوں میں فسق و فجور کے جذبات پھیلائے؟ کیا وہ اسے جائز رکھ سکتا ہے کہ عورتیں اجتماعی تقریبات اور مخلوط مجالس میں بن ٹھن کر آئیں اور مردوں سے خوب گھل مل کر بات چیت اور ہنسی مذاق کریں؟ مگر آج آپ دیکھ لیجئے کہ تہذیب و تمدن کے دعوے دار اور آزادیٔ نسواں کے علمبردار اسی تہذیب و کلچر کو قوم اور ملک کی ترقی کا زینہ اور ذریعہ قرار دیتے ہیں اور کیا مجال کوئی قرآن و سنت سے نکیر کر سکے۔ خدا غریق رحمت فرمائے مولانا محمد علی جوہرؔ کو ان کا ایک شعر ہے۔

حد ہے پستی کی کہ پستی کو بلندی جانا
اب بھی احساس ہو اس کا تو ابھرنا ہے یہی

تیسری ہدایت ربانی یہ دی جاتی ہے کہ اپنے گھروں میں قرار سے رہو یعنی بلاضرورت گھروں سے باہر مت نکلو۔ شرعی یا دنیوی ضرورتوں سے پابندیٔ ستر و حجاب سے گھر سے نکلنا اس حکم سے مستثنیٰ ہے اور اس کی شریعت میں اجازت ہے۔ احادیث میں ہے کہ ایک موقع پر عورتوں نے حاضر ہو کر رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ جہاد وغیرہ کی کل فضیلتیں مرد ہی لے گئے۔ آپ ہمیں کوئی ایسا عمل بتائیں جس سے ہم مجاہدین کی فضیلت پا سکیں۔ آپ نے فرمایا تم میں سے جو اپنے گھر میں پردے اور عصمت کے ساتھ بیٹھی رہے وہ جہاد کی فضیلت پالے گی۔ ترمذی وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نقل کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عورت سرتاپا پردے کی چیز ہے یہ جب گھر سے باہر قدم نکالتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے اور اللہ کی رحمت سے وہ قریب تر اس وقت ہوتی ہے جب کہ وہ اپنے گھر میں ہو۔ ابوداؤد وغیرہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عورت کی اپنے گھر کے اندرونی کوٹھڑی کی نماز۔ گھر کے برآمدہ کی نماز سے افضل ہے۔ اور برآمدہ کی نماز صحن کی نماز سے بہتر ہے۔ عورت کا گھر میں نماز پڑھنا بہ نسبت مسجد کے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ حتیٰ کہ مسجد حرام جو تمام مسجدوں سے افضل ہے اور جس میں نماز پڑھنے کا بڑا ثواب ہے کہ ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہوتا ہے لیکن یہ ثواب کی زیادتی صرف فرض نماز کے ساتھ مخصوص ہے۔ نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے نیز یہ

ثواب صرف مردوں کو ہوتا ہے۔عورتوں کو نہیں ہوتا۔ان کو اپنے گھر میں نماز پڑھنی افضل ہے (معلم الحجاج صفحہ ۱۱۸) اور اسی طرح مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک نماز کا ثواب بخاری و مسلم کی روایت کے مطابق ایک ہزار سے زیادہ ہے اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں پچاس ہزار نمازوں کا ثواب مذکور ہے (معلم الحجاج ص ۳۴۲) مگر مسند احمد میں ایک صحابیہ ام حمید ساعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ میں چاہتی ہوں کہ آپ کے ساتھ (جماعت سے مسجد میں) نماز ادا کیا کروں۔آپ نے ارشاد فرمایا میں جانتا ہوں کہ تمہیں میرے ساتھ یعنی میرے پیچھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی بڑی چاہت ہے مگر تمہاری وہ نماز جو تم اپنے گھر کے اندرونی حصہ میں پڑھو وہ اس نماز سے افضل و بہتر ہے جو تم اپنے بیرونی دالان میں پڑھو اور بیرونی دالان میں تمہارا نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے گھر کے صحن میں پڑھو اور اپنے گھر کے صحن میں تمہارا نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے قبیلہ کی مسجد میں (جو کہ تمہارے مکان سے قریب ہے) نماز پڑھو اور اپنے قبیلہ والی مسجد میں تمہارا نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تم میری مسجد میں آ کر نماز پڑھو (معارف القرآن جلد سوم)

چوتھی ہدایت یہ دی جاتی ہے کہ جاہلیت کے زمانہ کی طرح بے پردہ باہر بناؤ سنگار کے ساتھ نہ پھریں۔اس سلسلہ میں آیت کے دو لفظ یعنی تبرج اور جاہلیۃ الاولیٰ سمجھنے کی ضرورت ہے۔تبرج کے لفظی معنی عربی زبان میں ظہور اور نمایاں ہونے۔ابھرنے اور کھل کر سامنے آنے کے ہیں۔عورت کے لئے جب لفظ تبرج استعمال کیا جائے تو اس کے تین مطلب ہوں گے۔ایک یہ کہ وہ اپنے چہرہ اور جسم کا حسن لوگوں کو دکھائے دوسرے یہ کہ وہ اپنے زیور و لباس کی شان دوسروں کے سامنے نمایاں کرے۔تیسرے یہ کہ وہ اپنی چال ڈھال سے اپنے آپ کو نمایاں کرے یہ سب صورتیں تبرج میں داخل ہیں۔

جاہلیت کا لفظ قرآن میں چار جگہ استعمال ہوا ہے۔ایک تو یہاں انہی آیات میں جہاں ارشاد ہے عورتوں کو کہ زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق بے پردگی سے باہر مت پھرو۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور دین اسلام سے پہلے کے حالات اور زمانے کو جاہلیت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہاں جاہلیت اولیٰ آیت میں ارشاد فرمانے سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اس پہلی جاہلیت کے بعد کوئی دوسری جاہلیت بھی آنے والی ہے جس میں اسی طرح کی بے حیائی۔بے پردگی اور بے شرمی پھیل جائے گی اور وہ شاید اس زمانہ کی جاہلیت ہے جس کا اب مشاہدہ ہر جگہ ہو رہا ہے (معارف القرآن جلد ہفتم)

الغرض جاہلیت سے مراد دین اسلام کی اصطلاح میں ہر وہ طرز عمل ہے جو اسلامی تعلیم۔اسلامی تہذیب۔اسلامی اخلاق و آداب اور اسلامی ذہنیت اور قرآن و حدیث کے خلاف ہو تو یہاں آیت میں جاہلیۃ الاولیٰ کا مطلب وہ برائیاں ہیں جن میں اسلام سے پہلے عرب یا دنیا کے لوگ مبتلا تھے۔اسلام سے پہلے عورتیں عرب میں بے پردہ پھرتی اور اپنے بدن و لباس کی زیبائش کا علانیہ مظاہرہ کرتی تھیں۔اس بداخلاقی اور بے حیائی کی روش کو مقدس اسلام کب برداشت کر سکتا تھا۔اس نے عورتوں کو حکم دیا کہ گھروں میں ٹھہریں اور زمانۂ جاہلیت کی طرح باہر نکل کر حسن و جمال کی نمائش کرتی نہ پھریں۔باقی کسی دینی یا دنیوی ضرورت کی بنا پر بغیر زیب و زینت کے حیا اور پردہ کے ساتھ احیاناً باہر نکلنا ہو بشرطیکہ کسی فتنہ کا ماحول کے اعتبار سے خطرہ نہ ہو تو بلا شبہ اس کی اجازت شریعت سے ملتی ہے اور خاص ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حق میں بھی اس کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔یہاں آیت میں جاہلیت کے بناؤ سنگار سے باہر بے پردہ پھرنے سے روکا گیا ہے۔اب یہاں ہر شخص خود

فیصلہ کرسکتا ہے کہ جو ثقافت۔ اور تہذیب اور کلچر ہمارے ہاں رائج کی جارہی ہے اور جس کو ترقی کا زینہ سمجھا جاتا ہے وہ قرآن کی رو سے اسلام کی ثقافت ہے یا جاہلیت کی ثقافت۔ یہ بے پردگی اور بے حیائی کی فرنگی تہذیب اسلام کی تہذیب ہے یا جاہلیت کی تہذیب ہے۔ مگر ان مغرب زدہ ذہنیتوں کو کون اور کس طرح قرآن وحدیث کو سمجھائے۔

پانچویں ہدایت یہ دی جاتی ہے کہ تم نمازوں کی پابندی رکھو۔

چھٹی ہدایت یہ دی جاتی ہے کہ اگر نصاب کی مالک ہو تو زکوٰۃ دیا کرو۔

ساتویں ہدایت یہ دی جاتی ہے کہ جتنے شریعت کے احکام ہیں سب میں اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانو۔

ان ہدایات واحکام کو دینے کے بعد کہ جو دین ودنیا کی صلاح وفلاح۔ اور حسن معاشرت کے اصل الاصول اور تہذیب وشائستگی کا عطر ہیں اللہ تعالیٰ ان احکام کو دینے کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم نے جو تم کو ان احکام کے التزام اور اہتمام کا مکلّف فرمایا ہے تو اس میں تمہارا ہی نفع ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ان احکام کے بتانے سے یہ منظور ہے کہ اے پیغمبر کے گھر والو تم سے معصیت ونافرمانی کی گندگی اور آلودگی کو دور رکھے اور تم کو ظاہراً وباطناً عقیدۃً وعملاً بالکل پاک صاف رکھے اور چونکہ ان احکام پر عمل واجب ہے اور عمل موقوف ہے احکام کے جاننے اور ان کے یاد رکھنے پر اس لئے تم قرآن اور سنت میں جو اللہ کے احکام اور دین کی باتیں ہیں انہیں سیکھو۔ یاد کرو۔ دوسروں کو سکھاؤ بتاؤ اور اللہ کے اس احسان عظیم کا شکر ادا کرو کہ تم کو ایسے گھر میں رکھا جو حکمت کا خزانہ اور ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

اخیر میں اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا۝ فرما کر یہ ظاہر کردیا کہ یہ بھی پیش نظر رکھو کہ بیشک اللہ تعالیٰ رازداں ہے کہ اعمال قلوب کو بھی جانتا ہے اور پورا خبردار ہے کہ پوشیدہ اعمال کو بھی جانتا ہے اس لئے ظاہراً وباطناً اور سراً وعلانیۃً جو احکام دیئے گئے ان کا امتثال امر اور اہتمام واجب وضروری ہے۔

یہاں آیات میں اگرچہ مخاطب حضرات ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن ہیں۔ مگر یہ احکام عام ہیں سب عورتوں کیلئے۔ اور جب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ان احکام کی مکلّف بنائی گئیں تو دوسری مسلمات ومومنات عورتوں کے لئے تو یہ احکام بدرجہ اولیٰ ہوئے۔ اب اگر ہم اپنی حماقت اور جہالت سے ان خدائی احکام کی قدر ووقعت نہ کریں تو پھر اس کے جو نتائج ہیں وہ شب وروز ہم اور آپ سب ہی دیکھتے اور سنتے ہیں اور جو آخرت کی تباہی ہونی ہے وہ تو ہے ہی۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اور ہماری عورتوں کو اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرمائیں اور اس وقت جو ایام جاہلیت کی بے پردگی اور بے حیائی کا ماحول پھیلتا جارہا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بداثرات سے ہماری عورتوں کو محفوظ فرمادیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اور ہماری عورتوں کو احکام شرعیہ کی پابندی ظاہراً وباطناً نصیب فرمائیں اور ہم کو ہماری عورتوں کو قرآن وسنت سے وابستگی اور لگاؤ عطا فرمائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ

بیشک اسلام کے کام کرنے والے مرد اور اسلام کے کام کرنے والی عورتیں اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں اور فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنیوالی عورتیں

وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ

اور راستباز مرد اور راستباز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد

وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ

اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور بکثرت

كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۳۵﴾

خدا کو یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں، ان سب کیلئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

اِنَّ بیشک	الْمُسْلِمِيْنَ مسلمان مرد	وَالْمُسْلِمٰتِ اور مسلمان عورتیں	وَالْمُؤْمِنِيْنَ اور مومن مرد	وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتیں		
وَالْقٰنِتِيْنَ اور فرماں بردار مرد	وَالْقٰنِتٰتِ اور فرماں بردار عورتیں	وَالصّٰدِقِيْنَ اور راست گو مرد	وَالصّٰدِقٰتِ اور راست گو عورتیں			
وَالصّٰبِرِيْنَ اور صبر کرنے والے مرد	وَالصّٰبِرٰتِ اور صبر کرنے والی عورتیں	وَالْخٰشِعِيْنَ اور عاجزی کرنیوالے مرد	وَالْخٰشِعٰتِ اور عاجزی کرنیوالی عورتیں			
وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ اور صدقہ کرنیوالے مرد	وَالْمُتَصَدِّقٰتِ اور صدقہ کرنیوالی عورتیں	وَالصَّآئِمِيْنَ اور روزہ رکھنے والے مرد	وَالصّٰٓئِمٰتِ اور روزہ رکھنے والی عورتیں			
وَالْحٰفِظِيْنَ اور حفاظت کرنیوالے مرد	فُرُوْجَهُمْ اپنی شرمگاہیں	وَالْحٰفِظٰتِ اور حفاظت کرنے والی عورتیں	وَالذّٰكِرِيْنَ اور یاد کرنے والے مرد	اللّٰهَ اللہ		
كَثِيْرًا بکثرت	وَالذّٰكِرٰتِ اور یاد کرنے والی عورتیں	اَعَدَّ اللّٰهُ اللہ نے تیار کیا	لَهُمْ ان کیلئے	مَّغْفِرَةً بخشش	وَ اور	اَجْرًا عَظِيْمًا اجر عظیم

تفسیر و تشریح:۔ اس آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں مفسرین نے کئی روایات لکھی ہیں۔ گذشتہ آیات میں جو احکام اور اوامر و نواہی بیان فرمائے گئے تھے ان میں اصل روئے سخن حضرات ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی طرف تھا اور ان کے لئے اعمال صالحہ پر بشارت اور اجر و ثواب کا ذکر فرمایا گیا تھا اس پر بعض نیک بخت عورتیں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے پاس جا کر کہنے لگیں کہ اس موقع پر تمہارا ذکر تو قرآن میں آیا ہے اور ہمارا نہیں آیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک انصاریہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ قرآن میں مردوں ہی کا ذکر ہے عورتوں کا ذکر نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اُم المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ مردوں کا ذکر تو قرآن میں آتا رہتا ہے لیکن عورتوں کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ بہرحال اس آیت میں عام مسلمان مرد اور عام عورتوں کی تسلی فرمائی گئی کہ عورت ہو یا مرد کسی کی محنت اور کمائی اللہ کے ہاں ضائع نہیں جاتی۔ مرد ہو یا عورت اجر و ثواب میں یکساں ہیں۔ جس طرح مردوں کو روحانی اور اخلاقی ترقی کرنے کے ذرائع حاصل ہیں عورتوں کے لئے بھی یہ میدان کشادہ ہے۔

یہاں اس آیت میں مسلمان اور ایماندار مرد اور عورتوں کا علیحدہ علیحدہ ذکر فرما کر دونوں کے لئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا اور بتلایا گیا کہ اگر یہ دس اوصاف مرد اور عورت دونوں میں یکساں موجود ہوں تو اللہ تعالیٰ کے ہاں دونوں کا

مرتبہ یکساں اور دونوں کا اجر برابر ہوگا۔ اب وہ دس صفات کیا ہیں کہ جن کا ذکر اس آیت میں فرمایا گیا اور ایسے صفات رکھنے والے مرد اور عورتوں کی مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا ان کی تشریح اور تفصیل ملاحظہ ہو۔

پہلی صفت مُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ کی فرمائی گئی۔ یعنی جن مردوں اور عورتوں نے دین ''اسلام'' کو اپنے لئے ضابطہ حیات کی حیثیت سے قبول کرلیا اور یہ سوچ سمجھ کر طے کرلیا کہ اب وہ اسی کی پیروی میں زندگی بسر کریں گے۔ ''اسلام'' کے اصل معنی ہیں اپنے کو کسی کے سپرد کردینا۔ اور بالکل اسی کے تابع فرمان ہوجانا۔ اللہ کے بھیجے ہوئے اور اس کے رسولوں کے لائے ہوئے دین کا نام ''اسلام'' اسی لئے ہے کہ اس میں بندہ اپنے آپ کو بالکل اپنے مولا کے سپرد کردیتا ہے اور اس کی مکمل اطاعت کو اپنا دستور زندگی قرار دے لیتا ہے اور یہی ہے اصل حقیقت اور روح دین اسلام کی بندہ اپنے کو کلی طور پر اللہ کے سپرد کردے اور ہر پہلو سے اس کا مطیع فرمان بن جائے۔ تو اسلام دنیا میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام لائے اور اب اخیر میں اسلام نام ہے اس دین کا اور اس طریقہ پر زندگی گزارنے کا جو اللہ کے سچے آخری پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے اور جو قرآن اور سنت میں بتلایا گیا ہے۔ پس جو کوئی اس دین کو اختیار کرے اور اس طریقہ پر چلے وہی ''مسلم'' ہے اور اس ''اسلام'' کا دروازہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ اس کلمہ کو قبول کرکے اور اعتقاد کے ساتھ پڑھ کر عمر بھر کا غیر مسلم ''مسلم'' بن جاتا ہے۔ اب اس کلمہ کی حقیقت کو سمجھئے کہ یہ دراصل ایک اقرار نامہ اور عہد نامہ ہے اس بات کا کہ میں صرف اللہ تعالیٰ کو خدائے برحق اور معبود و مالک مانتا ہوں جو دنیا و آخرت کی ہر چیز کا خالق و مالک ہے اور وہی مجھ کو پیدا کرنے والا۔ مجھ کو روزی دینے والا۔ مجھ کو مارنے اور جلانے والا ہے اور نفع اور نقصان سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ میں اسی ایک اکیلی ہستی کی عبادت و بندگی کروں گا۔ اور بندہ کو جس طرح اپنے آقا اور مولا کے حکموں پر چلنا چاہئے اسی طرح میں اس کے حکموں پر چلوں گا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میں خدا کا برحق رسول تسلیم کرتا ہوں۔ اب میں ایک امتی کی طرح ان کی اطاعت اور پیروی کروں گا اور ان کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرتا رہوں گا۔ دراصل اسی عہد اور اقرار کا نام ''اسلام'' ہے اور یہی اس کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا مقصد اور مطلب ہے پس جس مرد اور عورت نے اس کلمہ کو دل سے قبول کیا۔ زبان سے اقرار کیا اور عمل سے اس کی شہادت دی وہ اللہ کے نزدیک سچا ''مسلم'' ہے اور اس کی مغفرت و نجات کا وعدہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

دوسری صفت مُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ کی فرمائی یعنی ایمان رکھنے والے مرد اور ایمان رکھنے والی عورتیں ایمان کے اصل معنی ہیں کسی کے اعتبار اور اعتماد پر کسی بات کو سچ ماننا۔ اور دین کی اصطلاح میں ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے پیغمبر ایسی حقیقتوں کے متعلق جو ہمارے حواس اور آلات ادراک سے باہر ہوں جو کچھ بتلائیں اور ہمارے پاس جو علم و ہدایات اللہ کی طرف سے لائیں ہم ان کو سچا مان کر اس میں ان کی تصدیق کریں اور اس کو حق مان کر قبول کرلیں مثلاً اللہ اور اس کی صفات آخرت۔ حشر ونشر۔ جنت و دوزخ وغیرہ وغیرہ کے متعلق جتنی باتیں اللہ کے رسول بیان فرمائیں ان سب کو ان کی سچائی کے اعتماد پر حق جان کر دل سے ماننے کا نام اصطلاح شریعت میں ''......ایمان'' ہے۔ اگر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس قسم کی غیبی حقیقتوں میں سے کسی ایک بات کو نہ ماننا اور اس کو حق نہ سمجھنا ہی اس کی تکذیب ہے جو آدمی کو ایمان کے دائرہ سے نکال کر کفر کی سرحد میں داخل کردیتی ہے۔ تو آدمی کے مومن ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ تمام ان چیزوں اور حقیقتوں کی جو اللہ کے پیغمبر اللہ کی طرف سے لائے تصدیق کی جائے اور ان کو حق مان کر قبول کیا جائے تو ایسے مومن مرد اور عورت کے لئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا۔

تیسری صفت قَانِتِيْنَ وَالْقَانِتَاتِ کی فرمائی یعنی فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں۔ اوپر عقائد و اعمال دونوں کا ذکر اسلام اور ایمان میں آ گیا اب تیسری صفت قنوت یعنی فرمانبرداری کی بتلائی گئی مطلب یہ وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ و رسول کے حکم کے مطابق بغیر پس و پیش جذبۂ اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ کرتے ہیں۔ ایسے فرمانبردار مرد و عورت کے لئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا۔

چوتھی صفت صَادِقِيْنَ وَالصَّادِقَاتِ کی فرمائی یعنی سچے و راست باز مرد اور سچے و راست باز عورتیں۔ اس میں قول کی سچائی۔ عمل کی سچائی۔ نیت کی سچائی وغیرہ سب آ گئی یعنی جو اپنی گفتار میں بھی سچے ہیں۔ اپنے معاملات میں بھی سچے ہیں۔ جھوٹ فریب۔ بدنیتی۔ دغابازی ان کی زندگی میں نہیں پائے جاتے وہ وہی کام کرتے ہیں جو ایمانداری کے ساتھ ان کے نزدیک راستی و صداقت کے مطابق ہوتا ہے۔ وہ جس سے بھی معاملہ کرتے ہیں دیانت و راستی کے ساتھ کرتے ہیں تو ایسے صادق مرد اور ایسی صادق عورتوں کے لئے مغفرت و اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا۔

پانچویں صفت صَابِرِيْنَ وَالصَّابِرَاتِ کی فرمائی یعنی صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں۔ اس میں ہر قسم کا صبر۔ ثبات اور استقامت داخل ہے۔ طاعت پر بھی معاصی سے باز رہنے پر بھی۔ اور مصائب کو برداشت کرنے میں بھی یعنی جو مرد اور عورتیں خدا اور رسول کے بتائے ہوئے سیدھے راستہ پر چلنے اور خدا کے دین کو قائم کرنے اور اس کی تبلیغ و اشاعت میں جو مشکلات بھی پیش آئیں۔ جو خطرات بھی درپیش ہوں۔ جو تکلیفیں بھی اٹھانی پڑیں۔ اور جن نقصانات سے بھی دوچار ہونا پڑے سب کو برداشت کرتے ہیں اور ان کا پوری ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں کوئی خوف۔ کوئی لالچ۔ کوئی طمع اور خواہشات نفس کا کوئی تقاضہ ان کو سیدھی راہ اور شریعت کے حکم سے ہٹا دینے میں کامیاب نہیں ہوتا۔ ایسے مرد اور ایسی عورتوں کے لئے مغفرت و اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا۔

چھٹی صفت خَاشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ کی بیان فرمائی یعنی خشوع و خضوع کرنے والے مرد اور خشوع و خضوع کرنے والی عورتیں۔ یہ خشوع عبادات میں اور عادات میں دونوں کو شامل ہے یعنی جو تکبر۔ بڑائی اور غرور نفس سے خالی ہیں اور وہ اس حقیقت کا پورا احساس رکھتے ہیں کہ ہم بندے ہیں اور بندگی ہی ہم کو سزاوار ہے۔ اس لئے ان کے دل اور جسم دونوں ہی اللہ کے آگے عاجزی و تواضع سے جھکے رہتے ہیں۔ ان پر خدا کا خوف غالب رہتا ہے وہ اپنی نمازوں اور عبادات میں خشوع و خضوع کرنے والے ہیں ایسے مرد اور ایسی عورتوں کے لئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا۔

ساتویں صفت مُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ کی فرمائی گئی یعنی صدقہ و خیرات کرنے والے مرد اور صدقہ و خیرات کرنے والی عورتیں۔ اس میں فرض زکوٰۃ اور تمام صدقات و خیرات سب شامل ہیں۔ مطلب یہ کہ جو اللہ کی راہ میں کھلے دل سے اپنا مال صرف کرتے ہیں اللہ کے بندوں کی مدد کرنے میں اپنی حدِ استطاعت تک کوئی دریغ نہیں کرتے یتیموں۔ بیماروں۔ ضعیفوں معذوروں غریبوں اور محتاجوں کو اپنی امداد و اعانت اور خبر گیری سے محروم نہیں رکھتے۔ اور اللہ کے دین کو سربلند کرنے کے لئے ضرورت پیش آ جائے تو وہ اس پر اپنا مال خرچ کرنے میں دریغ نہیں کرتے۔ ایسے صدقہ و خیرات کرنے والے مرد اور عورتوں کے لئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا۔

آٹھویں صفت صَآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ کی فرمائی یعنی روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں۔ اس میں فرض اور نفلی روزے دونوں قسم کے شامل ہیں۔

نویں صفت حَافِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ اور حافظات کی فرمائی یعنی اپنے شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی حفاظت کرنے والی عورتیں اس میں دو مفہوم شامل ہیں ایک یہ کہ وہ زنا سے پرہیز کرتے ہیں دوسرے یہ کہ وہ برہنگی اور عریانی سے

اجتناب کرتے ہیں اور برہنگی اور عریانی صرف اسی چیز کا نام نہیں ہے کہ آدمی لباس کے بغیر ننگا ہو جائے بلکہ ایسا لباس پہننا بھی برہنگی ہی ہے جو اتنا باریک ہو کہ جسم اس میں جھلکتا ہو یا اتنا چست ہو کہ جسم کی ساخت اس سے نمایاں ظاہر ہو۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ مردوں کے لئے حَافِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ فرمایا اور عورتوں کے لئے صرف حافظات فرمایا۔ گویا مردوں کے لئے شرمگاہ کی حفاظت کی تصریح فرمادی اور عورتوں کے لئے صرف حفاظت کا اشارہ فرمایا۔ مفسرین نے اس کی توجیہ دو طرح پر کی ہے۔ ایک یہ کہ اس میں عورتوں کو تعلیم ہے حیا کی۔ وہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی تعلیم تک میں اشارہ و کنایہ پر کفایت کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ مرد کے لئے شرمگاہ کا تحفظ کافی ہے۔ بخلاف اس کے عورت کی ہر چیز عورت ہوتی ہے۔ اسے اپنے تحفظ کے لئے احتیاط اپنی رفتار۔ گفتار۔ لباس اور آواز ہر چیز میں رکھنا لازمی ہے۔

آخری اور دسویں صفت ذَاكِرِيْنَ وَالذّٰكِرَاتِ کی فرمائی یعنی اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں۔ اسلام کے خاص ارکان عبادت پانچ ہیں یعنی نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج و جہاد لیکن پورے قرآن کریم میں ان میں سے کسی عبادت کو کثرت کے ساتھ کرنے کا حکم نہیں مگر ذکر اللہ کے متعلق قرآن کریم کی متعدد آیات میں بکثرت کرنے کا ارشاد ہے اور اس کی حکمت غالباً یہ ہے کہ اول تو ذکر اللہ سب عبادات کی اصل روح ہے جیسا کہ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا۔ کسی صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ مجاہدین میں سب سے زیادہ اجر و ثواب کس کا ہے؟ تو آپ نے فرمایا جو ان میں سب سے زیادہ اللہ کا ذکر کرے۔ پھر پوچھا کہ روزہ داروں میں کس کا ثواب سب سے زیادہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جو سب سے زیادہ اللہ کا ذکر کرے۔ پھر اسی طرح نماز۔ زکوٰۃ۔ حج و صدقہ کے متعلق سوال کیے ہر مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا کہ جو اللہ کا ذکر زیادہ کرے وہی زیادہ مستحق اجر ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جہاد۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ صدقہ خیرات وغیرہ جملہ عبادات میں اجر و ثواب ذکر کی کثرت سے بڑھتا ہے۔ پھر علاوہ ذکر کے جتنی بھی عبادات ہیں ان کے لئے بہر حال کوئی وقت اور کوئی موقع اور محل ہوتا ہے جب کہ وہ ادا کی جاتی ہیں لیکن ذکر اللہ کی وہ عبادت ہے جو سب عبادات میں سب سے زیادہ سہل ہے اور ہر وقت ہر حال میں جاری رہ سکتی ہے۔ شریعت نے اس کے لئے کوئی شرط نہیں رکھی۔ وضو۔ بے وضو۔ لیٹے۔ بیٹھے۔ چلتے پھرتے۔ غریبی میں امیری میں۔ دکھ میں سکھ میں۔ حضر میں سفر میں۔ ہر وقت میں ذکر اللہ کیا جا سکتا ہے۔ کثرت ذکر کا اثر اور فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ذاکر کسی وقت حق تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتا۔ یہ امر و نہی کے موقع پر ظاہراً و باطناً تعلق مع اللہ کی برکت سے حق تعالیٰ کے احکام کا دھیان رکھے گا۔ اور پھر نتیجہ میں ذاکر اپنے ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگے گا۔ ہر نعمت ملنے پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا۔ ہر حاجت پیش آنے پر حق تعالیٰ سے دعا مانگے گا۔ ہر مشکل میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع ہوگا۔ ہر خطا اور قصور سرزد ہو جانے پر حق تعالیٰ سے استغفار کرے گا اور معافی چاہے گا۔ اس طرح ذاکر اپنے رب سے کسی آن غافل نہ رہے گا اور اس کے دنیا کے کام بھی دین اور عبادت بن جائیں گے۔

یہ دس صفات بیان فرما کر ارشاد ہوتا ہے اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا○ اللہ نے ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے جو انہیں آخرت میں ملے گا۔

دُعا کیجئے: کہ حق تعالیٰ ہمیں بھی اسلام کامل اور ایمان حقیقی نصیب فرمائیں۔ اور اپنے قانتین۔ صادقین صابرین خاشعین۔ متصدقین۔ صائمین۔ حافظین اور ذاکرین بندوں میں ہم کو بھی شامل فرمادیں آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ

اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کو گنجائش نہیں ہے جبکہ اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے دیں کہ (پھر) اُن (مومنین) کو ان کے اس کام میں کوئی اختیار (باقی) رہے۔

مِنْ أَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝

اور جو شخص اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا۔

وَمَا كَانَ اور نہیں ہے	لِمُؤْمِنٍ کسی مومن مرد کیلئے	وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اور نہ کسی مومن عورت کیلئے	اِذَا جب	قَضَى فیصلہ کردیں	اللّٰهُ اللہ	وَرَسُوْلُهٗ اور اسکا رسول
اَمْرًا کسی کام کا	اَنْ يَّكُوْنَ کہ (باقی) ہو	لَهُمُ ان کیلئے	الْخِيَرَةُ کوئی اختیار	مِنْ اَمْرِهِمْ ان کے کام میں	وَمَنْ اور جو	يَّعْصِ نافرمانی کریگا
اللّٰهَ اللہ	وَرَسُوْلَهٗ اور اس کا رسول	فَقَدْ ضَلَّ تو البتہ گمراہی میں جا پڑا	ضَلٰلًا گمراہی	مُّبِيْنًا صریح		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیت میں مسلمین اور مسلمات اور مومنین اور مومنات کی صفات بیان فرما کر ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا تھا۔ اب اس آیت میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ ایمان اور اسلام یہ ہے کہ اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول کے حوالہ اور سپرد کر دے اور خدا اور رسول جو حکم دیں دل و جان سے بسر و چشم اس کو قبول کرے اور بجالائے مرد ہو یا عورت جب خدا کا رسول کوئی حکم دے تو ایمان اور اسلام کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے سامنے سر جھکا دیں۔

اس آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا تھا اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے رشتہ داروں نے اس پیغام کو نامنظور کر دیا تھا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اسی سورۃ کے پچھلے رکوع میں ذکر آ چکا ہے۔ جہاں صاف صاف یہ حکم سنایا گیا تھا کہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو اللہ نے تمہارا حقیقی بیٹا نہیں بنا دیا اور پھر یہ بھی حکم ہوا تھا کہ تم ان کو یعنی منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کیا کرو۔

چنانچہ ان ابتدائی آیات کے نزول کے بعد سے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بجائے زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا جانے لگا تھا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعات کا خلاصہ بھی ان ہی مذکورہ آیات کے ضمن میں بیان کیا گیا تھا کہ کس طرح بچپن میں حضرت زید جو قبیلہ بنی کلب سے تعلق رکھتے تھے اپنی ننہال گئے ہوئے تھے کہ وہاں لوٹ مار ہوئی اور یہ گرفتار ہو کر طائف کے قریب عکاظ کے بازار میں بحیثیت غلام فروخت کیے گئے۔ خریدنے والے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے تھے۔ انہوں نے خرید کر ان کو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دے دیا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی ۸ سال ہی کے تھے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہونے کا شرف حاصل ہو گیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے زید کو حضور اقدس کی خدمت میں ہبہ کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت زید کے باپ اور چچا کو پتہ چلا کہ ہمارا بچہ مکہ میں ہے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ زید کو ہمارے حوالہ کر دیجئے اور جو رقم فدیہ کی آپ لینا چاہیں لے لیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاملہ زید کی مرضی پر چھوڑ دیا کہ وہ چاہیں تو

اپنے باپ اور چچا کے ساتھ چلے جائیں اور اگر چاہیں تو میرے ساتھ رہیں۔ زید نے عرض کیا کہ میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جانا چاہتا۔ باپ اور چچا نے کہا بھی کہ تم غلامی کو پسند کرتے ہو اور اپنے خاندان باپ دادا کو چھوڑ کر اجنبی جگہ پر رہنا چاہتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس ہستی کے ساتھ رہ کر میری آنکھوں نے جو کچھ دیکھا ہے اس کے بعد میں دنیا میں کسی کو آپ پر ترجیح نہیں دے سکتا اور میں کسی حال آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر ان کو آزاد کر دیا اور اپنا متبنیٰ یعنی اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا اور اسی وقت سے یہ زید بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہلانے لگے۔ اور جب اس سورت کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں تو پھر زید بن حارثہ کہے جانے لگے۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے محبوب صحابی تھے اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سب سے بڑا شرف یہ ہے کہ قرآن کریم میں یعنی اس سورۃ میں اگلی آیات میں ان کا نام بصراحت مذکور ہے یہ شرف صرف انہی کے حصہ میں آیا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان چار افراد میں سے ایک ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب نبوت پر سرفراز فرمایا گیا تو ایک لمحہ کے شک و تردد کے بغیر نبوت کا دعویٰ سنتے ہی اسے تسلیم کرلیا۔ حضرت زید کی توقیر بڑھانے کے لئے اور نیز اس خیال سے کہ آزاد و غلام مذہب اسلام میں حقیر نہ سمجھے جائیں اور ان کی عزت بھی احرار کی طرح ہو آپ نے ارادہ کیا کہ حضرت زید کا نکاح اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب سے کر دیا جائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیغام دیا تو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ میں ان سے نسب میں بہتر ہوں۔ اسی طرح کا اظہار نارضامندی حضرت زینب کے بھائی عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کیا تھا اس لئے کہ حضرت زید گو نسلاً عربی الاصل تھے مگر غلامی کا داغ اٹھا چکے تھے۔ ان کو یہ بات پسند نہ تھی کہ اتنے اونچے گھرانہ کی لڑکی۔ ہاشمی خاندان کی بیٹی ان کا نکاح ایک آزاد کردہ غلام سے ہو۔ اس لئے حضرت زینب کے بھائی بھی اس عقد پر راضی نہ تھے اس پر یہ آیت زیر تفسیر نازل ہوئی جس میں حکم دیا گیا کہ جس بات کا حکم اور فیصلہ اللہ اور اس کا رسول کر دیں پھر اس کی خلاف ورزی کسی کے لئے جائز نہیں۔

اس وحی الٰہی کے نزول پر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے سب خاندان والوں نے بلا تامل سر اطاعت خم کر دیا اور اپنی مرضی کو اللہ و رسول کی مرضی پر قربان کر دیا۔ چنانچہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہو گیا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح پڑھایا اور خود حضرت زید کی طرف سے مہر کی رقم ادا کی اور کچھ کپڑے اور سامان خوراک گھر کے لئے بھجوا دیا۔ اور اس طرح آپ نے اپنے خاندان ہی سے عملی طور پر فخر بالانساب کی جڑ کاٹ دی تا کہ آپ کا عمل اسوۂ حسنہ بنے۔ پس یہ آیت گو شان نزول کے اعتبار سے مخصوص ہے لیکن حکم کے اعتبار سے عام ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے فرمان ہوتے ہوئے نہ تو کوئی مخالفت کر سکتا ہے نہ اسے ماننے نہ ماننے کا اختیار کسی کو باقی رہتا ہے۔ نہ رائے اور قیاس کرنے کا حق۔ جو حکم اس آیت میں بیان کیا گیا ہے وہ اسلامی آئین کا اصل الاصول ہے اور اس کا اطلاق پورے اسلامی نظام زندگی پر ہوتا ہے۔ اس آیت کی رو سے کسی مسلم و مومن فرد کو یا قوم کو یا حکومت یا ریاست کو یا عدالت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جس معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی حکم صراحت سے ثابت ہو اس میں وہ خود اپنی آزادیٔ رائے استعمال کرے۔ مومن اور مسلم ہونے کے معنی ہی خدا اور رسول کے آگے اپنے آزادانہ اختیار سے

دستبردار ہوجانے کے ہیں۔ کسی شخص یا قوم کا مومن بھی ہونا اور اپنے لئے اس اختیار کو محفوظ بھی رکھنا دونوں ایک دوسرے کی نفی کرتے ہیں۔ جسے مومن رہنا ہو اس کو لازماً حکم خدا اور رسول کے آگے جھک جانا ہوگا اور جسے نہ جھکنا ہو اس کو صاف ماننا پڑے گا کہ وہ مومن نہیں۔ قرآن پاک نے اسی مضمون کو اور بھی کئی جگہ بیان کیا ہے چنانچہ پانچویں پارہ سورۂ نساء میں ارشاد ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

سو آپ کے پروردگار کی قسم ہے کہ یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک کہ یہ لوگ اس اختلاف میں جو ان کے آپس میں ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم نہ بنالیں اور پھر جو فیصلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کردیں اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور اس کو پورا پورا تسلیم کرلیں۔ تو آپ کی حیات مبارکہ میں آپ کا حکم بننا ظاہر ہی تھا۔ بعد وفات شریف آپ کی شریعت حکم بننے کے لئے کافی ہے۔ فقہا نے اس آیت سے استنباط کیا ہے کہ جو کوئی اللہ یا اس کے رسول کے کسی حکم صریح میں شک و شبہ کرے یا ماننے سے انکار کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اٹھارویں پارہ سورۂ نور کے اخیر میں ارشاد ہے فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ پس جو لوگ اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس سے ڈرنا چاہئے کہ ان پر کوئی آفت نازل ہوجائے یا انہیں کوئی دردناک عذاب آ پکڑے۔ ایسا ہی مضمون صحیح حدیث میں آیا ہے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش اس دین کے تابع نہ بن جائے جو میں لایا ہوں۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری تمام امت جنت میں جائے گی مگر جو انکار کرے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دریافت کیا یا رسول اللہ وہ کون ہے جو آپ کا انکار کرتا ہے۔ آپ نے جواب دیا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے نافرمانی کی اس نے مجھے نہ مانا اور میرا انکار کیا۔

الغرض اس آیت اور ان تمام ارشادات سے صاف ظاہر ہے کہ حقیقی ایمان جب ہی حاصل ہوسکتا ہے اور ایمانی برکات تب ہی نصیب ہوسکتی ہیں جب کہ آدمی کے نفسی میلانات اور اس کے جی کی چاہتیں کلی طور پر اللہ و رسول کے تابع و ماتحت ہوجائیں۔ الحاصل اس آیت میں خدا اور رسول کے فیصلہ سے اعراض و انحراف اور عدول کو حرام اور ممنوع قرار دیا اس لئے کہ وہ ایمان و اسلام کے منافی ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں اسلام اور حقیقی معنی میں ایمان نصیب فرمائیں۔ اور ہمیں ظاہراً و باطناً شریعت مطہرہ کی کامل پابندی نصیب فرمائیں اللہ تعالیٰ ہماری خواہشوں کو اپنے رسول پاک کے لائے ہوئے دین کے تابع بنادیں اور قرآن و سنت کے احکام کو ہمارے ملک میں رائج ہونے کی صورتیں غیب سے ظاہر فرمادیں۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ

اور جب آپ اس شخص سے فرمارہے تھے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا اور آپ نے بھی انعام کیا کہ اپنی بی بی (زینب) کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور خدا سے ڈر

اللّٰهَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَتَخْشَی النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ ؕ فَلَمَّا

اور آپ اپنے دل میں وہ (بات بھی) چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالیٰ (آخر میں) ظاہر کرنے والا تھا اور آپ لوگوں (کے طعن) سے اندیشہ کرتے تھے اور ڈرنا تو آپ کو خدا ہی سے سزاوار ہے، پھر

قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِهِمْ

جب زید کا اس سے جی بھر گیا ہم نے آپ سے اس کا نکاح کردیا تاکہ مسلمانوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیبیوں کے (نکاح کے) بارہ میں کچھ تنگی نہ رہے

اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۳۷ مَا كَانَ عَلَی النَّبِیِّ مِنْ حَرَجٍ فِیْمَا

جب وہ (منہ بولے بیٹے) اُن سے اپنا جی بھر چکیں، اور خدا کا یہ حکم تو ہونے والا ہی تھا۔ اور ان پیغمبر کیلئے جو بات (تکوینا یا تشریعا) خدا تعالیٰ نے مقرر کردی تھی

فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا ۳۸

اس میں نبی پر کوئی الزام نہیں اللہ تعالیٰ نے ان (پیغمبروں) کے حق میں (بھی) یہی معمول کر رکھا ہے جو پہلے ہو گذرے ہیں، اور اللہ کا حکم تجویز کیا ہوا (پہلے سے) ہوتا ہے۔

الَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَیَخْشَوْنَهٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ حَسِیْبًا ۳۹

یہ سب (پیغمبران گذشتہ) ایسے تھے کہ اللہ کے احکام پہنچایا کرتے تھے اور (اس باب میں) اللہ ہی سے ڈرتے تھے اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے تھے، اور اللہ حساب لینے کیلئے کافی ہے۔

وَاِذْ اور (یاد کرو) جب	تَقُوْلُ آپ فرماتے تھے	لِلَّذِیْ اس شخص کو	اَنْعَمَ اللّٰهُ اللہ نے انعام کیا	عَلَیْهِ اس پر	وَاَنْعَمْتَ اور آپ نے انعام کیا		
عَلَیْهِ اس پر	اَمْسِكْ روکے رکھ	عَلَیْكَ اپنے پاس	زَوْجَكَ اپنی بیوی	وَاتَّقِ اللّٰهَ اور ڈر اللہ سے	وَتُخْفِیْ اور آپ چھپاتے تھے	فِیْ نَفْسِكَ اپنے دل میں	
مَا اللّٰهُ جو اللہ	مُبْدِیْهِ اس کو ظاہر کرنے والا	وَتَخْشَی اور آپ ڈرتے تھے	النَّاسَ لوگ	وَاللّٰهُ اور اللہ	اَحَقُّ زیادہ حقدار	اَنْ کہ	
تَخْشٰهُ تم اس سے ڈرو	فَلَمَّا پھر جب	قَضٰی پوری کرلی	زَیْدٌ زید	مِّنْهَا اس سے	وَطَرًا اپنی حاجت	زَوَّجْنٰكَهَا ہم نے اسے تمہارے نکاح میں دیدیا	
لِكَیْ تاکہ	لَا یَكُوْنَ نہ رہے	عَلَی پر	الْمُؤْمِنِیْنَ مومنوں	حَرَجٌ کوئی تنگی	فِیْ اَزْوَاجِ بیویوں میں	اَدْعِیَآئِهِمْ اپنے لے پالک	اِذَا جب وہ
قَضَوْا پوری کرچکیں	مِنْهُنَّ ان سے	وَطَرًا اپنی حاجت	وَكَانَ اور ہے	اَمْرُ اللّٰهِ اللہ کا حکم	مَفْعُوْلًا ہو کر رہنے والا	مَا كَانَ نہیں ہے	
عَلَی النَّبِیِّ نبی پر	مِنْ حَرَجٍ کوئی حرج	فِیْمَا اس میں جو	فَرَضَ اللّٰهُ مقرر کیا اللہ نے	لَهٗ اس کیلئے	سُنَّةَ اللّٰهِ اللہ کا دستور	فِی میں	الَّذِیْنَ وہ جو
خَلَوْا گزرے	مِنْ قَبْلُ پہلے	وَكَانَ اور ہے	اَمْرُ اللّٰهِ اللہ کا حکم	قَدَرًا مقرر کیا ہوا	مَّقْدُوْرًا اندازہ سے	الَّذِیْنَ وہ جو	یُبَلِّغُوْنَ پہنچاتے ہیں
رِسٰلٰتِ اللّٰهِ اللہ کے پیغامات	وَیَخْشَوْنَهٗ اور اس سے ڈرتے ہیں	وَلَا یَخْشَوْنَ اور وہ نہیں ڈرتے	اَحَدًا کسی سے	اِلَّا اللّٰهَ اللہ کے سوا	وَكَفٰی اور کافی ہے		
بِاللّٰهِ اللہ	حَسِیْبًا حساب لینے والا						

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیت میں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ عام حکم نازل ہوا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ اور

11 اس کے رسول کسی بات کو طے کردیں یا کسی امر کا فیصلہ دے دیں تو پھر کسی مسلم اور مومن مرد یا عورت کو یہ گنجائش نہیں رہتی کہ اگر چاہیں تو اس کام کو کریں اور چاہیں تو نہ کریں بلکہ ان کو اس کا ماننا ضروری ہے اور اس پر بے چوں وچرا عمل کرنا چاہئے۔ چنانچہ گذشتہ آیت کے نزول کے بعد حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے بھائی وغیرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو منظور کرلیا اور نکاح ہوگیا۔ اب آگے اس نکاح کے بعد کا قصہ بیان فرمایا جاتا ہے۔ جب حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں آگئیں تو اتفاق امر کہ میاں بیوی میں مزاج کی موافقت نہ ہوئی۔ آئے دن جھگڑے ہونے لگے۔ جب آپس میں بدمزگی اور لڑائی ہوتی تو حضرت زید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر شکایت کرتے کہ ان روزانہ کے جھگڑوں سے تو بہتر یہ ہے کہ میں زینب کو طلاق دے دوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید کو سمجھاتے کہ زینب کو اپنی زوجیت میں رہنے دو اور جہاں تک ہوسکے نباہ کرنے کی کوشش کرو۔ مگر دونوں کے درمیان تلخیاں بڑھتی ہی چلی گئیں اور ایک سال سے کچھ ہی زیادہ مدت گزری تھی کہ نوبت طلاق تک پہنچ گئی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر حضرت زید کو سمجھایا کہ دیکھو میری خاطر اور اللہ و رسول کے حکم سے زینب نے تم کو اپنی منشا کے خلاف قبول کیا۔ اب چھوڑ دینے کو وہ اور اس کے عزیز دوسری ذلت سمجھیں گے اس لئے بیوی کو اپنے پاس رکھو اور طلاق دینے کا خیال چھوڑ دو اور خدا سے ڈرو کیونکہ حق تعالیٰ کو طلاق پسند نہیں ہے اور جہاں تک ہوسکے نباہ کی کوشش کرو مگر جب معاملہ کسی طرح نہ سلجھا اور شکایتیں اور رنجشیں حد سے بڑھ گئیں اور آپ کو خواہ وحی سے خواہ قرائن سے اور خواہ دونوں سے یہ یقین ہوگیا کہ اب یہ تعلق ازدواج نبھ نہیں سکتا تو قدرتاً آپ کو اس کی فکر پیدا ہوئی کہ اگر ان میاں بیوی میں علیحدگی واقع ہوئی تو زینب کے بارہ میں بڑی مشکل پیش آئے گی کہ زید کی زوجیت میں رہ چکنے کے سبب لوگ زینب کے اعزاز و احترام میں کمی کریں گے ایک تو زینب نے اپنی مرضی کے خلاف میرے کہنے سے آزاد شدہ غلام سے نکاح منظور کیا تھا پھر طلاق کے بعد اسے دوسرا صدمہ ہوگا اور کہیں ساری زندگی ایک آزاد شدہ غلام کی مطلقہ ہی کہلا کر نہ بسر کرنا پڑے اور یہ جس قدر شاق ہوگا ظاہر ہے۔ تو اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال آیا کہ اگر ناچار ہوکر زید چھوڑ ہی دیں گے تو زینب کی دلجوئی اور قدر افزائی بغیر اس کے ممکن نہیں کہ میں خود اس سے نکاح کرلوں۔ میرا اس سے نکاح کرلینا ایک قسم کی معذرت ہوگا کہ اگر زید نے نہ نباہا تو نہ سہی میں تمہیں نباہوں گا۔ مگر اس خیال کے ساتھ آپ کو یہ بھی اندیشہ ہوا کہ مخالفین میری طرف سے غلط اور جھوٹے چرچے کریں گے اور کہیں گے کہ لو جی! بیٹے کی بیوی سے شادی کرلی۔ اس طرح لوگوں کو میری طرف سے بدظن کرنے کی کوشش کریں گے اور اسلام کو اس بہانہ بدنام کرنے کی کوشش کریں گے۔ حالانکہ یہ حکم پہلے آچکا ہے کہ اللہ کے نزدیک منہ بولے بیٹے حقیقی بیٹے کے حکم میں نہیں آپ اس فکر ہی میں تھے کہ حضرت زید اور حضرت زینب کی ناچاقی نے صورت حال بدل دی اور وحی الٰہی نے یہ فیصلہ کردیا کہ وقت آگیا ہے کہ اب متبنیٰ کی رسم جاہلیت کا خاتمہ کردیا جائے اور جس طرح آپ نے فخر بالانساب کے پہلو کو اپنے خاندان ہی میں سب سے پہلے توڑا اسی طرح اس ''منہ بولے بیٹے'' کی رسم کے توڑنے کی ابتدا بھی خود ذات اقدس ہی کے عمل سے ہو اور یہ اس طرح کہ زید جب طلاق دے دیں تو پھر زینب کا عقد آپ سے ہوجائے اس طرح اس واقعہ سے ایک طرف جہاں زینب اور ان کے خاندان کو جو صدمہ پہنچے اس کا اندمال ہوسکے اور دوسری جانب یہ تین اصلاحیں خود آپ کی ذات بابرکات سے شروع ہوں۔ ایک اسلام میں متبنیٰ یعنی لے پالک یا منہ بولے بیٹے کا وہ حق نہ سمجھا جائے جو صلبی بیٹوں کا ہے اور دونوں قسم کے تعلقات میں جو فرق ہے وہ ظاہر کردیا جائے۔ دوسرے یہ کہ منہ بولے بیٹوں کی عورتیں صلبی بیٹوں کی عورتوں کی طرح حرام سمجھی جائیں۔ تیسرے یہ کہ آزاد غلاموں کی مطلقہ عورتوں کی حیثیت جن کو شرفائے اہل عرب اپنی زوجیت میں لینے سے انکار کرتے تھے ان کی وہی حیثیت قرار دی جائے جو احرار کی مطلقہ عورتوں کی ہے یعنی ان سے بے پس و پیش نکاح کرلیا جائے۔ چنانچہ وحی الٰہی کی تعمیل میں حضرت زید کے طلاق دینے اور عدت گزر جانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے حضرت زینب سے نکاح فرمالیا۔ اور یہ نکاح خود حضرت زینب کے بھائی نے پڑھایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر ۴۰۰ درہم کا رکھا اور گوشت روٹی سے دعوت ولیمہ فرمائی۔ جب حضرت زینب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نکاح ہو چکا تو اس پر منافقین۔ یہود اور مشرکین نے آپ کے خلاف اعتراضات اور طعن کا طوفان اٹھایا اور مسلمانوں کے دلوں میں بھی شک اور الجھن پیدا کرنا چاہی اس لئے ان آیات میں اور آگے اللہ تعالیٰ نے تمام امکانی شبہات کا ازالہ فرمایا اور دوسری طرف مسلمانوں کو بھی اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بتلایا کہ ان حالات میں کیا رویہ ہونا چاہیے۔

اس تمہیدی مضمون کو ذہن میں رکھتے ہوئے ان آیات زیر تفسیر کی تشریح ملاحظہ ہو جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس وقت کو یاد کیجئے جبکہ آپ فہمائش اور مشورہ کے طور سے اس شخص کو سمجھا رہے تھے کہ جس پر اللہ نے بھی انعام کیا کہ اسلام کی توفیق دی اور غلامی سے چھڑایا اور آپ نے بھی انعام کیا کہ تعلیم دین فرمائی۔ آزاد کیا۔ اور پھوپھی زاد بہن سے نکاح کرایا۔ مراد اس سے حضرت زید ہیں کہ جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سمجھاتے تھے کہ اپنی بیوی زینب کو اپنی زوجیت میں رکھو اور ان کی معمولی خطاؤں پر نظر نہ کرو کہ گاہے اس سے ناموافقت ہو جاتی ہے اور خدا سے ڈرو اور اس کے حقوق میں کوتاہی نہ کرو۔ لیکن جب شکایتیں حد سے متجاوز ہو گئیں اور آپ کو اصلاح اور موافقت کی امید نہ رہی تو اس وقت فہمائش کے ساتھ آپ اپنے دل میں وہ بات بھی چھپائے ہوئے تھے کہ جس کو اللہ تعالیٰ آخر میں ظاہر کرنے والا تھا (مراد اس سے وہی خیال تھا کہ اگر زید نے طلاق دے دی تو پھر زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اشک شوئی اور تلافی میرے ہی نکاح سے ہو سکتی ہے) اور اس نکاح کے خیال کے ساتھ آپ لوگوں کے طعن سے بھی اندیشہ کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اندیشہ پر کہ مخالفین طعن و تشنیع کریں گے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے کہنے سننے کا کیا ڈر۔ ڈرنا تو بس ایک خدا ہی سے سزاوار ہے۔

آگے آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب زید کا جی بھر گیا یعنی انہوں نے طلاق دے دی اور زمانۂ عدت بھی گزر گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں لانے کا فیصلہ اور حکم فرما دیا اور یہ فیصلہ اس وجہ سے فرمایا تاکہ عرب میں جو غلط رسوم منہ بولے بیٹوں کے بارہ میں رائج ہو گئی تھیں وہ توڑی جائیں اور اسلامی شریعت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے یہ ظاہر کر دیا جائے کہ اسلام میں اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیبیوں سے نکاح درست ہے اگر وہ منہ بولے بیٹے انہیں طلاق دے دیں۔

یہاں آیت میں فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا فرمایا پھر جب زید کا دل اس عورت سے بھر گیا۔ تو تمام صحابہ میں یہ شرف حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو حاصل ہے کہ ان کا نام قرآن میں صراحت کے ساتھ آیا ہے۔ اور کسی صحابی یا صحابیہ کا نام صراحت سے قرآن پاک میں نہیں آیا۔ آگے لوگوں کے طعن و اعتراض کے بارہ میں فرمایا جاتا ہے کہ اللہ کا حکم اٹل ہے جو بات اس کے یہاں طے ہو چکی ضرور ہو کر رہے گی پھر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسا کرنے میں کیا مضائقہ ہے جو شریعت میں روا ہو گیا۔ انبیاء و رسل جتنے بھی پہلے گزرے ہیں ان کے حق میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہی معمول کر رکھا تھا کہ ان کو جس امر کی اجازت ہوتی ہے بے تکلف وہ اس امر کو کرتے ہیں چنانچہ آپ بھی کسی کے کہنے سننے کی پروا نہ کیجئے اور اللہ کا حکم حکمت و مصلحت پر مشتمل ہوتا ہے اس لئے آپ بھی اندیشہ نہ کیجئے۔ آگے آپ کی تسلی کے لئے فرمایا جاتا ہے۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا یعنی حساب لینے کے لئے اللہ کافی ہے اس کے سوا کسی اور کی باز پرس سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔

ان آیات میں اس بات کی صاف تصریح ہے کہ

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح اللہ تعالیٰ کے حکم کی بنا پر کیا تھا۔ (۲) یہ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسی ضرورت و مصلحت کی خاطر کرایا تھا کہ جو خاطر خواہ اسی تدبیر سے پوری ہو سکتی تھی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسولؐ ہیں اور نبیوں کے ختم پر ہیں، اور اللہ تعالیٰ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾

ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

مَا كَانَ نہیں ہیں	مُحَمَّدٌ محمد	اَبَآ باپ	اَحَدٍ کسی کے	مِّنْ رِّجَالِكُمْ تمہارے مردوں میں سے	وَلٰكِنْ اور لیکن	رَّسُوْلَ اللّٰهِ اللہ کے رسول		
وَخَاتَمَ اور مُہر	النَّبِيّٖنَ نبیوں	وَكَانَ اور ہے	اللّٰهُ اللہ	بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے کا	عَلِيْمًا جاننے والا			

(حصہ اول)

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زینب سے نکاح کے سلسلہ میں بصراحت فرمایا گیا تھا کہ یہ کام آپ نے خداوند ذوالجلال کے حکم سے کیا اور یہ بھی بتلایا گیا کہ یہ نکاح اللہ تعالیٰ نے ایک اہم ضرورت کی خاطر کرنے کا حکم دیا اور وہ یہ کہ جاہلیت کی رسم کو گود لئے ہوئے بیٹے مثل حقیقی اور صلبی بیٹوں کے تصور کئے جاتے تھے توڑنے۔ اس سلسلہ میں مخالفین نے جو طعن اور اعتراض اٹھائے اس کا ایک جواب تو گذشتہ آیات میں مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ۔ فرما کر دے دیا گیا تھا یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی ایسے کام میں کوئی الزام نہیں جو اللہ نے ان کے لئے مقرر کر دیا ہو۔ یعنی یہ نکاح کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک فرض تھا جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر عائد کیا تھا۔ تو یہ کام آپ نے خدا کے حکم سے کیا اس میں آپ پر طعن کرنے کا کسی کو حق نہیں۔ اب آگے اس آیت میں اعتراض کرنے والوں کو خطاب کر کے ان کے تمام اعتراضات کی جڑ کاٹ دی گئی جو مخالفین اس نکاح پر کر رہے تھے چنانچہ اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ اے معترضو! تمہارے اعتراضات محض لغو اور لایعنی ہیں کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں۔ نہ زید کے اور نہ کسی کے پس انہوں نے ہرگز اپنے بیٹے کی مطلقہ بہو سے شادی نہیں کی۔ جب ان کے کوئی بیٹا ہی نہیں ہے تو بہو کے ساتھ نکاح کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی نرینہ اولاد بلوغت کو پہنچی ہی نہیں۔ قاسم۔ طیب اور طاہر تین بچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوئے لیکن تینوں بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔ پھر حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک صاحبزادہ پیدا ہوئے جن کا نام ابراہیم تھا یہ بھی دودھ پینے ہی کے زمانہ میں انتقال فرما گئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چار صاحبزادیاں۔ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن تھیں ان میں تین صاحبزادیاں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں رحلت فرما گئی تھیں۔ صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال آپ کے وصال کے چھ ماہ بعد ہوا۔ تو معترضین کا اعتراض یہ تھا کہ آپ نے اپنی بہو سے نکاح کیا ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد ہی نہیں یعنی جس شخص کی مطلقہ سے نکاح کیا گیا ہے وہ بیٹا تھا کب کہ جو اس کی مطلقہ سے نکاح حرام ہوتا؟ تم لوگ سب جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی بیٹا موجود ہی نہیں۔ اور اگر یہ وسوسہ ہو کہ یہ نکاح ناجائز تو

نہیں لیکن اگر نہ ہوتا تو بہتر تھا کہ اعتراض کا موقع ہی نہ ہوتا تو اس کے جواب میں فرمایا گیا وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ مگر وہ اللہ کے رسول ہیں یعنی رسول ہونے کی حیثیت سے ان پر یہ فرض عائد ہوتا تھا کہ جس حلال چیز کو تمہاری رسموں نے خواہ مخواہ حرام کر رکھا ہے اس کے بارہ میں تمام جہالت کے تعصبات وخیالات باطلہ کا خاتمہ کردیں اور ایک حلال چیز کی ملت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہنے دیں پھر مزید تاکید کے لئے آگے فرمایا وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ یعنی وہ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ہیں یعنی ان کے بعد کوئی رسول تو درکنار کوئی نبی تک آنے والا نہیں۔ آپ سب نبیوں کے ختم پر ہیں تو اگر قانون ومعاشرہ کی کوئی اصلاح آپ کے زمانہ میں نافذ ہوجانے سے رہ جائے تو بعد میں کوئی نبی آنے والا نہیں کہ جو یہ کسر پوری کردے۔ لہٰذا یہ ضروری تھا کہ وہ اس رسمِ جاہلیت کا خاتمہ خود ہی کریں۔ اس کے بعد مزید زور دیتے ہوئے فرمایا گیا وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ اس وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اس رسم جاہلیت کو ختم کرانا کیوں ضروری تھا اور ایسا نہ ہونے میں کیا خرابی تھی۔ وہ جانتا ہے کہ اب اس کی طرف سے دنیا میں کوئی اور نبی آنے والا نہیں لہٰذا (اگر اپنے آخری نبی کے ذریعہ اس رسم کا خاتمہ نہ کرایا تو پھر کوئی دوسری ہستی دنیا میں ایسی نہ ہوگی کہ جس کے توڑنے سے یہ رسم تمام دنیا کے مسلمانوں سے ہمیشہ کے لئے ٹوٹ جائے تو خلاصہ یہ کہ یہ کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خواہش سے نہیں کیا بلکہ اللہ کے حکم سے کیا اس لئے اس پر کسی اعتراض کی گنجائش نہیں اور اللہ تعالیٰ علیم ہیں یعنی ہر چیز کی مصلحت سے پوری طرح واقف ہیں اس لئے یہ مصلحت اپنے نبی کے لئے تجویز کی۔ غرضیکہ معترضین کے اعتراضات بالکل لغو ہیں۔

یہاں اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدائشی نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ذکر فرمایا گیا ہے۔ قرآن کریم میں آپ کا یہ اسم گرامی ۴ جگہ آیا ہے۔ ایک اسی آیت زیر تفسیر میں اور دوسرے چوتھے پارہ سورۂ آل عمران میں۔ تیسرے ۲۶ ویں پارہ سورۂ محمد میں اور چوتھے سورۂ فتح میں۔ اس کے علاوہ دوسرا اسم گرامی احمد ہے جو قرآن کریم میں صرف ایک ۲۸ ویں پارہ سورۂ صف میں آیا ہے۔ ان دو ناموں کے علاوہ باقی آپ کے اسمائے صفات والقاب ہیں۔ جن کے شمار میں اختلاف ہے۔ مشہور محدث ابوبکر بن عربی نے شرح ترمذی میں آپ کے اسمائے صفات والقاب کا شمار ۶۴ کرایا ہے۔ بعض محدثین نے ۹۹ اور بعض نے ۳۰۰ اور بعض اہل علم نے ان کو ایک ہزار تک پہنچایا ہے۔ بہرحال اسمائے اعلام صرف دو ہیں محمد اور احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور باقی اسمائے صفات اور القاب ہیں۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک بے نظیر تھی آپ کے یہ اسماء بھی بے مثل تھے۔ آپ سے پہلے کسی کے ذہن میں ان اسماء کا وہم وگمان بھی نہ ہوا تھا۔ حتیٰ کہ جب آپ کی ولادت مبارک کا زمانہ نزدیک آگیا تو کاہنوں منجموں اور اہل کتاب نے نام لے کر آپ کی آمد کی بشارتیں دیں تو لوگوں نے اس نبی منتظر کی طمع میں اپنی اولاد کا نام محمد واحمد رکھنا شروع کردیا۔ جہاں تک تاریخ سے ثابت ہوتا ہے جن کے نام محمد واحمد رکھے گئے تھے ان کی کل تعداد چھ تک ہے۔ محمد کے لفظی معنی ہیں جس میں بکثرت تعریف کے اوصاف پائے جائیں اور لفظ احمد اس کے دو معنی ہوسکتے ہیں۔

(۱) تمام تعریف کرنے والوں میں اپنے پروردگار کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا۔

(۲) تمام لوگوں میں سب سے زیادہ تعریف کے قابل اور ثنا کا مستحق۔

توراۃ میں آپ کا نام محمد ذکر کیا گیا کیونکہ آپ کے اوصاف حمیدہ۔ آپ کی امت۔ آپ کے دین کے فضائل وکمالات کا اتنی کثرت سے اس میں ذکر تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم رسول کو بھی آپ کی امت میں ہونے کی آرزو ہونے

گی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی بشارت میں لفظ احمد فرمایا یعنی میرے بعد وہ آئے گا جو اپنے تمام پہلے آنے والوں کا سردار اور سب پر فائق ہوگا۔ الغرض لفظ محمد اور احمد کے مفہوموں کے لحاظ سے آپ سطح عالم پر نظر ڈالئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ اسماء جتنی حقیقت اور جتنی صداقت کے ساتھ آپ کی ذات مبارک پر چسپاں ہیں اتنے کسی اور پر نہیں اس لئے محمد اور احمد نام پانے کے لئے بھی آپ کی ذات مبارک منتخب ہوئی۔ اس لئے آپ سے پہلے بھی جس نے یہ نام رکھا آپ کی اتباع میں رکھا اور بعد میں بھی جس نے اس نام کو اختیار کیا آپ ہی کے اتباع میں کیا۔ **اللھم صل وسلم علی رسول اللہ وبارک علیہ.**

یہاں موقع کی مناسبت سے محمد یا احمد نام رکھنے کی برکت وفضیلت بھی ذکر کر دی جائے۔ مولانا محمد اسحاق صاحبؒ جو نواسے اور جانشین تھے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ دہلوی کے۔ وہ لڑکے کا نام محمد یا احمد رکھنے کے بارہ میں اپنی تالیف رفاہ المسلمین میں لکھتے ہیں۔

لڑکے کا نام محمد یا احمد رکھنا مستحب ہے۔ صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکوں کا نام میرے نام پر رکھو اور سنن ابوداؤد میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکوں کا نام پیغمبروں کے نام پر رکھا کرو اور طبرانی نے جامع کبیر میں اور عدیؒ نے کامل میں بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جس شخص کے تین لڑکے ہوں پھر اس نے ان میں سے ایک کا بھی نام محمد نہ رکھا تو بڑی نادانی کی یعنی بسبب اپنی نادانی کے ایسی بڑی نعمت و برکت سے محروم رہا...... احیاء العلوم میں امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ جس لڑکے کا نام محمد ہو اس کی تعظیم و تکریم کرنی چاہئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس لڑکے کا نام محمد رکھو تو اس کی تعظیم کیا کرو...... اور اخبار اور روایات میں وارد ہے کہ جس شخص کا نام محمد ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اس کی شفاعت فرما کر بہشت میں لاویں گے اور اشرف الوسائل شرح الشمائل میں لکھا ہے کہ انسان کو چاہئے اپنی اولاد کا نام قصداً اور تاکیداً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں سے رکھے اس واسطے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے رسول قسم کھاتا ہوں میں اپنی عزت اور جلال کی کہ جس شخص کا نام تیرے نام سے موسوم ہوگا میں اس کو ہرگز آتش دوزخ سے عذاب نہ دوں گا اور ایک روایت میں یوں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک پر عہد کر لیا ہے کہ جس کا نام محمد یا احمد ہوگا میں اس کو ہرگز دوزخ میں نہ ڈالوں گا پس آدمی کو چاہئے کہ اپنی اولاد کا نام بہت اچھا اور بہتر رکھے اس واسطے کہ قیامت کے دن آدمی کو اس کے نام سے اور اس کے باپ کے نام سے پکاریں گے اور صحیح ترمذی میں بروایت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکوں کا نام ان کے پیدا ہونے سے ساتویں دن رکھا کرو۔ (رفاہ المسلمین فی شرح مسائل اربعین ص ۹۸)

(دعاء اے اللہ یہ حقیر فقیر (مؤلف درس قرآن ہذا) کس قدر خوش نصیب ہے کہ آپ نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھ کو دنیا میں موسوم کئے جانے کے لئے کیسا پیارا۔ بزرگی اور عظمت والا نام محمد احمد عطا فرمایا اور کیسی بڑی غیر اختیاری نعمت سے نوازا۔

اللھم ربنا لک الحمد ولک الشکر ارجو رضاک فلا تحرم نوالک من بدعی باسم حبیبک فی البلدان والرفق.

(یہ ناچیز آپ کی رضا کا امیدوار ہے۔ اپنی بخشش اور عنایت سے اس غلام کو محروم نہ فرمایئے جو تمام بلاد اور احباب میں آپ کے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام کے ساتھ پکارا جاتا ہے)

یہ مضمون اور دعا درمیان میں اضطراری طور پر آ گیا۔

قرآن کریم نے اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ کو خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرما کر آپ کی ختم نبوت کا اعلان فرمایا یعنی آپ رسول اللہ ہونے کے علاوہ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ بھی ہیں اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے ساتھ دو باتوں کا تصور ضروری ہے۔ ایک یہ کہ آپ رسول اللہ ہیں دوسرے یہ کہ آپ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ہیں اور ان دو تصورات میں آپ کا امتیازی تصور خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ہی ہے۔ قرآن، حدیث اور اجماع تینوں لحاظ سے امت کا یہ عقیدہ ہے کہ ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر قسم کی نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس عقیدہ کے خلاف اگر کسی کا یہ عقیدہ ہو کہ نبوت کا دروازہ ابھی کھلا ہوا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نبی ہو سکتا ہے تو تمام محدثین و مفسرین اور علمائے امت کے نزدیک وہ قطعاً کافر اور ملت اسلام سے خارج ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ نے اس آیت کے تحت لکھا ہے (کہ اللہ تعالیٰ کی اس وسیع رحمت پر شکر کرنا چاہئے کہ اس نے اپنے رحم و کرم سے ایسے عظیم الشان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف بھیجا اور انہیں خَتَمَ الْمُرْسَلِيْنَ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ بنایا اور آسان۔ سچا دینِ حنیف آپ کے ہاتھوں کمال کو پہنچایا۔ رب العالمین نے اپنی کتاب میں اور رحمۃ للعالمین نے اپنی متواتر حدیثوں میں یہ خبر دے دی کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ پس جو شخص بھی آپ کے بعد نبوت یا رسالت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا۔ مفتری۔ دجال گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے گو وہ شعبدے دکھائے۔ جادوگری کرے۔ اور بڑے کمالات اور عقل کو حیران کر دینے والی چیزیں پیش کرے اور طرح طرح کی نیرنگیاں دکھائے لیکن عقلمند جانتے ہیں کہ یہ سب فریب دھوکہ اور مکاری ہے۔ ہر اس شخص کا جو قیامت تک اس دعوے سے مخلوق کے سامنے آئے گا اس کا جھوٹ اور اس کی گمراہی سب پر کھل جائے گی یہاں تک کہ سب سے آخری دجال مسیح دجال آئے گا۔"

الغرض پہلی صدی سے آج تک پوری دنیائے اسلام متفقہ طور پر "خاتم النبیین" کے معنی آخری نبی ہی سمجھتی رہی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے دروازہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند تسلیم کرنا ہر زمانہ میں تمام اہل اسلام کا متفق علیہ عقیدہ رہا ہے اور اس امر میں اہل اسلام کے درمیان کبھی کوئی اختلاف نہیں رہا کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے یا جو اس کے دعوے کو مانے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ چنانچہ اس عقیدۂ اسلام کی بنا پر مرزا غلام قادیانی اور اس کے متبعین کو پاکستان میں ستمبر ۱۹۷۴ء میں بالاتفاق کافر اور خارج از اسلام قرار دیا گیا اور تمام اسلامی دنیا کو اس امر سے آگاہ کر دیا گیا مگر افسوس ہے کہ اس کے باوجود اس چودھویں صدی میں گمراہ قادیانیوں نے اس آیت زیر تفسیر کی غلط تاویلات کر کے نہ صرف نبوت کا دروازہ کھول رکھا ہے بلکہ عقیدہ ختم نبوت کے رکھنے والے کو وہ معاذ اللہ لعنتی اور مردود قرار دیتے ہیں۔ اور پھر اپنی گمراہی میں بعض سیدھے سادے مسلمانوں کو بھی شکار کر کے پھانستے ہیں اور دین ایمان سے کھوتے ہیں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو خاتم الانبیاء والمرسلین کی امت میں پیدا فرمایا اور دین اسلام کی دولت سے نوازا۔ حق تعالیٰ ہمیں اس نعمتِ عظمیٰ کی قدر کی توفیق عطا فرمائیں اور ہمیں اپنے رسول پاک کا سچا و پکا متبع اور وفادار امتی ہونا نصیب فرمائیں۔ اس وقت جو طرح طرح کی گمراہیاں اور فتنے پھیل رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے ہماری اور پوری امت مسلمہ کی حفاظت فرمائیں اور مضبوطی سے دین کو پکڑنے اور اس پر جمے رہنے کی ہمت۔ توفیق اور استقامت عطا فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ﴿۴۲﴾ هُوَ الَّذِيْ

اے ایمان والو تم اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو۔اور صبح و شام (یعنی علی الدوام) اس کی تسبیح (تقدیس) کرتے رہو۔وہ ایسا (رحیم) ہے

يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾

کہ وہ (خود بھی) اور اس کے فرشتے (بھی) تم پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں، تاکہ حق تعالیٰ تم کو تاریکیوں سے نور کی طرف لے آئے، اور اللہ تعالیٰ مومنین پر بہت مہربان ہے۔

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚ وَّ اَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾

وہ جس روز اللہ سے ملیں گے تو ان کو جو سلام ہوگا وہ یہ ہوگا کہ السلام علیکم اور اللہ تعالیٰ نے اُن کیلئے عمدہ صلہ (جنت میں) تیار کر رکھا ہے۔

يَاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ایمان والو	اذْكُرُوا یاد کرو تم	اللّٰهَ اللہ	ذِكْرًا یاد	كَثِيْرًا بکثرت	وَّ سَبِّحُوْهُ اور پاکیزگی بیان کرو اسکی	بُكْرَةً صبح		
وَّ اَصِيْلًا اور شام	هُوَ الَّذِيْ وہی جو	يُصَلِّيْ بھیجتا ہے	عَلَيْكُمْ تم پر	وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ اور اس کے فرشتے	لِيُخْرِجَكُمْ تاکہ وہ تمہیں نکالے	مِّنَ سے			
الظُّلُمٰتِ اندھیروں	اِلَى النُّوْرِ نور کی طرف	وَكَانَ اور ہے	بِالْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں پر	رَحِيْمًا مہربان	تَحِيَّتُهُمْ اُن کی دعا	يَوْمَ جس دن			
يَلْقَوْنَهٗ وہ ملیں گے اس کو	سَلٰمٌ سلام	وَّ اَعَدَّ اور تیار کیا اس نے	لَهُمْ ان کیلئے	اَجْرًا اجر	كَرِيْمًا بڑا اچھا				

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیت جو مخالفین اور منافقین کے طعن و اعتراض بسلسلہ نکاح حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دفع کرنے کے لئے نازل ہوئی تھی اس میں ضمناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت رسالت و ختم نبوت کا ذکر فرمایا گیا تھا۔تو چونکہ حق تعالیٰ نے یہ ایک بہت بڑا احسان فرمایا کہ ایسے عظیم الشان پیغمبر اور پیغمبروں کے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کے لئے بھیجا اس لئے آگے ان آیات میں اہل اسلام کو خطاب کر کے اس احسانِ عظیم کے شکریہ میں خصوصیت کے ساتھ ذکر و طاعت کا حکم دیا جاتا ہے اور پھر اس ذکر و طاعت کی مزید ترغیب کے لئے حق تعالیٰ اپنے بھی دنیوی و اخروی احسانات کا ذکر فرماتے ہیں چنانچہ ان آیات میں ایمان والوں کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اے ایمان والو تم احسانات الٰہیہ کو عموماً اور ایسے عظیم الشان رسول کی بعثت کو خصوصاً یاد کر کے حق تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔اور وہ شکر اس طرح ادا کرو کہ منعم حقیقی کو کبھی نہ بھولو۔اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے رات دن۔صبح شام ہمہ اوقات اس کو یاد رکھو اور اس کے ذکر و طاعت پر دوام رکھو۔اور اس کی تسبیح و تقدیس بیان کرتے رہو۔یہاں سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی نعمتوں کی حقیقی شکر گزاری یہی ہے کہ حق تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کیا جائے۔اور یہ ذکر کرنا عام ہے یعنی زبان سے بھی دل سے بھی اور اعضا و جوارح سے بھی اور اس کی طاعت پر دوام رکھا جائے اس میں ہر طرح کے اعمال صالحہ جانی و مالی سب آ گئے۔آگے حق تعالیٰ کو بکثرت یاد کرنے کا نتیجہ بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت تم پر نازل کرتا ہے جو فرشتوں کے توسط سے آتی ہے۔یہ ہی رحمت و برکت ہے جو تمہارا ہاتھ پکڑ کر جہالت و ضلالت کی اندھیریوں سے علم و ہدایت کے اجالے میں لاتی ہے۔اگر اللہ کی خاص مہربانی ایمان والوں پر نہ ہو تو دولت ایمان کہاں سے ملے اور کیونکر محفوظ رہے۔اسی کی مہربانی سے مومنین رشد و ہدایت اور ایمان و احسان کی راہوں میں ترقی کرتے ہیں یہ تو دنیا میں ان کا حال ہوا۔آگے آخرت کا اعزاز و اکرام ذکر فرمایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر سلام بھیجے گا۔اور فرشتے سلام کرتے ہوئے ان کے پاس آئیں گے اور مومنین کی آپس میں بھی یہی دعاء سلام ہوگی۔اللہ تعالیٰ آخرت میں جن کا خود سلام سے استقبال فرمائیں ان کے اعزاز و اکرام کا

کیا کہنا۔ ۲۳ویں پارہ سورۂ یٰس میں فرمایا گیا ہے

سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ یعنی اس مہربان پروردگار کی طرف سے جنتیوں کو سلام بولا جائے گا خواہ فرشتوں کے ذریعہ سے یا جیسا کہ حدیث شریف میں ایک روایت ہے کہ بلاواسطہ خود رب کریم سلام ارشاد فرمائینگے۔ سبحان اللہ اس وقت کے عزت اور لذت کا کیا کہنا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بھی یہ نعمت عظمیٰ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

ملائکہ کے سلام کے متعلق سورۂ نحل چودہویں پارہ میں ارشاد ہے۔

یَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَیْکُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

یعنی فرشتے کہیں گے تم پر سلام ہو تم جنت میں داخل ہو جاؤ اپنے نیک اعمال کی بدولت جو دنیا میں کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ فرشتوں کا یہ سلام مومنین کی تعظیم واکرام کے لئے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ یہ فرشتوں کا سلام ہم سب کو بھی سننا نصیب فرمائیں۔ پھر خود آپس میں مومنین ایک دوسرے کو سلام کریں گے جیسا سورۂ یونس گیارہویں پارہ میں ارشاد ہوا۔

دَعْوٰىهُمْ فِیْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

یعنی جنتی جنت کی نعمتوں اور خدا کے فضل واحسان کو دیکھ کر سبحان اللہ پکاریں گے۔ اور جنتی ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو سلام کریں گے جیسے دنیا میں مسلمانوں کا دستور ہے اور جنت میں پہنچ کر جب دنیا کی فانی لذتوں کا مقابلہ وہاں کے دائمی عیش وسرور سے کریں گے تو الحمد للہ رب العلمین کہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ کلمہ کہنا نصیب فرمائیں تو آخرت میں یہ سلام کا اعزاز واکرام تو روحانی انعام ہے آگے جسمانی انعام کی خبر دی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مومنین کے لئے نہایت عمدہ صلہ جنت میں تیار کر رکھا ہے کہ ان کے جانے کی دیر ہے یہ گئے اور وہ ملا۔

یہاں ان آیات کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو مخاطب کر کے ذکر کی تاکید فرمائی ہے۔ قرآن پاک میں اور بھی بیسوں جگہ ذکر اللہ کا حکم دیا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی بڑی فضیلتیں بیان فرمائی ہیں۔ چونکہ اسلام کی تعلیم اور اس کا مطالبہ یہ ہے بلکہ کہنا چاہئے کہ اسلام درحقیقت نام ہی اس کا ہے کہ اللہ کے بندے اپنی پوری زندگی احکام الٰہی کے ماتحت گزاریں اور ہر حال اور ہر معاملہ میں وہ اللہ کی فرمانبرداری کریں اور چونکہ یہ بات کامل طور پر جبھی ہوسکتی ہے کہ بندے کو ہر وقت اللہ کا خیال رہے اور اس کے دل میں اللہ کی عظمت ومحبت پوری طرح بیٹھ جائے۔ ہر وقت اللہ کا اور اس کے حکموں کا خیال رہے اور آدمی کا دل اللہ سے غافل نہ ہو۔ یہی حقیقت ہے ذکر کی اور اسی لئے قرآن کریم کی ایک خاص تعلیم یہ ہے کہ بندے کثرت سے اللہ کا ذکر کریں اور اس کی تسبیح وتقدیس اور حمد وثنا سے اپنی زبانیں تر رکھیں۔ دل میں اللہ کی محبت اور عظمت پیدا کرنے کا یہ ایک خاص ذریعہ اور آزمودہ نسخہ ہے۔ یہ ایک فطری بات ہے کہ آدمی جس کی عظمت وکمال کے خیال میں ہر وقت ڈوبا رہے اور جس کی یاد ودھیان سے دل ودماغ بسا رہے اس کی عظمت ومحبت ضرور پیدا ہوجائے گی اور برابر ترقی کرتی رہے گی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ذکر کی کثرت عشق ومحبت کے چراغ کو روشن کرتی ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ کامل اطاعت وبندگی کی وہ زندگی جس کا نام اسلام ہے وہ صرف محبت ہی سے پیدا ہوسکتی ہے۔ صرف محبت ہی وہ چیز ہے جو محب صادق کو محبوب کا کامل مطیع اور فرمانبردار بنا دیتی ہے۔ اسلیئے قرآن پاک میں ذکر کی کثرت کی سخت تاکید اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کی بڑی فضیلتیں بیان فرمائی گئی ہیں۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو ظاہراً وباطناً زندگی کے ہر شعبہ میں شریعت اسلامیہ کی پابندی نصیب فرمادیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ

اے نبیؐ ہم نے بیشک آپ کو اس شان کا رسولؐ بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ (مومنین کے) بشارت دینے والے ہیں اور (کفار کے) ڈرانے والے ہیں،

وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ

اور (سب کو) اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ ایک روشن چراغ ہیں۔ اور مومنین کو بشارت دیجئے کہ اُن پر اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہونے والا ہے۔

وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۴۸﴾

اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانیں اور اُن کی طرف سے جو ایذا پہنچے اس کا خیال نہ کیجئے اور اللہ پر بھروسہ کیجئے، اور اللہ کافی کارساز ہے۔

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبیؐ	اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بیشک ہم نے آپ کو بھیجا	شَاهِدًا گواہی دینے والا	وَّمُبَشِّرًا اور خوشخبری دینے والا	وَّنَذِيْرًا اور ڈرسنانے والا		
وَّدَاعِيًا اور بلانے والا	اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف	بِاِذْنِهٖ اس کے حکم سے	وَسِرَاجًا اور چراغ	مُّنِيْرًا روشن	وَبَشِّرِ اور خوشخبری دیں	
الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں	بِاَنَّ یہ کہ	لَهُمْ ان کیلئے	مِّنَ اللّٰهِ اللہ (کی طرف) سے	فَضْلًا فضل	كَبِيْرًا بڑا	وَلَا تُطِعِ اور کہنا نہ مانیں
الْكٰفِرِيْنَ کافر	وَالْمُنٰفِقِيْنَ اور منافق	وَدَعْ اور خیال نہ کریں	اَذٰىهُمْ ان کا ایذا دینا	وَتَوَكَّلْ اور بھروسہ کریں	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	
وَكَفٰى اور کافی	بِاللّٰهِ اللہ	وَكِيْلًا کارساز				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ سے مضمون بسلسلۂ نکاح حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ پہلے مخالفین ومعترضین کو خطاب کر کے بتلایا گیا تھا کہ تمہارے اعتراضات محض لغو اور لایعنی ہیں اور یہ نکاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خواہش سے نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے کیا اس لئے آپ پر کسی کو اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسی سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول اور خاتم النبیین ہونا بتلایا گیا تھا۔ اس کے بعد اہل ایمان کو گذشتہ آیات میں خطاب فرمایا گیا تھا کہ حق تعالیٰ نے یہ بہت بڑا احسان فرمایا کہ ایسے عظیم الشان پیغمبر کو تمہاری ہدایت کے لئے بھیجا لہٰذا اس نعمت کو یاد کر کے حق تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور اس کے ذکر واطاعت پر دوام رکھو اور ہمہ وقت اس کی تسبیح وتقدیس بیان کرتے رہو۔ اس خطاب سے درپردہ اہل ایمان کو یہ تلقین کرنا بھی مقصود تھی کہ جب دشمنوں کی طرف سے اللہ کے رسول پر طعن وتشنیع کیا جا رہا ہے تو ایسی حالت میں تمہارا نہ تو یہ کام ہے کہ ایسی بیہودگیوں کو سنو اور نہ یہ کہ دشمنوں کے پھیلائے ہوئے شک وشبہات میں مبتلا ہو اور نہ یہ کہ جواب میں ان سے بدکلامی اور بدزبانی کرو بلکہ تمہارا کام یہ ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کو اپنے حق میں اللہ کا بہت بڑا انعام واحسان سمجھو اور اس نعمت کے شکر میں ہمہ وقت اللہ کے ذکر وطاعت میں لگو اور جب اس کے ذکر وطاعت میں لگو گے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں تم پر دنیا میں بھی نازل فرمائے گا کہ جس کی بدولت تمہیں جہالت وضلالت کی تاریکیوں کی بجائے علم وہدایت کا نور نصیب ہوگا۔ اور آخرت میں بھی انعام واکرام سے نوازے جاؤ گے۔ اہل ایمان کو خطاب کے بعد اب ان آیات میں حق تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے چند کلمات تسکین ارشاد فرماتے ہیں جن سے مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا ہے کہ آپ ان چند معترضین کے طعن سے مغموم نہ ہوں۔ اگر یہ احمق آپ کو نہ جانیں تو کیا ہوا ہم نے تو آپ کو بہت کچھ مراتب عالیہ بخشے ہیں اور آپ کی شخصیت اس سے بہت بلند ہے کہ یہ مخالفین اپنے بہتان وافترا کے طوفان سے آپ کا

کچھ بگاڑ سکیں لہٰذا نہ آپ ان کی شرارتوں سے رنجیدہ ہوں نہ ان کی بکواس کو کوئی وقعت دیں آپ اپنے فرائض منصبی ادا کئے جائیں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ وہ کافی کارساز اور حامی و مددگار ہے وہ آپ کو مخالفین کے ہر ضرر سے بچاوے گا۔

یہاں ان آیات میں خطاب کر کے پہلی بات یہ فرمائی جاتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو شاہد یعنی گواہ بنا کر بھیجا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب قیامت کے روز اللہ کی عدالت قائم ہوگی تو آپ امت کے اعتبار سے گواہ ہوں گے کہ آپ کے بیان کے موافق ان کا فیصلہ ہوگا۔ آپ کی شہادت پر یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ ماننے والے کس جزا کے اور نہ ماننے والے کس سزا کے مستحق ہیں۔

دوسری بات یہ فرمائی کہ آپ مبشر ہیں یعنی مومنین کو بشارت دینے والے ہیں اور فرمانبرداروں کو خوشخبری سنانے والے ہیں۔

تیسری بات یہ فرمائی کہ آپ نذیر ہیں یعنی کفار اور نافرمانوں کو ڈرانے والے ہیں

چوتھی بات یہ فرمائی کہ آپ داعی الی اللہ ہیں یعنی اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں۔

یہاں آیت میں دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ کے ساتھ باذنہ بھی فرمایا گیا یعنی آپ سب کو اللہ کی طرف اللہ کے حکم سے بلانے والے ہیں۔ دعوت الی اللہ تو ہر مبلغ دے سکتا ہے مگر وہ اللہ کی طرف سے اس کام پر مامور نہیں ہوتا۔ برخلاف نبی اللہ کے اذن سے دعوت دینے کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ اس لئے نبی کی دعوت کے پیچھے اس کے بھیجنے والے اللہ رب العالمین کی فرمانروائی کا زور ہوتا ہے۔ اسی بنا پر اللہ کے بھیجے ہوئے داعی کی مخالفت و مزاحمت خود اللہ رب العالمین کے خلاف جنگ قرار دی جاتی ہے جس طرح دنیوی حکومتوں میں سرکاری کام انجام دینے والے سرکاری ملازم کی مزاحمت خود حکومت کے خلاف جنگ سمجھی جاتی ہے۔

پانچویں بات یہ فرمائی کہ آپ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ہیں۔ یعنی آپ سرتاپا نمونۂ ہدایت ہونے میں بمنزلۂ ایک روشن چراغ کے ہیں یا مثل آفتاب کے ہیں۔ مطلب یہ کہ آپ آفتاب نبوت و ہدایت ہیں جس کے طلوع ہونے کے بعد کسی دوسری روشنی کی ضرورت نہیں رہی۔ سب روشنیاں اسی نور اعظم میں محو اور مدغم ہو گئیں۔

چھٹی بات یہ فرمائی کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ایمانداروں کو خوشخبری دیجئے کہ ان پر اللہ کا بڑا فضل ہونے والا ہے یعنی آپ کے واسطہ سے دنیا میں انہیں سرفرازی اور غلبہ و نصرت دے گا اور آخرت میں عفو و مغفرت اور اجر عظیم اور دائمی نعمتیں عطا فرمائے گا اب رہ گئے کافر اور منافق جو آپ کی تصدیق نہیں کرتے اور آپ پر بہتان باندھتے ہیں اور اعتراض کرتے ہیں اور آپ کو اپنی مرضی کے موافق کرنا چاہتے ہیں تو آپ ان کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ کیجئے یعنی ایسا نہ ہو کہ ان کے طعن پیہم سے آزردہ ہو کر ان پر تبلیغ ہی ترک کردیں۔ آپ حسب معمول فریضۂ دعوت و اصلاح کو پوری مستعدی سے ادا کرتے رہئے اور اللہ جو حکم دے اس کے کہنے یا کرنے میں کسی کافر و منافق کے کہنے کی پروا نہ کیجئے۔ پس اگر یہ بدبخت زبان یا عمل سے آپ کو ستائیں جیسا کہ اس واقعۂ نکاح میں کہ آپ کی طرف سے تبلیغ فعلی تھی اور ان کی طرف سے اذیت قولی آپ کو پہنچی تو اس کا خیال نہ کیجئے اور اللہ پر بھروسہ کیجئے اللہ کافی کارساز ہے وہ آپ کو ہر ضرر سے بچاوے گا۔

یہاں ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ اسمائے صفات کا ذکر فرمایا گیا یعنی شاھدٌ- مُبشرٌ- نذیرٌ- داعٍ- سراجٌ- منیرٌ. (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے علاوہ مندرجہ ذیل اسمائے صفات بھی مختلف سورتوں میں آئے ہیں۔

عبداللہ بشیرٌ- عزیزٌ- حریصٌ- رؤف رحیمٌ -امینٌ
مزملٌ- مدثرٌ- مذکرٌ- منذرٌ- ھادیٌ- یٰس
رَحمتٌ- طٰہٰ- نُورٌ- حقٌ- شھیدٌ- نبیٌ -امیٌ
رسولٌ- برھانٌ خاتم النبیین- رحمۃ للعٰلمین.
(صلی اللہ علیہ وسلم)

انکے علاوہ احادیث میں بھی اور اسمائے صفات آئے ہیں بعض محدثین نے ۹۹۔ بعض نے ۳۰۰ اور بعض اہل علم نے ۱۰۰۰ تک نام آپ کے گنائے ہیں۔ اللھم صلی وسلم وبارک علیہ.

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ

اے ایمان والو تم جب مسلمان عورتوں سے نکاح کرو (اور) پھر تم ان کو قبل ہاتھ لگانے کے (کسی اتفاق سے) طلاق دے دو

فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾ يٰٓاَيُّهَا

تو تمہاری ان پر کوئی عدت (واجب) نہیں جس کو تم شمار کرنے لگو، تو اُن کو کچھ (مال) متاع دے دو اور خوبی کے ساتھ ان کو رخصت کردو۔ اے نبیؐ

النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ

ہم نے آپ کیلئے آپ کی یہ بیبیاں جن کو آپ اُن کے مہر دے چکے ہیں حلال کی ہیں اور وہ عورتیں بھی جو تمہاری مملوکہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے غنیمت میں آپ کو دلوادی ہیں

وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ

اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں بھی جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہو،

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ

اور اس مسلمان عورت کو بھی جو بلاعوض اپنے کو پیغمبر کو دے دے بشرطیکہ پیغمبر اُس کو نکاح میں لانا چاہیں یہ سب آپ کیلئے مخصوص کیے گئے ہیں نہ اور

دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا

مومنین کیلئے، ہم کو وہ احکام معلوم ہیں جو ہم نے اُن پر اُن کی بیبیوں اور لونڈیوں کے بارے میں مقرر کیے ہیں

يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۰﴾

تا کہ آپ پر کسی قسم کی تنگی (واقع) نہ ہو، اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ایمان والو	اِذَا جب	نَكَحْتُمُ تم نکاح کرو	الْمُؤْمِنٰتِ مومن عورتوں	ثُمَّ پھر	طَلَّقْتُمُوْهُنَّ تم انہیں طلاق دو	
مِنْ قَبْلِ پہلے	اَنْ کہ	تَمَسُّوْهُنَّ تم انہیں ہاتھ لگاؤ	فَمَا لَكُمْ تو نہیں تمہارے لئے	عَلَيْهِنَّ ان پر	مِنْ عِدَّةٍ کوئی عدت		
تَعْتَدُّوْنَهَا کہ پوری کراؤ تم اس سے	فَمَتِّعُوْهُنَّ پس تم انہیں کچھ متاع دو	وَسَرِّحُوْهُنَّ اور انہیں رخصت کردو	سَرَاحًا رخصت	جَمِيْلًا اچھی طرح			
يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی!	اِنَّآ اَحْلَلْنَا ہم نے حلال کیں	لَكَ تمہارے لئے	اَزْوَاجَكَ تمہاری بیبیاں	الّٰتِيْٓ وہ جوکہ	اٰتَيْتَ تم نے دے دیا	اُجُوْرَهُنَّ اُن کا مہر	
وَمَا اور جو	مَلَكَتْ مالک ہوا	يَمِيْنُكَ تمہارا دایاں ہاتھ	مِمَّآ اُن سے جو	اَفَآءَ اللّٰهُ اللہ نے ہاتھ لگا دیں	عَلَيْكَ تمہارے	وَ اور	
بَنٰتِ عَمِّكَ تمہارے چچا کی بیٹیاں	وَ اور	بَنٰتِ عَمّٰتِكَ تمہاری پھوپھیوں کی بیٹیاں	وَ بَنٰتِ خَالِكَ اور تمہارے ماموں کی بیٹیاں				
وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ اور تمہاری خالاؤں کی بیٹیاں	الّٰتِيْ وہ جنہوں نے	هَاجَرْنَ انہوں نے ہجرت کی	مَعَكَ تمہارے ساتھ	وَامْرَاَةً اور عورت			
مُّؤْمِنَةً مومن	اِنْ اگر	وَّهَبَتْ وہ بخشدے (نذر کردے)	نَفْسَهَا اپنے آپ کو	لِلنَّبِيِّ نبی کیلئے	اِنْ اگر	اَرَادَ النَّبِيُّ چاہے نبی	اَنْ کہ
يَّسْتَنْكِحَهَا اسے نکاح میں لے لے	خَالِصَةً خاص	لَّكَ تمہارے لئے	مِنْ دُوْنِ علاوہ	الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں	قَدْ عَلِمْنَا البتہ ہمیں معلوم ہے		

مَا فَرَضْنَا جو ہم نے فرض کیا	عَلَيْهِمْ اس پر	فِيْ میں	اَزْوَاجِهِمْ ان کی عورتیں	وَمَا اور جو	مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ مالک ہوئے انکے داہنے ہاتھ (کنیزیں)	
لِكَيْلَا يَكُوْنَ تاکہ نہ رہے	عَلَيْكَ تم پر	حَرَجٌ کوئی تنگی	وَكَانَ اور ہے	اللّٰهُ اللہ	غَفُوْرًا بخشنے والا	رَحِيْمًا مہربان

تفسیر وتشریح:- گذشتہ میں مضمون حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح سے متعلق مذکور ہوا تھا۔ اسی سلسلہ میں آگے کچھ احکام نکاح۔ طلاق وعدت کے متعلق بیان فرمائے جاتے ہیں پہلے احکام عام مسلمانوں سے متعلق بیان فرمائے گئے اس کے بعد بعض احکام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھے ان کا بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ان آیات میں پہلے عام اہل ایمان کو خطاب کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ ایمان کی دولت سے مشرف ہو چکے ہیں وہ سن لیں کہ جب ان میں سے کوئی مرد کسی مسلمان عورت سے شادی کرے اور پھر اس سے پہلے کہ عورت کی رخصتی ہو یعنی قبل اس کے کہ میاں بیوی کی تنہائی میں ملاقات ہو اتفاق سے کوئی ایسی وجہ پیش آ جائے کہ مرد کو طلاق دینی پڑ جائے تو ایسی صورت میں ایک حکم تو یہ ہے کہ عورت پر کوئی عدت واجب نہیں وہ چاہے تو فوراً دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ یہاں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ عدت کے ساقط ہونے کا حکم طلاق قبل خلوت کی صورت میں ہے۔ اگر نکاح ہو جانے کے بعد خلوت سے پہلے عورت کا شوہر مر جائے تو اس صورت میں عورت کو عدت وفات پوری کرنی لازمی ہے۔ اور اسے چار ماہ دس دن کی عدت گزارنی واجب ہے۔ اس کے بعد دوسرا نکاح جائز ہو سکتا ہے۔ یہاں آیت میں عورت پر کسی عدت کے واجب نہ ہونے کا جو حکم ہے وہ اسی صورت میں ہے کہ ابھی عورت کی رخصتی نہیں ہوئی تھی اور طلاق مرد نے دے دی۔ اگر رخصتی کے بعد یعنی میاں بیوی میں خلوت کے بعد طلاق دی تو اس صورت میں پورے تین حیض ختم ہونے تک عدت گزارنا لازمی ہے۔ اور اگر عورت حاملہ ہو اور اس حالت میں طلاق مل گئی تو بچہ پیدا ہونے تک عدت کا زمانہ رہے گا۔ اگر طلاق ملنے کے بعد تھوڑی ہی دیر میں بچہ پیدا ہو گیا تو عدت ختم ہو گئی۔ تو ایک حکم عام جس میں سارے مسلمان شامل ہیں یہ ہوا کہ اگر رخصتی سے قبل ہی طلاق دی گئی تو عورت پر کوئی عدت لازم نہیں۔

دوسرا حکم عام یہ ہے کہ ایسی مطلقہ عورتوں کو کچھ مال ومتاع دے دو اور خوبی سے علیحدہ کر دو یہ حکم دو طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ پر مرد کو پورا کرنا ہوگا۔ اگر نکاح کے وقت مہر مقرر کیا گیا تھا اور پھر خلوت سے پہلے طلاق دے دی گئی تو اس صورت میں مرد کو نصف مہر دینا واجب ہوگا جیسا کہ سورۂ بقرہ آیت ۲۳۷۔ میں ارشاد ہوا ہے۔ لیکن اگر نکاح کے وقت مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور نہ خلوت کی نوبت آئی تو اس صورت میں عورت کو کچھ دے کر رخصت کرنا واجب ہے اور یہ کچھ دینا آدمی کی حیثیت اور مقدرت کے موافق ہونا چاہئے جیسا کہ سورۂ بقرہ آیت ۲۳۶ میں فرمایا گیا جو کم از کم کپڑوں کا ایک جوڑا ہے۔ اور خوبی سے رخصت کرنے کا مطلب یہ کہ کسی تکا فضیحتی اور لڑائی جھگڑے کے بغیر شریفانہ طریقہ پر علیحدگی اختیار کر لی جائے۔ یہ احکام تو عام مسلمین سے متعلق تھے۔

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف وامتیاز نیز آپ کی ضرورتوں اور مصلحتوں کے پیش نظر آپ کو ازدواجی زندگی سے متعلق بعض مخصوص احکام بیان فرمائے جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر پہلا حکم مخصوص یہ دیا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کے لئے یہ بیبیاں جو کہ اس وقت آپ کی خدمت میں موجود ہیں اور جن کو آپ ان کے مہر دے چکے ہیں باوجود چار سے زیادہ ہونے کے حلال کی ہیں۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چار ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن موجود تھیں۔ یعنی ایک حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، دوسری حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، تیسری حضرت

حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، چوتھی حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ازواج مطہرات میں پانچویں تھیں تو اس مخصوص حکم کا مطلب یہ ہے کہ عام مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بیک وقت چار تک کی قید لگائی ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قید سے مستثنیٰ فرمایا۔

دوسرا مخصوص حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ فرمایا گیا کہ وہ عورتیں بھی آپ کے لئے خاص طور پر حلال کی گئی ہیں جو آپ کی مملوکہ ہوں اور جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو غنیمت میں دلوادیں اس اجازت کے موافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو جنگ میں گرفتار ہوکر آئی تھیں۔ انہوں نے اسلام قبول کیا۔ اور آزاد کردی گئیں۔ اور آزاد ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں شامل ہوئیں۔

تیسرا مخصوص حکم یہ دیا گیا کہ چچا۔ پھوپھی۔ ماموں اور خالہ کی بیٹیاں یعنی قریش میں کی جو باپ یا ماں کی طرف سے قرابت دار ہوں مگر جنہوں نے ہجرت کی ہو ان سے بھی نکاح کی اجازت دی گئی چنانچہ اس آیت کے موافق حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ازواج مطہرات میں داخل ہوئیں۔

چوتھا مخصوص حکم یہ فرمایا کہ وہ مسلمان عورت جو بلاعوض یعنی بغیر کسی مہر کے اپنے آپ کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کردے اور بشرطیکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس کو نکاح میں لانا چاہیں تو وہ بھی حلال ہے۔ اس اجازت کی بنا پر حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ازواج مطہرات میں شامل ہوئیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پسند نہ فرمایا کہ مہر کے بغیر ان کے ہبہ سے فائدہ اٹھائیں۔ اس لئے آپ نے ان کی کسی خواہش اور مطالبہ کے بغیر ان کو مہر عطا فرمایا۔

پانچواں حکم یہ کہ یہ سب احکام آپ کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں دوسرے مومنین کے لئے نہیں ہیں۔ عام مومنین کے لئے ان کی بیبیوں اور لونڈیوں کے بارے میں جو احکام اور حدود مقرر کئے گئے ہیں وہ دوسری آیات وروایات میں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اور جو اوروں کو بھی معلوم کرادیے گئے ہیں۔

آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مخصوص احکام دیئے جانے کی حکمت بیان فرمائی جاتی ہے کہ یہ مخصوص احکام جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دیئے ہیں یہ اس مصلحت کے لئے ہیں تاکہ آپ پر کسی قسم کی تنگی نہ ہو اور کوئی حرج واقع نہ ہو بلکہ سہولت اور وسعت ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے کہ بندوں سے جو احکام کی تعمیل میں کبھی کوئی قصور ہو جاوے تو اس پر بھی معاف کرتے ہیں اور یہ اللہ کی رحمت ومہربانی تھی جو سہل احکام نازل کئے۔

یہاں جو مصلحت بیان فرمائی گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو مخصوص احکام دیئے گئے وہ اس لئے کہ آپ پر کوئی تنگی نہ رہے اور حرج واقع نہ ہو۔ تو اس کی وضاحت میں مفسرین نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد جو دین کا کام کیا گیا تھا۔ اور ہر شعبہ زندگی میں تعلیم وتربیت دے کر ایک اعلیٰ درجہ کی مہذب۔ شائستہ اور پاکیزہ ملت بنانا تھا اس غرض کے لئے مردوں کو تعلیم وتربیت دینا کافی نہ تھا بلکہ عورتوں کی تعلیم وتربیت بھی اتنی ہی ضروری تھی اور جو اسلامی تہذیب آپ نے سکھائی تھی اس کے مطابق عورتوں کو براہ راست خود تربیت وتعلیم دینا ممکن نہ تھا۔ اس بنا پر عورتوں میں کام کرنے اور ان کی تعلیم وتربیت کے لئے یہی ایک صورت آپ کے لئے ممکن تھی کہ مختلف عمروں، اور ذہنی صلاحیتوں کے متعدد خواتین آپ کی ازواج میں شامل ہوں۔ ان کو آپ براہ راست تعلیم وتربیت دے کر اپنی مدد کے لئے تیار کریں اور پھر ان ازواج مطہرات کے ذریعہ سے شہری بدوی۔ جوان وبوڑھی ہر قسم کی عورتوں کو دین سکھانے اور اخلاق وتہذیب

کے اصول سمجھانے کا کام لیں۔ چنانچہ صرف ایک ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کتب احادیث میں ۲۲۱۰ مرویات منقول ہیں علاوہ فتاویٰ شرعیہ اور جوابات علمیہ کے ۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب کوئی نہایت مشکل اور پیچیدہ مسئلہ صحابہ میں آپڑتا تھا تو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جانب رجوع کرتے تھے اور ان کے پاس اس کے متعلق ضرور علم پایا جاتا تھا۔ ۲۰۰ سے زیادہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شاگرد ہیں۔ جنہوں نے حدیث اور فقہ فتاویٰ آپ سے سیکھے ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ۳۷۶ احادیث کی روایت معتبر کتب حدیث میں جمع ہیں تو ان مخصوص احکام کی یہی مصلحت تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے معاملہ میں کوئی تنگی باقی نہ رکھی جائے تاکہ جو کار عظیم دین کی اشاعت کا آپ کے سپرد کیا گیا تھا اس کی ضروریات کے لحاظ سے آپ ان مخصوص احکام کے ماتحت جتنے نکاح کرنے چاہیں کرلیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ نکاح فرمائے جن میں سے دو ازواج مطہرات یعنی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت خزیمہ کی وفات آپ کے سامنے ہوئی اور باقی نو ازواج مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد موجود تھیں۔ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت حفصہ، حضرت سودہ، حضرت ام سلمہ، حضرت زینب بنت جحش، حضرت ام حبیبہ، حضرت جویریہ، حضرت صفیہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

یہاں عام معلومات کے لئے اتنا اور عرض کردیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ شباب کا بڑا حصہ تو محض تجرد اور خلوت گزینی میں گزرا۔ جب عمر شریف ۲۵ سال میں پہنچی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے نکاح کی درخواست ہوئی جو بیوہ اور صاحب اولاد ہونے کے ساتھ اس وقت ۴۰ سال کی عمر میں بڑھاپے کا زمانہ گزار رہی تھیں اور آپ سے پہلے دو شوہروں کے نکاح میں رہ چکی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر عمر اسی ایک نکاح پر گزری اور وہ بھی اس طرح کہ آپ حرا کے لق و دق غار میں ایک ایک مہینہ تک عبادت الٰہی میں مصروف رہتے اور یہ اللہ کی نیک بندی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے لئے توشہ تیار کرتیں اور عبادت الٰہی اور سکون طلبی میں آپ کی اعانت و امداد کیا کرتیں۔ عمر کا بڑا حصہ یعنی ۲۵ سال اسی نکاح پر گزرا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ۵۰ سال سے تجاوز کر جاتی ہے تو یہ سارے نکاح ظہور میں آتے ہیں اور خاص خاص شرعی ضرورتوں کے ماتحت دس خواتین تک آپ کے نکاح میں داخل ہوتی ہیں جو سب کی سب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا بیوہ ہیں اور بعض صاحب اولاد بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کی پاک زندگی کے ہر ایک دور میں پاکباز متقیوں کے لئے کچھ نمونہ رکھ دیئے ہیں جو انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں ان کی عملی رہبری کرسکیں اللھم صل وسلم وبارک علیہ.

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ نے جو احکام ازدواجی زندگی کے ہم کو عطا فرمائے ہیں ہم کو ان کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہر کام ہمارا قانون الٰہیہ کے ماتحت ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ظاہراً و باطناً زندگی کے ہر شعبہ میں شریعت اسلامیہ کی پابندی نصیب فرماویں۔ اور تعمیل احکام میں ہم سے جو کوتاہیاں سرزد ہوچکی ہیں ان کو اپنی رحمت اور شان غفور الرحیمی سے معاف فرماویں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُــْٔوِیْٓ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ

ان میں سے آپ جس کو چاہیں (اور جبتک چاہیں) اپنے سے دور رکھیں اور جس کو چاہیں (اور جب تک چاہیں) اپنے نزدیک رکھیں، اور جن کو دور کر رکھا تھا ان میں سے پھر کسی کو طلب کریں

فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤی اَنْ تَقَرَّ اَعْیُنُهُنَّ وَلَا یَحْزَنَّ وَیَرْضَیْنَ بِمَاۤ اٰتَیْتَهُنَّ

تب بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں، اس میں زیادہ توقع ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور آزردہ خاطر نہ ہوں گی اور جو کچھ بھی آپ ان کو دے دیں گے اس پر سب کی سب راضی رہیں گی

كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَلِیْمًا ۝۵۱ لَا یَحِلُّ لَكَ

اور خدا تعالیٰ کو تم لوگوں کے دلوں کی سب باتیں معلوم ہیں، اور اللہ تعالیٰ (یہی کیا) سب کچھ جاننے والا بُردبار ہے۔ ان کے علاوہ اور عورتیں آپ کیلئے

النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَاۤ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا

حلال نہیں ہیں اور نہ یہ درست ہے کہ آپ ان (موجودہ) بیبیوں کی جگہ دوسری بیبیاں کرلیں اگرچہ آپ کو ان (دوسریوں) کا حُسن اچھا معلوم ہو مگر

مَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ رَّقِیْبًا ۝۵۲ؒ

جو آپ کی مملوکہ ہو، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز (کی حقیقت اور آثار و مصالح) کا پورا نگران ہے۔

تُرْجِیْ دور رکھیں	مَنْ تَشَآءُ جس کو آپ چاہیں	مِنْهُنَّ ان میں سے	وَتُـْٔوِیْ اور پاس رکھیں	اِلَیْكَ اپنے پاس	مَنْ تَشَآءُ جسے آپ چاہیں		
وَمَنِ اور جس کو	ابْتَغَیْتَ آپ طلب کریں	مِمَّنْ ان میں سے جو	عَزَلْتَ دور کر دیا تھا آپ نے	فَلَا جُنَاحَ تو کوئی تنگی نہیں	عَلَیْكَ آپ پر		
ذٰلِكَ اَدْنٰی یہ زیادہ قریب ہے	اَنْ تَقَرَّ کہ ٹھنڈی رہیں	اَعْیُنُهُنَّ ان کی آنکھیں	وَلَا یَحْزَنَّ اور وہ آزردہ نہ ہوں	وَیَرْضَیْنَ اور وہ راضی رہیں			
بِمَاۤ اٰتَیْتَهُنَّ اس پر جو آپ نے انہیں دیں	كُلُّهُنَّ وہ سب کی سب	وَاللّٰهُ اور اللہ	یَعْلَمُ جانتا ہے	مَا جو	فِیْ قُلُوْبِكُمْ تمہارے دلوں میں		
وَكَانَ اور ہے	اللّٰهُ اللہ	عَلِیْمًا جاننے والا	حَلِیْمًا بردبار	لَا یَحِلُّ حلال نہیں	لَكَ آپ کیلئے	النِّسَآءُ عورتیں	مِنْ بَعْدُ اس کے بعد
وَلَاۤ اور نہ	اَنْ تَبَدَّلَ یہ کہ بدل لیں	بِهِنَّ ان سے	مِنْ سے اور	اَزْوَاجٍ عورتیں	وَّلَوْ اگرچہ	اَعْجَبَكَ آپ کو اچھا لگے	حُسْنُهُنَّ ان کا حسن
اِلَّا سوائے	مَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ جس کا مالک ہو تمہارا ہاتھ (کنیزیں)	وَكَانَ اور ہے	اللّٰهُ اللہ	عَلٰی پر	كُلِّ شَیْءٍ ہر شے	رَّقِیْبًا نگہبان	

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے متعلق چند مخصوص احکام بیان فرمائے گئے تھے اور ان مخصوص احکام عطا کرنے کی حکمت و مصلحت کو بھی ظاہر فرمایا گیا تھا کہ یہ خاص رعایتیں اور خصوصی احکام آپ کو اس لئے دیئے گئے کہ آپ کے اصل فرائض اور ذمہ داریوں میں کوئی حرج واقع نہ ہو۔ اسی لئے بحکم خداوندی چار سے زائد ازواج مطہرات کا رکھنا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ٹھہری تاکہ آپ کی خانگی زندگی کے حالات جو امت کے لئے تمام دین و دنیا کے معاملات میں دستور العمل ہیں صرف ازواج مطہرات ہی کے ذریعہ سے امتیوں کو مرجع کر سکتے تھے چنانچہ جیسا کہ پہلے درس میں بیان ہوا۔ صرف ایک حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ۲۲۱۰ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم منقول ہیں علاوہ فتاوی شرعیہ اور جوابات علمیہ کے جو تبلیغ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے امت کو فرمائی۔ اور علم نبوت کی اشاعت میں حصہ لیا اور علمی فوائد آپ نے فرزندان توحید کو پہنچائے وہ اظہر من الشمس ہیں۔ ایسے ہی دوسری ازواج مطہرات سے بھی روایات احادیث پائی جاتی ہیں۔

پھر بعض ازواج مطہرات کو حرم نبوی میں داخل کرنے میں ان کے خاندان کو اسلام کی طرف لانے کی حکمت بھی تھی۔ الغرض یہ متعدد نکاح نہ معلوم کتنے اسلامی اور شرعی ضرورتوں پر مبنی تھے۔ جن عظیم مصالح کی خاطر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ازواج کی تعداد کے معاملہ میں عام قاعدہ سے مستثنیٰ کیا گیا تھا انہی مصالح کا تقاضا یہ بھی تھا کہ آپ کو خانگی زندگی کا سکون بہم پہنچایا جائے اور ایسے اسباب کا سدباب کیا جائے جو آپ کے لئے پریشان خاطری کا موجب ہو سکتے ہوں اس لئے چھٹا مخصوص حکم ان آیات میں یہ دیا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اختیار دیا جاتا ہے کہ آپ اپنی ازواج میں سے جس کو چاہیں اور جب تک چاہیں اپنے ساتھ رکھیں اور جسے جب تک چاہیں الگ رکھیں اور پھر الگ رکھنے کے بعد جب چاہیں ساتھ رکھ لیں۔ غرض ازواج کے بارے میں آپ پر کوئی پابندی نہیں کہ ہر ایک کے پاس باری باری سے برابر مدت تک رہیں جیسا کہ عام مومنین کے لئے کئی بیویوں والے کے لئے لازم ہے۔ آپ کو اپنی ازواج کے بارے میں پورا اختیار تھا کہ جس طرح چاہیں رکھیں۔ لیکن اس معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اگرچہ حق تعالیٰ کی طرف سے پوری رخصت تھی پھر بھی آپ ہر ایک کے ساتھ برابر عدل و انصاف فرماتے اور سب کے حقوق برابر پورے فرماتے۔ آگے اس مخصوص حکم کی علت اور حکمت بیان فرمائی جاتی ہے کہ یہ حکم اس لئے دیا گیا تا کہ آپ کی ازواج کو کوئی شکایت پیدا نہ ہو اور سب ہنسی خوشی رہیں۔ رنج و غم نہ کریں۔ جو آپ کی طرف سے انہیں ملے اس پر راضی رہیں۔ کیونکہ کسی کو علیحدہ کرنے کسی کو پاس رکھنے کسی کی باری میں دوسرے گھر چلے جانے میں رات دن رنجش اور جھگڑے رہتے لیکن جب سب کو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اختیار کلی دے دیا کہ جس طرح چاہیں ازواج کے ساتھ سلوک کریں تو اب شکایت کا کوئی موقع نہ رہا۔ اس صورت میں انہیں شکایت پیدا ہی نہیں ہو سکتی جو کچھ آپ کریں گے وہ اللہ کی مرضی کے مطابق ہو گا اس لئے یہ ان کو خوش رکھنے ان کے غمگین نہ ہونے اور جو ملے اور جس طرح رہیں اس پر راضی رہنے کا کارگر ذریعہ ہو گا۔ کیونکہ بناء رنج کی عادۃً دعوۓ استحقاق ہوتا ہے اور جب معلوم ہو گیا کہ جو کچھ مال یا توجہ مبذول ہو گی وہ محض احسان ہی ہے تو کسی کو شکایت نہ ہو گی۔ ازواج مطہرات کے لئے یہ ایک بہت بڑا شرف تھا کہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ہستی کی زوجیت حاصل ہوئی اور اس کی بدولت ان کو یہ موقع نصیب ہوا کہ دعوت و اصلاح اور تعلیم و تربیت کے اس عظیم الشان کام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیق کار بنیں۔ جو رہتی دنیا تک انسانیت کی فلاح کا ذریعہ بننے والا تھا اور اس مقصد کے لئے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غیر معمولی ایثار و قربانی سے کام لے رہے تھے اور تمام صحابہ کرام اپنی حد استطاعت تک قربانیاں کر رہے تھے اسی طرح ازواج مطہرات کا بھی فرض تھا کہ ایثار سے کام لیں اس لئے اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے کو تمام ازواج مطہرات نے بخوشی قبول کیا۔ اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مل جاتا اس پر صبر و شکر سے قناعت فرماتیں۔ مہینوں ازواج مطہرات کے گھروں میں دھواں نہیں نکلتا تھا اور کھجور اور پانی پر گزارا ہوتا تھا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کی دولت حاصل ہونے کی وجہ سے کبھی تنگی ترشی پر آزردہ خاطر نہیں ہوئیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

آگے عام اہل اسلام کو تنبیہ ہے کہ یہ احکام مخصوصہ سن کر دل میں یہ خیال مت پکا لینا کہ یہ احکام عام کیوں نہ ہوئے۔ اگر ایسا کرو گے تو خدا تعالیٰ کو تمہارے دلوں کی سب باتیں معلوم ہیں۔ ایسا خیال کرنے پر تمہاری گرفت ہو گی کیونکہ یہ در پردہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حسد ہے جو موجب تعذیب ہے اس کے بعد ایک اور مخصوص حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا جاتا ہے اور وہ یہ کہ جب آپ کی ازواج مطہرات اس بات کے لئے راضی ہو گئیں کہ وہ تنگی ترشی ہر حال میں آپ کا ساتھ دیں اور آخرت کے لئے انہوں نے دنیا کو قربان کر دیا اور وہ اس پر بھی خوش ہیں کہ آپ جو برتاؤ بھی چاہیں ان کے ساتھ کریں تو اب آپ کے لئے بھی یہ حلال نہیں ہے کہ ان میں سے کسی کو طلاق دے کر اس کی جگہ کوئی اور بیوی نکاح میں لائیں۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ممانعت فرما دی گئی کہ موجودہ بیویوں میں سے کسی کو اس لئے نہ چھوڑا جائے کہ اس کے بدلے کسی اور سے نکاح کیا جائے خواہ صورت شکل کے لحاظ سے وہ کتنی ہی اچھی ہو۔ ہاں شرعی کنیز اور باندیوں میں تبدل آپ کے لئے جائز ہے اور اس کی اجازت ہے۔ اخیر میں فرمایا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کی حقیقت و مصالح کا پورا نگران ہے اس لئے ان سب احکام میں مصلحتیں اور حکمتیں ہیں۔ اس واسطے کسی کو ان پر سوال یا اعتراض کا منصب و استحقاق نہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ 12

اے ایمان والو نبیؐ کے گھروں میں (بے بلائے) مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کیلئے اجازت دی جاوے ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو،

نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ

لیکن جب تم کو بلایا جاوے (کہ کھانا تیار ہے) تب جایا کرو، پھر جب کھانا کھا چکو تو اُٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو،

لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۫ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ

اس بات سے نبیؐ کو ناگواری ہوتی ہے سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ صاف صاف بات کہنے سے (کسی کا) لحاظ نہیں کرتا،

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ

اور جب تم اُن سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو، یہ بات (ہمیشہ کیلئے) تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے

وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ

پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے، اور تم کو جائز نہیں کہ رسول اللہ کو کلفت پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپؐ کے بعد آپ کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو،

اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾ اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ

یہ خدا کے نزدیک بڑی بھاری (معصیت کی) بات ہے۔ اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو گے یا اُس کو پوشیدہ رکھو گے تو اللہ تعالیٰ

كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۵۴﴾

ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ایمان والو	لَا تَدْخُلُوْا تم نہ داخل ہو	بُيُوْتَ گھر	النَّبِيِّ نبی	اِلَّآ سوائے	اَنْ یہ کہ	يُّؤْذَنَ اجازت دی جائے
لَكُمْ تمہارے لئے	اِلٰى طرف (لئے)	طَعَامٍ کھانا	غَيْرَ نٰظِرِيْنَ نہ راہ تکو	اِنٰىهُ اس کا پکنا	وَلٰكِنْ اور لیکن	اِذَا جب	دُعِيْتُمْ تمہیں بلایا جائے
فَادْخُلُوْا تو تم داخل ہو	فَاِذَا پھر جب	طَعِمْتُمْ تم کھالو	فَانْتَشِرُوْا تو تم منتشر ہو جایا کرو	وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ اور نہ جی لگا کر بیٹھے رہو	لِحَدِيْثٍ باتوں کیلئے		
اِنَّ بیشک	ذٰلِكُمْ یہ تمہاری بات	كَانَ يُؤْذِي ایذا دیتی ہے	النَّبِيَّ نبی	فَيَسْتَحْيٖ پس وہ شرماتے ہیں	مِنْكُمْ تم سے	وَاللّٰهُ اور اللہ	لَا يَسْتَحْيٖ نہیں شرماتا
مِنَ الْحَقِّ حق (بات) سے	وَاِذَا اور جب	سَاَلْتُمُوْهُنَّ تم ان سے مانگو	مَتَاعًا کوئی شے	فَسْـَٔلُوْهُنَّ تو ان سے مانگو	مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ پردہ کے پیچھے سے		
ذٰلِكُمْ تمہاری یہ بات	اَطْهَرُ زیادہ پاکیزگی	لِقُلُوْبِكُمْ تمہارے دلوں کیلئے	وَقُلُوْبِهِنَّ اور ان کے دل	وَمَا كَانَ اور (جائز) نہیں	لَكُمْ تمہارے لئے		
اَنْ تُؤْذُوْا کہ تم ایذا دو	رَسُوْلَ اللّٰهِ اللہ کا رسول	وَلَآ اور نہ	اَنْ تَنْكِحُوْٓا یہ کہ تم نکاح کرو	اَزْوَاجَهٗ اس کی بیبیاں	مِنْۢ بَعْدِهٖٓ ان کے بعد		
اَبَدًا کبھی	اِنَّ بیشک	ذٰلِكُمْ تمہاری یہ بات	كَانَ ہے	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے نزدیک	عَظِيْمًا بڑا	اِنْ تُبْدُوْا اگر تم ظاہر کرو	شَيْـًٔا کوئی بات
اَوْ تُخْفُوْهُ یا اسے چھپاؤ	فَاِنَّ اللّٰهَ تو بیشک اللہ	كَانَ ہے	بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے	عَلِيْمًا جاننے والا			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں احکام متعلقہ نکاح وغیرہ کا بیان ہوا تھا۔ بعض احکام اہل اسلام کے لئے عموماً اور بعض احکام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خصوصاً بیان فرمائے گئے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض حقوق جو ازواج مطہرات پر تھے اور ازواج مطہرات کے بعض حقوق جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تھے بیان فرمائے گئے۔ اب آگے بعض دیگر احکام وحقوق حسن معاشرت کے متعلق بیان ہے۔ یہ آیت آیت حجاب کے نام سے مشہور ہے اور یہ اس حکم عام کی تمہید ہے جو تقریباً ایک سال کے بعد سورۂ نور میں نازل ہوا جس میں اہل اسلام کو اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں بلا اجازت داخل ہونے کی صریح ممانعت فرمائی گئی۔ تمام جاہلیت کے ناجائز رسوم اور غلط باتیں جن کے عادی اہل عرب عرصہ سے تھے ان کو مٹانے اور ان کی اصلاح کا قرآن کریم نے یہی طریقہ رکھا کہ پہلے شروع میں ان کی برائی بتلا کر آسان حکم دیئے جاتے پھر آخر میں ان کی قطعی ممانعت وغیرہ کے احکام آتے۔ قدیم زمانے میں اہل عرب بے تکلف ایک دوسرے کے گھروں میں چلے جاتے تھے کسی شخص کو دوسرے شخص سے ملنا ہوتا تو وہ دروازہ پر کھڑے ہو کر پکارنے اور اجازت لے کر اندر جانے کا پابند نہ تھا بلکہ اندر جا کر عورتوں بچوں سے پوچھ لیتا کہ صاحب خانہ گھر میں ہے یا نہیں۔ یہ جاہلانہ طریقہ بہت سی خرابیوں کا موجب تھا اور بسا اوقات اس سے بہت سے اخلاقی مفاسد کا بھی آغاز ہو جاتا تھا اس لئے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں یہ قاعدہ مقرر کیا گیا کہ کوئی شخص خواہ وہ قریبی دوست یا دور کا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو آپ کے گھروں میں اجازت کے بغیر داخل نہ ہو۔ پھر سورۂ نور میں جس کا نزول اس سورۂ احزاب کے کچھ عرصہ بعد ہوا اس قاعدے کو تمام مسلمانوں کے گھروں میں رائج کرنے کا حکم عام دے دیا گیا۔ تو یہاں اس آیت حجاب میں پہلا حکم اہل ایمان کو مخاطب کر کے یہ دیا جاتا ہے کہ اے لوگو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں بے بلائے مت جاؤ۔ یعنی بلا اجازت نہ چلے آیا کرو۔ اسی سلسلہ میں دوسرا حکم یہ دیا جاتا ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تم کو کھانے کے لئے آنے کی اجازت دی جائے تو پھر جانے میں مضائقہ نہیں مگر تب بھی ایسے طور سے جانا چاہئے کہ اس کھانے کی تیاری کے انتظار میں نہ رہو یعنی بے دعوت تو جاؤ مت اور دعوت ہو تب بھی بہت پہلے سے مت جا بیٹھو لیکن جب تم کو بلایا جاوے کہ اب کھانا تیار ہے تب جایا کرو۔ جاہلیت کے زمانہ کی جو غیر مہذب عادات اہل عرب میں پھیلی ہوئی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ کسی دوست یا ملاقاتی کے گھر کھانے کے وقت تاک کر پہنچ جاتے۔ یا اس کے گھر آ کر بیٹھے رہتے یہاں تک کہ کھانے کا وقت ہو جائے۔ اس حرکت کی وجہ سے صاحب خانہ اکثر عجیب مشکل میں پڑ جاتا تھا منہ پھٹ ہو کر کہے کہ میرے کھانے کا وقت ہے آپ تشریف لے جایئے تو سخت بے مروتی ہے کھلائے تو اچانک آئے ہوئے کتنے آدمیوں کو کھلائے۔ ہر وقت ہر آدمی کے بس میں نہیں ہوتا کہ جب جتنے بھی آدمی اس کے پاس آجائیں فوراً کھانے کا انتظام کر لے۔ اللہ تعالیٰ نے اس رسم سے منع فرمایا اور یہاں حکم اگرچہ خاص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے لئے دیا کہ جب کھانے کے لئے بلایا جائے تو جاؤ اور وہ بھی اس وقت پر جبکہ کھانے کے لئے بلایا گیا ہو۔ بہت پہلے سے جا کر مت بیٹھ جاؤ لیکن جب اس نمونہ کے گھر میں یہ قواعد جاری ہو جائیں گے تو مسلمانوں کے ہاں بھی عام تہذیب کا یہی ضابطہ بن جائے گا۔ تیسرا حکم یہ دیا کہ جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور وہیں بیٹھ کر باتیں کرنے میں نہ لگے رہو۔ اس میں بھی ایک غلط عادت کی اصلاح تھی۔ بعض لوگ کھانے کی دعوت میں بلائے جاتے تو کھانے سے فارغ ہو جانے کے بعد بیٹھک لگا دیتے اور باتوں کا ایسا سلسلہ چھیڑ دیتے کہ جو ختم ہی ہونے میں نہ آتا۔ انہیں اس بات کی پروا نہ ہوتی کہ صاحب خانہ کو اس سے اذیت ہوگی۔

چنانچہ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پر بھی یہی صورت پیدا ہوئی اور اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگواری ہوئی تو یہ آیات نازل ہوگئیں اور صاف صاف حکم دیا گیا کہ اہل ایمان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کھانے کا اتفاق ہو تو کھانا کھا چکنے کے بعد اٹھ کر چلے جایا کرو یہ نہیں کہ وہیں بیٹھ کر آپس میں باتیں کرنے لگو۔ آگے فرمایا کہ اس بات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگواری ہوتی ہے گو آپ لحاظ فرماتے ہیں اور زبان سے یہ نہیں فرماتے کہ اٹھ کر چلے جاؤ۔ مگر یہ آپ کے اخلاق اور مروت کی بات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کو تو مسلمانوں کی تادیب و اصلاح منظور ہے اس لئے صاف صاف حکم دے دیا کہ کھانا کھاؤ اس کے بعد اٹھ کر چلے جاؤ۔ اس کے بعد ایک حکم یہ ہوا کہ ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم سے پردہ کیا کریں گی تو اب جب تم کوئی چیز ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگو تو پردہ کے باہر کھڑے ہو کر وہاں سے مانگا کرو یعنی بے ضرورت تو پردہ کے پاس جانا اور بات کرنا بھی نہ چاہئے۔ لیکن ضرورت میں کلام کر سکتے ہو مگر رویت اور ازواج مطہرات کا سامنا نہ ہونا چاہئے۔ اس آیت کو آیت حجاب کہا جاتا ہے بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کے نزول سے پہلے متعدد مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر چکے تھے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ہاں سب ہی قسم کے لوگ آتے ہیں کاش آپ اپنی ازواج کو پردہ کرنے کا حکم دے دیتے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ الٰہی کے منتظر رہے آخر کار یہ حکم آ گیا کہ محرم مردوں کے علاوہ جیسا کہ آگے کی آیت میں آ رہا ہے کوئی مرد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں نہ آئے اور جس کو بھی ازواج مطہرات سے کوئی کام ہو وہ پردے کے پیچھے سے بات کرے۔ اس حکم کے بعد ازواج مطہرات کے گھروں میں دروازوں پر پردہ لٹکا دیئے گئے اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر تمام مسلمانوں کے لئے نمونہ کا گھر تھا اس لئے تمام مسلمانوں کے گھروں پر بھی پردہ لٹک گئے۔ پھر آگے اس حجاب یعنی پردہ کے حکم کی علت بھی بیان فرما دی گئی کہ یہ بات ہمیشہ کے لئے جانبین کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے۔ اب غور کرنے کی بات ہے کہ یہ قانون الٰہی جو غیر مردوں کو عورتوں سے رو در رو بات کرنے سے روکتا ہے اور پردے کے پیچھے سے بات کرنے کا حکم دیتا ہے اور اس کی مصلحت یہ بتائی جاتی ہے کہ جانبین کے لئے اس میں دلوں کی پاکیزگی ہے تو اس قانون الٰہی کے خلاف مغربی تہذیب کے دلدادوں کی یہ مخلوط عورتوں مردوں کی مجالس۔ اور یہ لڑکیوں اور لڑکوں کی مخلوط کالجوں کی تعلیم اور یہ دفاتر میں مردوں عورتوں کا بے تکلف میل جول۔ کیا اس سے دلوں کی پاکیزگی قائم رہ سکتی ہے۔ حاشا وکلا ہرگز نہیں۔ مگر کیا مجال جو قرآن وسنت سے کوئی نکیر کر سکے۔ اور پھر یہ رونا کہ ملک اور قوم میں اغوا کا بازار گرم ہے۔ زنا کی کثرت ہے۔ جرائم بڑھ رہے ہیں فسق و فجور پھیل رہا ہے۔ حماقت نہیں تو اور کیا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وسنت کے احکام کی قدر نصیب فرمائیں اور ان کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اس آیت حجاب کے تحت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ۔

''اس جگہ یہ بات قابل نظر ہے کہ یہ پردے کے احکام جن عورتوں مردوں کو دیئے گئے ہیں ان میں عورتیں تو ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن ہیں جن کے دلوں کو پاک صاف رکھنے کا حق تعالیٰ نے خود ذمہ لیا جس کا ذکر اس سے پہلے اسی سورۃ میں آیت إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والو تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو پاک صاف رکھے) میں تفصیلاً آ چکا ہے۔ دوسری طرف جو مرد مخاطب ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام ہیں جن میں بہت سے حضرات کا مقام فرشتوں سے بھی آگے ہے۔ لیکن

ان سب امور کے ہوتے ہوئے ان کی طہارت قلب اور نفسانی وساوس سے بچنے کے لئے یہ ضروری سمجھا گیا کہ مرد وعورت کے درمیان پردہ کرایا جائے۔آج کون ہے جو اپنے نفس کو صحابہ کرام کے نفوس سے زیادہ پاک سمجھے اور اپنی عورتوں کے نفوس کو ازواج مطہرات کے نفوس سے زیادہ پاک ہونے کا دعویٰ کر سکے اور یہ سمجھے کہ ہمارا اختلاط عورتوں کے ساتھ کسی خرابی کا موجب نہیں ہے؟ (معارف القرآن جلد ۷)

اور شیخ التفسیر والحدیث حضرت کاندھلویؒ نے اپنی تفسیر میں اس آیت حجاب کی تشریح کے بعد بطور خلاصہ کلام لکھا ہے کہ یہ آیت صاف بتلا رہی ہے کہ پردہ متعارفہ جو قدیم اہل اسلام میں رائج ہے وہ غایت درجہ ضروری ہے اور نہایت قابل اہتمام ہے۔ نفسانی وسوسوں اور خطروں سے حفاظت کا بہترین ذریعہ ہے اور یہ آیت اگرچہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حق میں ہے لیکن اس حکم کی جو علت بیان کی گئی ہے وہ عام ہے یعنی ذٰلِکُمۡ اَطۡهَرُ لِقُلُوۡبِکُمۡ وَقُلُوۡبِهِنَّ (یعنی یہ بات ہمیشہ کے لئے تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے)۔یعنی یہ حجاب طہارت قلوب کا بہترین ذریعہ ہے اور بلاشبہ حق اور درست ہے اور یہ علت صراحۃً دلالت النص سے ثابت ہے جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ بے حجابی اور بے پردگی قلب کی نجاست اور گندگی کا سبب ہے اور حجاب اور پردہ قلب کی طہارت اور پاکیزگی کا سبب ہے اور ازواج مطہرات تو بوجہ امہات المومنین ہونے کے ان کی عظمت اور حرمت دلوں میں ایسی راسخ تھی کہ جہاں فتنہ کا احتمال نہیں لہٰذا جہاں فتنہ کا احتمال غالب بلکہ فتنہ یقینی ہو وہاں حجاب قطعی طور پر فرض اور لازم ہوگا۔'' (معارف القرآن جلد ۹)

غرض کہ اوپر یہ حکم دیا گیا تھا کہ اہل ایمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں جم کر نہ بیٹھ جایا کریں کہ یہ چیز باعث اذیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اب آگے علی الاطلاق حکم دیا جاتا ہے کہ صرف اسی معاملہ میں نہیں بلکہ کسی امر میں بھی اہل ایمان کے لئے جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلفت پہنچائیں۔ یعنی کفار ومنافقین تو جو چاہیں بکتے پھریں یا کرتے رہیں لیکن مومنین کو یہ ہرگز لائق نہیں کہ حضور کی حیات میں یا وفات کے بعد کوئی بات ایسی کہیں یا کریں جو ضعیف سے ضعیف درجہ میں آپ کی ایذا کا سبب بن جائے۔مومنین پر لازم ہے کہ اپنے محبوب ومقدس پیغمبر کی عظمت شان کو ہمیشہ مرعی رکھیں کہ کہیں غفلت یا تساہل سے کوئی تکلیف دہ حرکت نہ صادر ہو جائے کہ جو دنیا اور آخرت کا خسارہ اٹھانا پڑے۔مفسرین نے لکھا ہے کہ آپ کے احکام کی مخالفت کی جائے یا آپ کی یا آپ کے اہل بیت کی کوئی اہانت یا توہین کی جائے۔یا ازواج مطہرات پر کوئی عیب لگایا جائے یا آپ کے پاک دین میں بد دینی پھیلائی جائے۔یا بدعات کو رواج دیا جائے یہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا اور دکھ دینے کی صورتیں ہیں جس کی سزا بڑی سخت ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح سے اس بات سے محفوظ رکھیں۔حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب تاریخ مدینہ منورہ جس کا نام جذب القلوب الی دیار المحبوب ہے اس میں ایک حدیث حضرت شیخ نے لکھی ہے کہ بسند صحیح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں سیر کرنے والے زمین میں کہ میری امت کے اعمال مجھے پہنچاتے ہیں اور فرمایا کہ میرا وفات کرنا بہتر ہے تمہارے واسطے اس واسطے کہ تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کئے جائیں گے۔اگر بہتر ہوں گے تو میں اس میں خدا تعالیٰ کا شکر کروں گا اگر بد اعمال دیکھوں گا تو تمہارے حق میں طلب مغفرت کروں گا۔آگے لکھتے ہیں کہ محققین ومتکلمین کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں بعد وفات کے اور خوش ہوتے ہیں طاعت امت سے اور انبیاء علیہم السلام کے

بدن شریفہ قبر میں بوسیدہ نہیں ہوتے۔" اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جب آپ امت کی طاعت سے خوش ہوتے تو امت کی بداعمالی سے رنجیدہ بھی ہوتے ہوں گے۔ اسی کے مطابق حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک وعظ آداب التبلیغ میں ایک واقعہ بیان فرمایا ہے جو دلچسپ ہونے کے ساتھ نصیحت اور عبرت آموز بھی ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "کوئی بھی معصیت ایسی نہ ہوگی جس سے کسی نہ کسی کو تکلیف نہ ہو۔ شاید آپ سوچتے ہوں گے کہ ہمارے گناہوں سے کس کو آزار پہنچتا ہے تو آپ ایک حکایت سے اس کا اندازہ کر لیجئے مرزا بیدل دہلوی شاعر کی حکایت ہے کہ ان کے اشعار تصوف کا رنگ لئے ہوئے تھے۔ کسی ایرانی نے ان کے اشعار کو دیکھ کر پسند کیا اور ان کو بزرگ سمجھ کر ان کے پاس آیا جب ان کے پاس پہنچا تو یہ مرزا بیدل شاعر حجام سے داڑھی منڈوا رہے تھے۔ ایرانی کو یہ دیکھ کر غصہ آ گیا اور جھلا کر اس نے پوچھا آغا ریش میتراشی۔ شاعر نے جواب دیا آرے ریش می تراشم دلے دلے کسی نمی خراشم۔ وہ بیچارہ مخلص تھا اس نے آزادانہ جواب دیا آرے دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میتراشی۔ تو شاعر نے جواب دیا تھا کہ دلے کسی نمی خراشم ایرانی نے جواب دیا کہ ظالم تو تو سب سے بڑے دل کو چھیل رہا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ دلے کسی نمی خراشم۔ تم یہ داڑھی پر استرہ نہیں پھرا رہے ہو بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر چھری چلا رہے ہو۔ حضور کی خدمت میں جب اعمال پیش ہوتے ہیں اور آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ میری امت کا ایک شخص یہ حرکت کرتا ہے کیا اس سے آپ کا دل نہیں دکھتا اور کیا آپ کا دل دکھانا چھوٹی بات ہے آپ کا قلب تو سید القلوب ہے جب تم سید القلوب کو تکلیف دیتے ہو پھر یہ دعویٰ کیسے کرتے ہو کہ ہم کسی کا دل نہیں دکھاتے ہیں۔ یہ سن کر مرزا شاعر کی آنکھیں کھلی اور چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا۔ ہوش میں آیا تو توبہ کی اور بزبان حال یا قال یہ کہتا تھا

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی
مرابا جان جان ہمراز کردی

یعنی میں تو اندھا تھا میری کبھی نظر ہی ادھر نہیں گئی کہ مجھ سے اتنے بڑے قلب کو ایذا ہو رہی ہے۔ یہاں تک میرے ذہن کی رسائی نہیں ہوئی۔ تو نے میری آنکھیں کھول دیں خدا تجھ کو اس کی جزا دے۔ آگے حضرتؒ فرماتے ہیں اب اس حکایت سے سمجھ لیجئے کہ جب آپ سے کوئی امر غیر مشروع سرزد ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے آزار ہوگا یا نہیں۔"

یہ واقعہ درمیان میں ضمناً آ گیا مگر اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو خوش کرنے یا آپ کو رنج و ایذا دینے کا عمل اب بھی ہر امتی سے جاری ہے۔ تو یہاں آیت میں صاف حکم دیا گیا کہ تم کو کسی امر میں بالکل جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلفت پہنچاؤ اور ان تکلیف دہ حرکات میں سے ایک بہت سخت اور بڑا بھاری گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص ازواج مطہرات سے آپ کے بعد نکاح کرنا چاہے یا ایسے نالائق ارادہ کو دل میں لائے یا زبان سے ذکر کرے یہ سب گناہ ہے۔ سو اگر اس کے متعلق کسی چیز کو زبان سے ظاہر کرو گے یا اس ارادہ کو دل میں پوشیدہ رکھو گے تو اللہ تعالیٰ کو دونوں کی خبر ہوگی کیونکہ وہ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں پس تم کو اس پر سزا دیں گے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو قرآنی احکام پر دل و جان سے عمل کرنے کا جذبہ عطا فرمائیں اور اب تک ہم سے جو اس معاملہ میں کوتاہیاں سرزد ہو چکی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرمائیں اور آئندہ کے لئے ہم کو عزم و ہمت اطاعت قرآنی کی نصیب فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَاجُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ

پیغمبر کی بیبیوں پر اپنے باپوں کے بارے میں کوئی گناہ نہیں اور نہ اپنے بیٹوں کے اور نہ اپنے بھائیوں کے اور نہ اپنے بھتیجوں کے اور نہ اپنے

اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ

بھانجوں کے اور نہ اپنی عورتوں کے اور نہ اپنی لونڈیوں کے اور خدا سے ڈرتی رہو، بیشک اللہ ہر چیز پر حاضر (ناظر) ہے۔

شَيْءٍ شَهِيْدًا ۝۵۵ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰۗىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَي النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا

بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر پر۔ اے ایمان والو تم بھی آپؐ پر رحمت بھیجا کرو

عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝۵۶ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا

اور خوب سلام بھیجا کرو۔ بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن پر دُنیا

وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝۵۷ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور اُن کیلئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے، اور جو لوگ ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں

بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝۵۸

کو بدوں اس کے کہ انہوں نے کچھ کیا ہو ایذا پہنچاتے ہیں تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار لیتے ہیں۔

لَاجُنَاحَ گناہ نہیں	عَلَيْهِنَّ عورتوں پر	فِيْ میں	اٰبَآئِهِنَّ اپنے باپ	وَلَا اور نہ	اَبْنَآئِهِنَّ اپنے بیٹوں	وَ اور	لَآ اِخْوَانِهِنَّ نہ اپنے بھائی	وَلَا اور نہ
اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ اپنے بھائیوں کے بیٹے	وَلَا اور نہ	اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ اپنی بہنوں کے بیٹے	وَلَا اور نہ	نِسَآئِهِنَّ اپنی عورتیں	وَلَا اور نہ			
مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ جس کے مالک ہوئے ان کے ہاتھ (کنیزیں)	وَاتَّقِيْنَ اور ڈرتی رہو	اللّٰهَ اللہ	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	كَانَ ہے	عَلٰي پر			
كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	شَهِيْدًا گواہ (موجود)	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	وَمَلٰۗىِٕكَتَهٗ اور اسکے فرشتے	يُصَلُّوْنَ درود بھیجتے ہیں	عَلَي النَّبِيِّ نبی پر	يٰٓاَيُّهَا اے		
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ایمان والو	صَلُّوْا درود بھیجو	عَلَيْهِ اس پر	وَسَلِّمُوْا اور سلام بھیجو	تَسْلِيْمًا خوب سلام	اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ جو لوگ		
يُؤْذُوْنَ ایذا دیتے ہیں	اللّٰهَ اللہ	وَرَسُوْلَهٗ اور اس کا رسولؐ	لَعَنَهُمُ ان پر لعنت کی	اللّٰهُ اللہ	فِي الدُّنْيَا دنیا میں	وَالْاٰخِرَةِ اور آخرت		
وَاَعَدَّ اور تیار کیا اس نے	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابًا مُّهِيْنًا رسوا کرنے والا عذاب	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	يُؤْذُوْنَ ایذا دیتے ہیں	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن مرد			
وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتیں	بِغَيْرِ بغیر	مَا اكْتَسَبُوْا کہ انہوں نے کمایا کیا	فَقَدِ احْتَمَلُوْا البتہ انہوں نے اٹھایا	بُهْتَانًا بہتان	وَّاِثْمًا اور گناہ	مُّبِيْنًا صریح		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیت حجاب میں اہل ایمان کو خطاب کر کے حق تعالیٰ نے علاوہ دوسرے احکام کے حجاب یعنی پردہ کا حکم بھی دیا تھا کہ ازواج مطہرات اب تم سے پردہ کیا کریں گی اس لئے کوئی مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں نہ آئے اور جس کو بھی ازواج مطہرات سے کوئی کام ہو وہ پردہ کے پیچھے سے بات کرے۔ اب آگے اس حکم سے جو مستثنیٰ ہیں یعنی قریبی رشتہ دار اور محرم ان کو

ان آیات میں بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے کوئی پردہ نہیں اور ان کے سامنے آسکتی ہیں یعنی باپ۔ بیٹے۔ بھائی۔ بھائی کے بیٹے یعنی بھتیجے۔ بہنوں کے بیٹے یعنی بھانجے۔ ان کے علاوہ مسلمان عورتیں اور اپنی لونڈیاں یا باندیاں بھی اندر آجاسکتی ہیں۔ پردہ کے یہی تفصیلی احکام پھر سورۂ نور میں نازل ہوئے۔ آگے تاکید کے لئے فرمایا جاتا ہے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوان احکام مذکورہ میں خدا سے ڈرتی رہو یعنی کسی حکم کے خلاف نہ ہونے پائے اس لئے کہ اللہ سے کوئی چیز چھپی نہیں وہ ہر چیز پر حاضر ناظر ہے۔ گذشتہ درس میں ایک حکم مسلمانوں کو یہ بھی ہوا تھا کہ کوئی بات اور کوئی کام تم سے ایسا نہ ہونے پائے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلفت یا ایذا پہنچے یعنی ایک طریقہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم کا یہ بتلایا گیا تھا کہ اپنے محبوب اور مقدس پیغمبر کی عظمت شان کو ہمیشہ ملحوظ رکھیں اور ضعیف سے ضعیف کام آپ کی ایذا کا نہ کریں۔ دوسرا طریقہ آپ کی تعظیم وتکریم اور عظمت کا یہاں یہ بیان فرمایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے یعنی رحمت وشفقت کے ساتھ آپ کی ثنا اور اعزاز واکرام کرتا ہے اور اللہ کے فرشتے بھی رحمت بھیجتے ہیں اس لئے اے ایمان والو تم بھی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و رحمت بھیجا کرو تاکہ آپ کا جو حق عظمت تمہارے ذمہ ہے ادا ہوسکے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں بہت سے احکامات ارشاد فرمائے۔ نماز۔ روزہ۔ حج زکوٰۃ وغیرہ وغیرہ اور بہت سے انبیاء کرام کی توصیفیں اور تعریفیں بھی فرمائیں۔ ان کے بہت سے اعزاز واکرام بھی بیان فرمائے۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا تو فرشتوں کو حکم فرمایا کہ ان کو سجدہ تعظیمی کیا جائے لیکن کسی حکم یا کسی اعزاز واکرم میں یہ نہیں فرمایا کہ میں بھی یہ کام کرتا ہوں تم بھی کرو۔ یہ اعزاز صرف سید الکونین فخر دو عالم اشرف الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے صلوٰۃ کی نسبت اولاً اپنی طرف اس کے بعد اپنے پاک فرشتوں کی طرف کرنے کے بعد مسلمانوں کو حکم فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے صلوٰۃ بھیجتے ہیں اے مومنو تم بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجو۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ اس عمل میں اللہ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ مومنین کی شرکت ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ پر بے حد مہربان ہے۔ آپ کی تعریف فرماتا ہے۔ آپ کا نام بلند کرتا ہے۔ آپ پر اپنی رحمتوں کی بارش فرماتا ہے۔ ملائکہ کی طرف سے آپ پر صلوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ سے غایت درجہ کی محبت رکھتے ہیں اور آپ کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ کو زیادہ سے زیادہ بلند مرتبے عطا فرمائے۔ آپ کے دین کو سربلند کرے۔ آپ کی شریعت کو فروغ بخشے اور آپ کو مقام محمود پر پہنچائے تو اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ کیساتھ ایمان والوں کو بھی دو چیزوں کا حکم دیا گیا ایک صَلُّوْا عَلَيْهِ دوسرے سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ صَلُّوْا عَلَيْهِ کے حکم کا مطلب یہ ہے کہ اے ایمان والو تم اپنے نبی کے گرویدہ ہوجاؤ۔ آپ کی مدح وثنا کرو۔ آپ کے لئے خاص رحمتوں اور برکتوں کی دعا کرو اور آپ کے لئے اس طرح دعائیں کرکے اپنی نیازمندی اور شکر گزاری کا ثبوت دو۔ اسی قسم کی دعاء کو "درود" کہتے ہیں۔ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا کا مطلب یہ ہے کہ تم آپ کے حق میں کامل سلامتی کی دعا کرو پوری طرح دل و جان سے آپ کا ساتھ دو۔ آپ کی مخالفت سے پرہیز کرو اور آپ کے سچے فرمانبردار بن کر رہو۔ فقہاء اور علماء نے لکھا ہے کہ اس آیت کے حکم کے مطابق عمر بھر میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا فرض ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب یہ آیت نال ہوئی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہوچکا

یعنی نماز میں تشہد میں السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر آپ پر سلام بھیجا کریں اب آپ ہمیں یہ بھی بتادیجئے کہ ہم آپ پر "صلوٰۃ" یعنی درود کیسے بھیجا کریں۔ آپ نے فرمایا یوں کہا کرو

اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید. اللھم بارک علی محمد وعلی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انک حمید مجیدo

یعنی اے اللہ اپنی خاص رحمت فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر جیسا کہ آپ نے رحمت فرمائی حضرت ابراہیم پر اور ان کی آل پر۔ ساری حمد وستائش کے سزاوار اور بزرگی وعظمت والے آپ ہی ہیں۔ اے اللہ خاص برکتیں نازل فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر جیسا کہ آپ نے خاص برکتیں نازل فرمائیں حضرت ابراہیم پر اور ان کی آل پر ساری حمد وستائش کے سزاوار اور عظمت وبزرگی والے آپ ہی ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی متعدد درود شریف احادیث میں آئے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو تعلیم فرمائے (ایسے ۲۵ صیغۂ صلوٰۃ کے اور ۱۵ صیغۂ سلام کے جو احادیث میں وارد ہوئے ہیں اور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائے ہیں وہ ایک رسالہ زاد السعید میں حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے جمع کر دیئے ہیں جو تاج کمپنی سے مل سکتا ہے۔ یوں تو صدہا صیغے درود شریف کے مشائخ کرام سے منقول ہیں مگر ظاہر ہے کہ جو صیغے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائے ہیں ان کی افضلیت اور بابرکت ہونے میں کیا کلام ہے۔ پھر دین وایمان کی نعمت جو اس دنیا میں سب سے بڑی نعمت ہے یہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اور طفیل میں ملی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہمارے سب سے بڑے مشفق ومحسن ہیں ہم آپ کے احسان کا کوئی بدلہ نہیں دے سکتے۔

بس زیادہ سے زیادہ جو ہم کر سکتے ہیں وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لئے دعائیں کریں۔ یعنی دوسرے الفاظ میں آپ پر زیادہ سے زیادہ درود وسلام بھیجیں۔ پھر جب کہ درود شریف کے فضائل بھی بکثرت احادیث میں آئے ہیں تو اس سعادت سے محروم رہنا کسی امتی کے لئے مناسب نہیں۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے اللہ جل شانہٗ اس پر دس دفعہ صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس کے سامنے میرا تذکرہ آئے اس کو چاہئے کہ مجھ پر درود بھیجے۔ اللہ جل شانہٗ اس پر درود بھیجے گا اور اس کی دس خطائیں معاف کرے گا اور اس کے دس درجات بلند کرے گا۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ کے بہت سے فرشتے ایسے ہیں کہ جن کا خاص کام یہی ہے کہ وہ روئے زمین پر پھرتے رہتے ہیں اور میرا جو امتی مجھ پر صلوٰۃ وسلام بھیجے وہ اس کو مجھ تک پہنچاتے ہیں۔ سبحان اللہ کتنی بڑی دولت ہے کہ ہمارا صلوٰۃ وسلام فرشتوں کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچتا ہے اور اس بہانہ ہمارا ذکر وہاں ہو جاتا ہے۔ سینکڑوں احادیث درود شریف کی فضیلت میں وارد ہیں جو اس مختصر درس میں جمع نہیں کی جاسکتیں ایک حدیث میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص روزانہ مجھ پر ہزار دفعہ درود پڑھے تو اس کو موت نہ آئے گی جب تک کہ وہ اپنی جگہ جنت میں نہ دیکھ لے گا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھنے پر سخت وعید بھی فرمائی گئی ہے۔ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہو جاؤ۔ ہم لوگ حاضر ہو گئے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ جب دوسرے درجہ پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین۔ جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین۔ جب آپ

خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ہم نے آج آپ سے منبر پر چڑھتے ہوئے ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو جائے وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی ۔ میں نے کہا آمین ۔ پھر جب میں دوسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا کہ ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذکر مبارک ہوا اور وہ درود نہ بھیجے ۔ میں نے کہا آمین ۔ جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پاویں اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں ۔ میں نے کہا آمین ۔

اب غور کیجئے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام جیسے مقرب فرشتے کی بد دعا ہی کیا کم تھی اور پھر اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آمین فرمانا ۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم سب کو ان تینوں ہلاکتوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں ۔

الغرض اوپر مسلمانوں کو حکم تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا کا سبب نہ بنیں بلکہ آپ کی انتہائی تعظیم و تکریم کریں جس کی ایک صورت صلوٰۃ و سلام بھیجنا ہے ۔ مگر ایک بات یہاں ذہن میں یہ بھی رکھی جائے کہ جیسے ہر عبادت صرف طریق سنت پر ادا کرنے سے مقبول ہوتی ہے اور خلاف سنت طریقہ پر کرنے سے نہ صرف مردود بلکہ قابل مواخذہ ہو جاتی ہے اسی طرح درود وسلام کا حال ہے ۔ جو طریقہ سنت میں تعلیم فرمایا گیا ۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جس طرح درود بھیجا ۔ اور تابعین ۔ تبع تابعین ۔ ائمہ دین نے جس طریقہ کا اتباع کیا وہی طریقہ مقبول ہے اور باعث اجر و ثواب ۔ باقی من گھڑت طریقہ جو رائج کر لئے جائیں وہ قابل اتباع نہیں ۔ آگے بتلایا کہ اللہ و رسول کو ایذا دینے والے دنیا و آخرت میں ملعون اور سخت رسوا کن عذاب میں مبتلا ہوں گے ۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اذیت دینے سے مراد دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ اس کی نافرمانی کی جائے ۔ اس کے مقابلہ میں کفر و شرک اور دہریت کا رویہ اختیار کیا جائے اور اس کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر لیا جائے دوسرے یہ کہ اس کے رسول کو اذیت دی جائے کیونکہ جس طرح رسول کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے اسی طرح رسول کی مخالفت خدا کی مخالفت ہے اور رسول کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے ۔

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اپنی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی طرح کی ایذا پہنچائے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات یا صفات میں کوئی عیب نکالے خواہ صراحتہً یا کنایۃً وہ کافر ہو گیا اور اس آیت اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا کی رو سے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت دنیا میں بھی ہوگی اور آخرت میں بھی ۔ اللہ اور رسول کی ایذا کے بعد مومنین و مومنات کو بلاوجہ ایذا دینے پر وعید سنائی گئی اور فرمایا وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا اس میں اشارہ ہے منافقین کی طرف کہ پیٹھ پیچھے مسلمانوں کی برائیاں کرتے اور غلط باتیں ان کی طرف منسوب کرتے ۔ ان کو تنبیہ کی گئی کہ وہ ایسا کر کے گناہ عظیم کا بار اپنے سر پر لے رہے ہیں ۔ اس آیت کی رو سے کسی مسلمان کو بغیر وجہ شرعی کے کسی قسم کی ایذاء اور دکھ پہنچانے کی حرمت ثابت ہوئی لہٰذا کسی مسلمان کو بغیر وجہ شرعی دکھ پہنچانا گو وہ کسی نوعیت کا ہو حرام ہے ۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ۔

”مسلمان تو صرف وہ آدمی ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ ہوں (یعنی کسی کو تکلیف نہ پہنچے) اور مومن تو صرف وہی ہے جس سے لوگ اپنے خون اور مال کے مقابلہ میں محفوظ و مامون ہوں ۔“

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ

اے پیغمبر! اپنی بیبیوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ (سرسے) نیچے کرلیا کریں اپنے اوپر تھوڑی سی

جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾ لَئِنْ

اپنی چادریں، اس سے جلدی پہچان ہوجایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کریں گی، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ یہ منافقین

لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ

اور وہ لوگ جن کے دلوں میں خرابی ہے اور وہ لوگ جو مدینہ میں (جھوٹی جھوٹی) افواہیں اڑایا کرتے ہیں اگر باز نہ آئے تو ضرور ہم آپ کو ان پر مسلط کریں گے

ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۰﴾ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا

پھر یہ لوگ آپ کے پاس مدینہ میں بہت ہی کم رہنے پاویں گے۔ وہ بھی (ہر طرف سے) پھٹکارے ہوئے جہاں ملیں گے پکڑ دھکڑ اور مار دھاڑ کی جاوے گی۔

تَقْتِيْلًا ﴿۶۱﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۶۲﴾

اللہ تعالیٰ نے اُن (مفسد) لوگوں میں بھی اپنا یہی دستور رکھا ہے جو پہلے ہو گذرے ہیں، اور آپ خدا کے دستور میں کسی شخص کی طرف سے ردّ و بدل نہ پاویں گے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی	قُلْ فرمادیں	لِّاَزْوَاجِكَ اپنی بیبیوں کو	وَبَنٰتِكَ اور بیٹیوں کو	وَنِسَآءِ اور عورتوں کو	الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں		
يُدْنِيْنَ ڈال لیا کریں	عَلَيْهِنَّ اپنے اوپر	مِنْ سے	جَلَابِيْبِهِنَّ اپنی چادریں	ذٰلِكَ یہ	اَدْنٰٓى قریب تر	اَنْ کہ	يُّعْرَفْنَ اُن کی پہچان ہوجائے
فَلَا يُؤْذَيْنَ تو انہیں نہ ستایا جائے	وَكَانَ اللّٰهُ اور اللہ ہے	غَفُوْرًا بخشنے والا	رَّحِيْمًا مہربان	لَئِنْ اگر	لَّمْ يَنْتَهِ باز نہ آئے	الْمُنٰفِقُوْنَ منافق	
وَالَّذِيْنَ اور وہ جو	فِيْ قُلُوْبِهِمْ ان کے دلوں میں	مَّرَضٌ روگ	وَّالْمُرْجِفُوْنَ اور جھوٹی افواہیں اُڑانے والے	فِي میں	الْمَدِيْنَةِ مدینہ		
لَنُغْرِيَنَّكَ ہم ضرور تمہیں پیچھے لگادیں گے	بِهِمْ ان کے	ثُمَّ پھر	لَا يُجَاوِرُوْنَكَ تمہارے ہمسایہ نہ رہیں گے وہ	فِيْهَآ اس (شہر) میں			
اِلَّا سوائے	قَلِيْلًا چند دن	مَّلْعُوْنِيْنَ پھٹکارے ہوئے	اَيْنَمَا جہاں کہیں	ثُقِفُوْٓا وہ پائے جائیں گے	اُخِذُوْا پکڑے جائیں گے		
وَقُتِّلُوْا اور مارے جائیں گے	تَقْتِيْلًا بُری طرح مارا جانا	سُنَّةَ اللّٰهِ اللہ کا دستور	فِي الَّذِيْنَ ان لوگوں میں جو	خَلَوْا گذرے	مِنْ قَبْلُ فرمادیں		
	وَلَنْ تَجِدَ اور تم ہرگز نہ پاؤ گے	لِسُنَّةِ اللّٰهِ اللہ کے دستور میں	تَبْدِيْلًا کوئی تبدیلی				

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے اور اذیت پہنچانے پر وعید سنائی گئی تھی اس کے بعد عام مومنین و مومنات کو بلاوجہ ستانا اور ایذا دینے پر وعید بیان کی گئی تھی۔ آگے ان آیات میں بعض ایذاؤں کے انسداد کا بندوبست کیا گیا جو مسلمان عورتوں کو منافقین کی طرف سے پہنچتی تھی۔ روایت میں ہے کہ مسلمان عورتیں جب ضروریات کے لئے باہر نکلتیں تو بدطینت منافقین تاک میں رہتے اور چھیڑ چھاڑ کرتے۔ پھر پکڑے جاتے تو کہتے کہ ہم نے سمجھا نہیں تھا کہ کوئی شریف عورت ہے۔ لونڈی باندی سمجھ کر چھیڑ دیا تھا۔ دوسرے یہ کہ ہمیشہ ایسی جھوٹی خبریں اڑاتے کہ فلاں غنیم چڑھ کر آنا چاہتا ہے۔ مخالفوں کی قوت اور مسلمانوں کے ضعف و شکست کے چرچے کرتے اور ان دونوں امور سے عام مومنین و مومنات کو کلفت ہوتی۔ اس امر کے انتظام کے لئے حق

تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں جن میں حکم دیا گیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی ازواج اور صاحبزادیوں اور دوسرے مسلمان عورتوں کو فرما دیجئے کہ جب بضرورت گھر سے باہر نکلیں تو ایک چادر سے بدن ڈھانپ لیں اور چادر کا کچھ حصہ سر سے نیچے چہرہ پر بھی لٹکا لیویں۔ روایات میں ہے کہ اس حکم کے نازل ہونے پر مسلمان عورتیں بدن اور چہرہ چھپا کر اس طرح نکلتی تھیں کہ صرف ایک آنکھ دیکھنے کے لئے کھلی رہتی تھی۔ لونڈیوں اور باندیوں کو اس حکم کا مکلف نہیں کیا گیا تاکہ کام کاج میں حرج واقع نہ ہو۔ اسی لئے ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی لونڈی کو چادر میں لپٹے ہوئے جاتے دیکھ کر فرمایا کہ کم بخت بیبیوں کے مشابہ ہونا چاہتی ہے۔ اس کپڑے کو اتار تو گویا آزاد عورتوں اور شریف حیادار مومنات کی یہ پہچان ہوگئی کہ وہ بدن اور چہرہ ایک حیادار لباس سے چھپا کر باہر نکلتیں اور اس طرح وہ پہچانی جاتیں کہ لونڈی یا باندی نہیں ہیں تاکہ کوئی ان سے تعرض یا چھیڑ چھاڑ نہ کرے۔ تو آزاد مسلمان عورتوں کے متعلق یہ انتظام فرمایا گیا تاکہ انہیں پہچان کر کسی منافق وغیرہ کا حوصلہ چھیڑنے کا نہ ہو اور جھوٹے عذر کرنے کا موقع نہ رہے۔ اس حکم کے بعد فرمایا وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا یعنی باوجود اہتمام پردہ کے اگر کچھ تقصیر رہ جائے تو اللہ کی مہربانی سے بخشش کی توقع ہے۔ آگے عام چھیڑ چھاڑ خواہ آزاد عورتوں سے ہو یا لونڈیوں سے اس کے متعلق بدطینت منافقین یا یہود کو تنبیہ فرمائی جاتی ہے جن کا ایک کام ایذا رسانی کا یہ بھی تھا کہ مدینہ میں طرح طرح کی جھوٹی خوفناک خبریں اڑا کر لوگوں کو پریشان کیا کرتے کہ فلاں غنیم چڑھ کر آنا چاہتا ہے۔ فلاں قوم آتی ہے وہ یوں حملہ آور ہوں گے اور یوں قتل عام کریں گے۔ تو ایسے لوگوں کے متعلق ارشاد ہوا کہ اگر یہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے تاکہ یہ مدینہ سے نکال باہر کئے جاویں اور چند دن جو یہاں رہیں تو ذلیل وخوار ہو کر رہیں جہاں کہیں پکڑے جاویں قتل کئے جاویں چنانچہ یہود تو نکالے گئے اور منافقین نے یہ دھمکی سن کر شاید اپنا رویہ بدل دیا ہوگا اس لئے سزا سے بچے رہے۔ آگے فرمایا جاتا ہے کہ فساد اور شورش پر سزا کا مشروع کرنا کچھ ان ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان مفسد لوگوں میں اپنا یہی دستور جاری رکھا ہے جو ان سے پہلے بھی ہو گزرے ہیں کہ ان کو آسمانی سزائیں دی ہیں یا انبیاء کے ہاتھوں سزائیں دلوائی ہیں۔ پس اگر پہلے ایسا نہ ہو چکتا تو ان کو اس وعید میں شک وشبہ بھی ہوتا مگر اب تو گنجائش ہی نہیں اور آپ خدا کے دستور میں ردوبدل نہ پائیں گے کہ خدا کوئی بات جاری کرنا چاہے اور کوئی اس کو روک سکے۔ بعض مفسرین نے یہ مطلب بھی لیا ہے کہ عادت اللہ یہ ہی رہی ہے کہ پیغمبروں کے مقابلہ میں جنہوں نے شرارتیں کی اور فتنے فساد پھیلائے اسی طرح ذلیل وخوار یا ہلاک کئے گئے۔

تو یہاں اس ارشاد باری تعالیٰ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ سے یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی ازواج سے اور اپنی بیٹیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ جب ضرورت کے لئے اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو نیچی کر لیا کریں سر سے اپنے چہرہ کے اوپر اپنی چادریں۔ تو اس حکم سے صاف ظاہر ہے کہ مسلمان عورت کو جب کسی ضرورت کی بنا پر گھر سے باہر نکلنا پڑے تو لمبی چادر سے تمام بدن چھپا کر نکلیں اور اس چادر کو سر کے اوپر سے لٹکا کر چہرہ بھی چھپا کر چلیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ مروجہ برقع بھی جلباب کے قائم مقام ہے اور یہی پردہ مروجہ ہے جو شروع اسلام سے اب تک مسلمانوں میں رائج ہے۔ جس کو اس زمانہ کے یورپ پرست دین سے آزاد ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے اور ان کے فتنہ سے مسلمانوں کو بچائے۔

آیت میں لفظ جلابیب کا استعمال ہوا ہے جو جمع ہے جلباب کی جو ایک خاص لمبی چادر کو کہا جاتا ہے۔ جس میں عورت سر سے پیر تک مستور ہو جائے۔ اس چادر کی ہیئت کے متعلق حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ چادر ہے جو دوپٹہ کے اوپر اوڑھی جاتی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی ہیئت یہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیا کہ جب وہ کسی ضرورت سے اپنے گھروں سے

نکلیں تو اپنے سروں کے اوپر سے یہ چادر لٹکا کر چہروں کو چھپالیں اور صرف ایک آنکھ راستہ دیکھنے کیلئے کھلی رکھیں۔ (ابن کثیر)

قرآن کریم میں پردہ نسواں اور اس کی تفصیلات کے متعلق ۷ آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ چار اسی سورۂ احزاب میں اور تین اٹھارویں پارہ کی سورۂ نور میں اور قریب ۷۰ روایات حدیث ہیں جن کا حاصل اور اصل مطلوب یہی ہے کہ عورتوں کا وجود اور ان کی نقل وحرکت غیر مردوں کی نظروں سے مستور ہو۔ باقی شریعت اسلامیہ ایک جامع اور مکمل نظام زندگی ہے جس میں انسان کی تمام ضروریات کی رعایت پوری کی گئی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ عورتوں کو ایسی ضرورتیں پیش آنا ناگزیر ہے کہ وہ کسی وقت گھروں سے نکلیں تو اس کے لئے قرآن اور سنت کی رو سے پردہ کے اہتمام کا حکم دیا گیا ہے۔

قرآن اور سنت نے جس نظام معاشرت کی دنیا کو تعلیم دی ہے وہ طہارت وتقویٰ اور عفت وعصمت و پاک دامنی اور عزت و آبرو اور امن و عافیت کا ضامن ہے۔ مسلمانوں کو حق تعالیٰ نے اسلام ہی کی بدولت عزت عطا فرمائی ہے مسلمان کی ایمانی غیرت اور دینی جذبہ حمیت کو ہرگز یہ گوارا نہ ہونا چاہئے کہ وہ اسلامی طرز معاشرت چھوڑ کر غیروں کی وضع وقطع اور طور وطریق اور تمدن و معاشرت اختیار کرے۔ یورپ اور مغرب کے یہود ونصاریٰ اور بے دین دہریے اسلام اور مسلمانوں کے نہایت خطرناک دشمن ہیں۔ انہوں نے ہم میں سے ناقص الفہم لوگوں کو آزادیٔ نسواں کا سبق رٹا کر۔ بے حجابی۔ بے حیائی۔ عریانیت اور بدکاریوں میں مبتلا کر دیا اور طرح طرح کی گندگیاں اسلام کے عفت وعصمت مآب نظام معاشرت میں پیدا کرنے کے لئے مختلف قسم کے جال پھیلا دیئے جس میں اسلام اور قرآن وسنت سے قوی محبت نہ رکھنے والے لوگ بڑی تیزی سے پھنستے جا رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون آج یورپ وامریکہ وغیرہ مغربی ممالک جس اخلاقی تباہی و بربادی اور فواحش اور بدکاریوں میں گرفتار ہیں اس کی ابتدا بے پردگی سے ہی ہوئی بے پردگی نے جسمانی زیبائش کا راستہ کھولا۔ پھر اس نے بے حیائی کی صورت اختیار کی اور پھر بے حیائی نے عریانی اور بدکاری کے سارے دروازے کھول دیئے۔ وہ یورپ جس نے آزادیٔ نسواں کے پرفریب نام سے دنیا میں گندگی پھیلائی اس کے متعلق غیر نہیں ایک انگلستان ہی کی شریف نفس عورت نے جس حسرت وندامت سے اپنے ملک کی عورتوں کے متعلق ایک مقالہ لکھا جس کا ترجمہ مصر کے ماہنامہ المنار میں شائع ہوا تھا جس میں وہ لکھتی ہے کہ انگلستان کی عورتیں اپنی تمام عفت وعصمت کھو چکی ہیں اور ان میں بہت کم ایسی ملیں گی جنھوں نے اپنے دامن عصمت کو حرام کاری کے دھبہ سے آلودہ نہ کیا ہو۔ ان میں شرم وحیا نام کو بھی نہیں اور ایسی آزادانہ زندگی بسر کرتی ہیں کہ اس ناجائز آزادی نے ان کو اس قابل نہیں رہنے دیا کہ ان کو انسانوں کے زمرہ میں شامل کیا جائے۔ ہمیں سرزمین مشرق کی مسلمان خواتین پر رشک آتا ہے جو نہایت دیانت اور تقویٰ کے ساتھ اپنے شوہروں کے زیر فرمان رہتی ہیں اور ان کی عصمت کا لباس گناہ کے داغ سے ناپاک نہیں ہوتا۔ وہ جس قدر فخر کریں بجا ہے اور اب وہ وقت آ رہا ہے کہ اسلامی احکام شریعت کی ترویج سے انگلستان کی عورتوں کی عفت کو محفوظ رکھا جائے۔

(ماخوذ از معارف القرآن جلد نہم از حضرت کاندھلویؒ)

بہرکیف قرآن وحدیث نے مسئلہ حجاب کو روشن اور واضح دلائل کے ساتھ بیان فرمادیا ہے جس میں کسی قسم کے شک وتردد کی گنجائش نہیں۔

ہر مسلمان پر اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات کی اطاعت و پابندی لازم ہے ہمیں چاہئے کہ اپنی معاشرت اور زندگی پوری طرح احکام اسلام کے تابع بنائیں اور مغربی تہذیب وتمدن جس میں ہمارے لئے دین و دنیا۔ اور اخلاق وایمان کی تباہی و بربادی ہے۔ اللہ کی ناراضگی اور اس کے غضب کو دعوت دینا ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اس سے بچائیں۔ اللہ تعالیٰ اس بے حجابی اور آزادیٔ نسواں کے فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائیں اور اسلامی قوانین اور قرآنی احکام اپنانے کی توفیق عطا فرمائیں۔

دعا کیجئے: یا اللہ! ہر ایسے قول وفعل سے جو آپ کی اور آپ کے رسول پاک کی ناراضگی کا باعث ہو ہم کو کامل طور پر اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۖ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ

یہ (منکر) لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ اس کی خبر تو بس اللہ ہی کے پاس ہے، اور آپ کو اس کی کیا خبر عجب نہیں کہ قیامت قریب ہی

تَكُوْنُ قَرِيْبًا ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴿۶۴﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ۚ

واقع ہو جائے۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے کافروں کو رحمت سے دور کر رکھا ہے اور ان کیلئے آتش سوزاں تیار کر رکھی ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے،

لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۶۵﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ

نہ کوئی یار پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔ جس روز ان کے چہرے دوزخ میں الٹ پلٹ کیے جاویں گے یوں کہتے ہوں گے اے کاش ہم نے

اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿۶۶﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا

اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے رسول کی اطاعت کی ہوتی، اور یوں کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں کا اور بڑوں کا کہنا مانا تھا سو انہوں نے ہم کو

السَّبِيْلَا ﴿۶۷﴾ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿۶۸﴾

(سیدھے) راستہ سے گمراہ کیا تھا۔ اے ہمارے رب ان کو دوہری سزا دیجئے اور ان پر بڑی لعنت کیجئے۔

يَسْئَلُكَ آپ سے سوال کرتے ہیں	النَّاسُ لوگ	عَنِ سے (متعلق)	السَّاعَةِ قیامت	قُلْ فرمادیں	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	عِلْمُهَا اس کا علم	
عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے پاس	وَمَا اور کیا	يُدْرِيْكَ تمہیں خبر	لَعَلَّ شاید	السَّاعَةَ قیامت	تَكُوْنُ ہو	قَرِيْبًا قریب	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ
لَعَنَ لعنت کی	الْكٰفِرِيْنَ کافروں پر	وَاَعَدَّ اور تیار کیا اس نے	لَهُمْ ان کیلئے	سَعِيْرًا بھڑکتی ہوئی آگ	خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہیں گے	فِيْهَا اس میں	
اَبَدًا ہمیشہ	لَا يَجِدُوْنَ وہ نہ پائیں گے	وَلِيًّا کوئی دوست	وَلَا اور نہ	نَصِيْرًا کوئی مددگار	يَوْمَ جس دن	تُقَلَّبُ الٹ پلٹ کیے جائیں گے	
وُجُوْهُهُمْ انکے چہرے	فِي النَّارِ آگ میں	يَقُوْلُوْنَ وہ کہیں گے	يٰلَيْتَنَا اے کاش ہم	اَطَعْنَا ہم نے اطاعت کی ہوتی	اللّٰهَ اللہ		
وَاَطَعْنَا اور اطاعت کی ہوتی	الرَّسُوْلَا رسول	وَقَالُوْا اور وہ کہیں گے	رَبَّنَا اے ہمارے رب	اِنَّا بیشک ہم	اَطَعْنَا ہم نے اطاعت کی		
سَادَتَنَا اپنے سردار	وَكُبَرَآءَنَا اور اپنے بڑوں	فَاَضَلُّوْنَا تو انہوں نے بھٹکایا ہمیں	السَّبِيْلَا راستہ	رَبَّنَا اے ہمارے رب			
	اٰتِهِمْ دے انہیں	ضِعْفَيْنِ دوگنا	مِنَ الْعَذَابِ عذاب	وَالْعَنْهُمْ اور لعنت کر ان پر	لَعْنًا لعنت	كَبِيْرًا بڑی	

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ سے مضمون اللہ اور رسول کی مخالفت پر تنبیہ و وعید کا بیان ہوتا چلا آرہا ہے۔ گذشتہ ایک آیت میں فرمایا گیا تھا کہ بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے قیامت میں عذاب مہین تیار کر رکھا ہے۔ اس میں علاوہ دنیوی لعنت کے قیامت کے عذاب سے بھی ڈرایا گیا تھا تو اللہ و رسول کی مخالفت کرنے والے منافقین و یہود وغیرہ اس آخرت کے عذاب کو کب یقین میں لاتے اور اس قسم کی وعیدیں سن کر بطور انکار اور ہنسی و تمسخر کے قیامت کا وقت وغیرہ پوچھا کرتے تھے۔ اس لئے اس کا جواب اور عذاب مذکورہ کی کسی قدر تفصیل اور کیفیت بیان فرمائی جاتی ہے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق منکرانہ سوال کرتے ہیں کہ وہ قیامت کب آوے گی؟ یہ سوال کرنے والے وہی بدباطن منافق تھے اور ان کے ساتھ یہود بھی

شریک تھے قیامت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے کا ذکر قرآن کریم میں متعدد جگہ آیا ہے لیکن قیامت کا وقت مصلحت الٰہی کی وجہ سے مخفی رکھا گیا ہے اس لئے اس کا تو کچھ جواب نہ یہاں دیا گیا اور نہ قرآن مجید میں کسی اور جگہ البتہ اس آنے والی مصیبت کا حال بیان کر دیا اور اشارۃً یہ بتلا دیا کہ اس کا وقت بہت دور نہیں بلکہ قریب ہی ہے۔ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں اور قیامت اس طرح سے ہیں اور آپ نے اپنی انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی اٹھا کر دکھایا یعنی جس طرح یہ دونوں ملی ہوئی ہیں اور ان میں تھوڑا ہی فصل ہے اسی طرح قیامت کبریٰ اور میری بعثت ملی ہوئی ہیں۔غرض یہ کہ قیامت قریب ہی آ لگی ہے تو اس فکر میں مت پڑو کہ قیامت کب آئے گی۔اس کا سامان کرو اور اس کی تیاری کرو۔تم سارے جہاں کی قیامت کو کیا پوچھتے ہو۔ تمہاری قیامت یعنی تمہاری موت کہیں سر پر نہ کھڑی ہو۔آگے قیامت کے منکروں اور ان غفلت شعار لوگوں کا وہ معاملہ بیان فرمایا جاتا ہے کہ جو آخرت میں بہت جلد ان کے سامنے آنے والا ہے کہ یہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور وہاں نہ وہ کوئی اپنا یار پائیں گے نہ مددگار اور اوندھے منہ گھسیٹ کر جہنم میں ڈالے جائیں گے اور ان کے چہروں کو آگ میں الٹ پلٹ کیا جائے گا۔جس طرح کہ کباب کو بھونتے وقت الٹا پلٹا کرتے ہیں۔اس وقت غایت حسرت سے یوں کہیں گے کہ کاش ہم دنیا میں اللہ اور رسول کے کہنے پر چلتے تو یہ وقت دیکھنا نہ پڑتا۔اور حسرت کے ساتھ اپنے گمراہ کرنے والوں پر غیض وغضب پیدا ہوگا اور یوں کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں کا یعنی اہل حکومت کا اور اپنے بڑوں اور لیڈروں کا کہنا مانا تھا۔انہوں نے دھوکہ دے کر اور جھوٹ وفریب کہہ کر اس مصیبت میں پھنسوایا۔ان ہی کے بہکانے پر ہم راہ حق سے بھٹکے رہے اس لئے ان کو دوہری سزا دیجئے اور جو پھٹکار ہم پر ہے۔اس سے بڑی پھٹکار ان بڑوں پر پڑنی چاہئے۔گویا ان کو دوگنی سزا دلوا کر اپنا دل ٹھنڈا کرنا چاہیں گے۔اسی مضمون کی ایک آیت سورۂ اعراف آٹھویں پارہ میں گزر چکی ہے جہاں ان بڑوں اور سرداروں کا جواب بھی نقل کیا گیا ہے کہ وہ ان چھوٹوں اور اپنے پیرووں سے کہیں گے کہ ہماری سزا میں اضافہ کی درخواست کر کے تمہیں کیا مل گیا؟ کیا تمہارے عذاب میں کچھ تخفیف ہوگئی؟ نہیں تم کو بھی اپنے کرتوت کا مزہ چکھنا ہے۔غرض کہ اہل جہنم باہم ایک دوسرے پر لعن طعن اور الزام سے کام لیں گے اور یہ بجائے خود ایک عذاب ہوگا۔اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے ہم سب کو جہنم کے آزار سے دور رکھیں اور وہاں کی ہوا بھی نہ لگنے دیں۔آمین۔

اب یہاں کفار ومنکرین کا جو یہ قول نقل فرمایا گیا یٰلَیْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا یعنی جب کفار جہنم میں اوندھے منہ ڈالے جائیں گے اس وقت حسرت وندامت سے کہیں گے کہ کاش ہم دنیا میں اللہ و رسول کے کہنے پر چلتے تو یہ وقت دیکھنا نہ پڑتا مگر پھر اس وقت ان کے پچھتانے سے کیا بنے گا۔تو کیا اس سے کوئی نصیحت وعبرت ان لوگوں کو نہیں لینی چاہئے کہ جو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اور اسلام کا لیبل لگا کر دن اور رات اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی اور خلاف ورزی میں لگے ہوئے ہیں بلکہ قرآن وسنت سے ایک درجہ میں بغاوت برت رہے ہیں تو کیا انہوں نے سورۂ فرقان ۱۹ ویں پارہ کی آیت وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا نہیں سنی۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ سے قیامت کے روز شکایت کے طور پر کہیں گے کہ اے میرے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو جو کہ واجب العمل تھا بالکل نظر انداز کر رکھا تھا۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ مفتی اعظم پاکستان نے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ: ''اس سے ظاہر یہ ہے کہ قرآن کو مہجور ومتروک کر دینے سے مراد قرآن کا انکار ہے جو کفار ہی کا کام ہے مگر بعض روایات میں یہ بھی آیا

ہے کہ جو مسلمان قرآن پر ایمان تو رکھتے ہیں مگر نہ اس کی تلاوت کی پابندی کرتے ہیں نہ اس پر عمل کرنے کی وہ بھی اس حکم میں داخل ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے قرآن پڑھا مگر پھر اس کو بند کر کے گھر میں معلق کر دیا نہ اس کی تلاوت کی نہ اس کے احکام میں غور کیا قیامت کے روز قرآن اس کے گلے میں پڑا ہوا آئے گا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کرے گا کہ آپ کے اس بندہ نے مجھے چھوڑ دیا تھا اب آپ میرے اور اس کے معاملہ کا فیصلہ فرما دیں۔'' (معارف القرآن جلد ۶ ص ۱۷۱)

ایسے مسلمان آج غور کرلیں کہ کل میدان حشر میں جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ پاک کی کتاب قرآن مجید شکایت اور فریاد کریں گے تو حق تعالیٰ کا ان کے لئے کیا فیصلہ ہوگا؟ پھر کیا ایسے مسلمانوں نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں سنا جو بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری تمام امت جنت میں جائے گی مگر جو انکار کرے۔ صحابہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ وہ کون ہے جو آپ کا انکار کرتا ہے آپ نے جواب دیا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے نافرمانی کی اس نے مجھے نہ مانا اور میرا انکار کیا (ترجمان السنۃ جلد اول ص ۳۴۷) (اس حدیث شریف پر مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنیؒ نے یہ شرح لکھی ہے۔

''انکار دو قسم پر ہے۔ ایک یہ کہ زبان سے انکار کرے۔ ایسا منکر کافر ہے اور کبھی جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔ دوسرا یہ کہ زبان سے اقرار کرتا ہے مگر اپنے طرز عمل میں کھلے منکر کے مشابہ ہے۔ یہ گو اقرار کر رہا ہے مگر جب نافرمانی کرنے میں زبان سے انکار کرنے والے کے برابر ہے تو ایک نظر میں یہ بھی گویا منکر ہے لہٰذا اسے بھی ان منکرین کے ساتھ کچھ دن رہنا ہوگا۔ گو اپنے قلبی اقرار کی وجہ سے پھر کبھی نجات ہو جائے۔ رسول کے لائے ہوئے دین کو ماننا ایمان ہے اور اس کی اطاعت کرنا اس قلبی ایمان کی علامت ہے۔ نافرمان اور منکر صورت میں یکساں ہیں۔'' (ترجمان السنۃ جلد ۱ صفحہ ۳۴۷)

تو ایسے مسلمان جو دن رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی میں لگے ہوئے ہیں وہ اپنا انجام اس ارشاد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سوچ لیا۔ پھر بخاری شریف میں حوض کوثر کے باب میں متعدد احادیث روایت کی گئی ہیں۔ جن کا مشترک مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے دن جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کو حوض کوثر سے سیراب کرنے کے لئے ابتدائی انتظامات میں مصروف اور اپنی امت کے لوگوں کی آمد کے منتظر ہوں گے تو اس وقت کچھ لوگوں کو آپ تک پہنچنے سے پہلے ہی روک دیا جائے گا اور ان کو جہنم کی طرف دھکیل دیا جائے گا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ اے اللہ یہ لوگ تو میرے امتی ہیں اور مجھ سے تعلق رکھنے والے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو جواب ملے گا کہ ہیں تو بے شک یہ آپ کے امتی ہی۔ لیکن آپ کو ان کے کرتوت معلوم نہیں یہ لوگ دین میں طرح طرح کی بدعات نکالتے رہے۔ اس لئے حوض کوثر سے ان کو پانی نہیں ملے گا۔ (توحیدی پاکٹ بک صفحہ ۲۱۳ حصہ اول)

اور انہی احادیث میں سے ایک حدیث میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ آئے ہیں۔ فاقول سحقاً سحقاً لمن غیر بعدی یعنی اس وقت میں کہوں گا کہ وہ لوگ دور ہوں وہ لوگ دور ہوں جنہوں نے میرے بعد دین کو بدل ڈالا تو آج بے دینی کے راستوں پر چلنے والے مسلمان میدان حشر کے اس وقت کو یاد کرلیں جبکہ حوض کوثر سے سیراب نہ ہو سکیں گے اور شافع محشر علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی انہیں جھڑک کر دور کر دیں گے پھر ان کا ٹھکانہ کیا ہوگا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

میرے عزیزو اور دوستو آج ہر مسلمان کو موقع حاصل ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اختیار کرے اور ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے جو وہ قصداً کر رہا ہے باز آ جائے اور سچی توبہ سے گذشتہ گناہوں کی تلافی کر لے تاکہ روز قیامت میں حسرت و ندامت سے واسطہ نہ پڑے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنا رحم و کرم ہم پر فرمائیں اور اپنی توفیق حسن ہم کو نصیب فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ۭ وَكَانَ

اے ایمان والو تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جنہوں نے (کچھ تہمت تراش کر) موسیٰ کو ایذا دی تھی سو ان کو خدا تعالیٰ نے بری ثابت کر دیا، اور وہ

عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۝۶۹ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝۷۰ يُّصْلِحْ

اللہ کے نزدیک بڑے معزز تھے۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور راستی کی بات کہو۔ اللہ تعالیٰ (اس کے صلہ میں)

لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝۷۱

تمہارے اعمال کو قبول کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا، اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ

ہم نے یہ امانت (یعنی احکام جو بمنزلہ امانت کے ہیں) آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تھی سو انہوں نے اس کی ذمہ داری سے انکار کر دیا

مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝۷۲ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ

اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اپنے ذمہ لے لیا۔ وہ ظالم ہے جاہل ہے۔ انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ منافقین و منافقات

وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ

اور مشرکین و مشرکات کو سزا دے گا اور مومنین و مومنات پر توجہ (ورحمت) فرمائے گا،

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۷۳

اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ایمان والو	لَا تَكُوْنُوْا تم نہ ہو	كَالَّذِيْنَ ان لوگوں کی طرح	اٰذَوْا انہوں نے ستایا	مُوْسٰى موسیٰ	فَبَرَّاَهُ تو بری کر دیا اسکو	
اللّٰهُ اللہ	مِمَّا اس سے جو	قَالُوْا انہوں نے کہا	وَكَانَ اور وہ تھے	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے نزدیک	وَجِيْهًا باآبرو	يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ایمان والو
اتَّقُوا اللّٰهَ اللہ سے ڈرو	وَقُوْلُوْا اور کہو	قَوْلًا بات	سَدِيْدًا سیدھی	يُّصْلِحْ وہ سنوار دے گا	لَكُمْ تمہارے لئے	اَعْمَالَكُمْ تمہارے عمل	
وَيَغْفِرْ اور بخشدے گا	لَكُمْ تمہارے لئے	ذُنُوْبَكُمْ تمہارے گناہ	وَمَنْ اور جو۔جس	يُّطِعِ اللّٰهَ اللہ کی اطاعت کی	وَرَسُوْلَهٗ اور اس کا رسول		
فَقَدْ فَازَ تو وہ مراد کو پہنچا	فَوْزًا عَظِيْمًا بڑی مراد	اِنَّا بیشک ہم	عَرَضْنَا ہم نے پیش کیا	الْاَمَانَةَ امانت	عَلَي پر	السَّمٰوٰتِ آسمان	
وَالْاَرْضِ اور زمین	وَالْجِبَالِ اور پہاڑ	فَاَبَيْنَ تو انہوں نے انکار کیا	اَنْ يَّحْمِلْنَهَا کہ وہ اسے اٹھائیں	وَاَشْفَقْنَ اور وہ ڈر گئے	مِنْهَا اس سے		
وَحَمَلَهَا اور اسے اٹھالیا	الْاِنْسَانُ انسان نے	اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ تھا	ظَلُوْمًا ظالم	جَهُوْلًا بڑا نادان	لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ تا کہ اللہ عذاب دے	
الْمُنٰفِقِيْنَ منافق مردوں	وَالْمُنٰفِقٰتِ اور منافق عورتوں	وَالْمُشْرِكِيْنَ اور مشرک مردوں	وَالْمُشْرِكٰتِ اور مشرک عورتوں	وَيَتُوْبَ اور توبہ قبول کرے			
اللّٰهُ اللہ	عَلَي پر۔کی	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن مردوں	وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتوں	وَكَانَ اور ہے	اللّٰهُ اللہ	غَفُوْرًا بخشنے والا	رَّحِيْمًا مہربان

تفسیر وتشریح:۔ یہ سورۂ احزاب کا آخری رکوع اور خاتمہ کی 13
آیات ہیں۔گذشتہ آیات میں اللہ ورسول کی مخالفت احکام جس کو ایذا سے تعبیر فرمایا گیا تھا اس پر وعید سنائی گئی تھی اور ایسے لوگوں کو قیامت میں جو حسرت وندامت ہوگی اس کو بیان فرمایا گیا تھا کہ اس دن غایت حسرت سے یوں کہیں گے کہ کاش ہم نے دنیا میں اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی تو آج اس مصیبت میں مبتلا نہ ہوتے اس کے بعد مسلمانوں کو عام ہدایت کی جاتی ہے کہ تم اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کوئی برتاؤ ایسا نہ کرنا جیسا کہ بنی اسرائیل نے اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں۔ جھوٹے الزامات لگائے اور بے سروپا تہمتیں آپ کے سر پر تھوپیں۔تو جنہوں نے تہمت تراش کر موسیٰ علیہ السلام کو اذیت دی تھی اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تو کچھ نہ بگڑا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بڑے معزز پیغمبر تھے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برأت ظاہر فرمادی اور ان کا بے عیب و بے خطا ہونا سب پر ظاہر کردیا لیکن ستانے والوں نے اپنی عاقبت خراب کرلی تو مطلب یہ کہ اے مسلمانو! تم اپنے رسول کو آپ کی مخالفت کرکے ایذا مت دینا بلکہ ہر امر میں اللہ اور رسول کی اطاعت کرنا جس کا حکم آگے دیا جاتا ہے کہ ایمان لانے کے بعد تمہارا کام یہ ہے کہ اللہ کے غضب سے بچنے کی کوشش کرتے رہو۔اس سے ڈر کر بری باتوں سے اپنے آپ کو دور رکھو اور بالخصوص کلام کرنے میں اس کی بہت رعایت رکھو کہ جب بات کرنا ہو راستی کی بات کہو کہ جس میں عدل واعتدال سے تجاوز نہ ہو۔یعنی منہ سے جو بات نکالو وہ سچی۔سیدھی اور راست ہونی چاہئے۔یہاں مفسرین نے ایک واقعہ کا بھی ذکر کیا ہے اور وہ یہ کہ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں میں کچھ مال تقسیم کررہے تھے۔اس مجلس سے جب لوگ باہر نکلے تو کسی نے کہا کہ یہ تقسیم اللہ کے لئے نہیں کی یعنی اس میں رورعایت کی گئی ہے۔یہ بات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سن لی اور جاکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آج آپ پر یہ بات بنائی گئی ہے۔آپ نے جواب میں فرمایا اللہ کی رحمت ہو موسیٰ علیہ السلام پر انہیں اس سے زیادہ اذیتیں دی گئیں اور انہوں نے صبر کیا۔الغرض یہاں عام مسلمانوں کو ہدایت فرمائی گئی کہ تم یہودیوں کی سی حرکت نہ کرنا۔تمہاری روش اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ یہ نہ ہونی چاہئے جو بنی اسرائیل کی روش موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی۔تم اللہ سے ڈرو یعنی ہر امر میں اطاعت اللہ اور اطاعت رسول کا خیال رکھو اور بالخصوص زبان سے کلام کرنے میں اس کا بہت ہی خیال رکھو اور ہمیشہ اللہ کے خوف وڈر سے منہ سے سیدھی۔سچی راست اور دیانت داری کی بات کہو۔اور جب تم تقویٰ اور راستی اختیار کروگے تو اللہ تعالیٰ اس کے صلہ میں تمہارے اعمال کو قبول کرے گا۔اور تمہارے کام سنوار دے گا اور تمہاری خطائیں اور لغزشیں معاف کردے گا اور یہ ثمرات اطاعت پر ہیں اور اطاعت وہ چیز ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔سورۃ کے آخر میں انسان کا مکلف باحکام شرعیہ ہونا اور ان کو امانت کے ساتھ تشبیہ دے کر اس کے ادائے حق کرنے والوں کا مورد عنایت ہونا اور اس حق کو ادا کرنے والوں کا مستحق عذاب ہونا بیان فرمایا جاتا ہے چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ امانت یعنی احکام بجالانے کی ذمہ داری اپنی بڑی زبردست وطاقتور مخلوق آسمانوں۔زمین۔اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تھی مگر وہ اس ذمہ داری سے ڈر گئے اور انکار کردیا۔اب یہاں یہ اشکال نہ ہونا چاہئے کہ پہاڑ۔زمین اور آسمان تو بظاہر بے حس و بے شعور ہیں تو ان سے سوال جواب کیسے ہوسکتا ہے تو اس کی وضاحت میں مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ قرآن کریم کا یہ واضح ارشاد ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ یعنی کوئی چیز ایسی نہیں

جو اللہ تعالیٰ کی حمد وتسبیح نہ پڑھتی ہو۔اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کی ذات عالی کو پہچاننا اور اس کو خالق و مالک اور سب سے اعلیٰ اور برتر جان کر اس کی حمد وتسبیح کرنا بغیر ادراک و شعور کے ممکن نہیں۔تو ثابت ہوا کہ ادراک وشعور تمام مخلوقات میں یہاں تک کہ جمادات میں بھی موجود ہے۔اسی ادراک و شعور کی بناء پر ان کو مخاطب بھی بنایا جاسکتا ہے اور وہ جواب بھی دے سکتے ہیں اس لئے جمہور امت کے نزدیک آسمانوں۔ زمین اور پہاڑوں پر عرض امانت حقیقی طور پر کیا گیا اور انہوں نے حقیقی طور پر ہی اپنا اس بار سے عاجز ہونا ظاہر کیا۔(معارف القرآن جلد ۷ص ۲۴۶) علامہ ابن کثیرؒ نے متعدد اسناد کے ساتھ اس عرض امانت کی یہ تفصیل نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اول آسمانوں پر پھر زمین پر پھر پہاڑوں پر اختیاری صورت میں یہ پیش کیا کہ ہماری امانت یعنی اطاعت احکام شرعیہ بالاختیار کا بار اٹھالو اس معاوضہ کے ساتھ جو اس کے لئے مقرر ہے۔ ہر ایک نے سوال کیا کہ معاوضہ کیا ہے تو بتلایا گیا کہ امانت یعنی اطاعت احکام شرعیہ تم نے پوری طرح کی تو تمہیں جزاوثواب اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعزاز خاص ملے گا اور اگر تعمیل احکام شرعیہ نہ کی یا اس میں کوتاہی کی تو عذاب اور سزا ملے گی۔ان سب بڑے بڑے اجسام نے یہ سن کر جواب دے دیا کہ اے ہمارے پروردگار ہم اب بھی آپ کے تابع فرمان چل رہے ہیں لیکن جب ہمیں اختیار دیا گیا تو ہم اس بار کو اٹھانے سے اپنے کو عاجز پاتے ہیں۔ہم نہ ثواب چاہتے ہیں نہ عذاب کے متحمل ہیں۔ (یعنی آپ کے اوامر ونواہی کی بجا آوری کی ذمہ داری قبول کرنے کی ہم میں طاقت وہمت نہیں۔پس اس امانت کے بوجھ سے اس قدر ڈرے کہ عذاب کے خوف سے ثواب سے بھی دست بردار ہوگئے کہ خدا جانے بعد میں کیا انجام ہو۔ہم سے اس امانت کی حفاظت ہو سکے یا نہ ہوسکے اور ہم اس کے حقوق ادا کرسکیں یا نہ کرسکیں پس ان سب نے اس امانت کے اٹھانے سے اور اس ذمہ داری کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ آسمانوں۔زمین اور پہاڑوں کا یہ انکار ابلیس کی طرح سجدۂ تعظیم سے نہ تھا۔بلکہ اپنے کو صغیر اور حقیر سمجھا اور اپنی کمزوری کے اظہار سے یہ نیاز مندانہ عذر پیش کردیا۔پھر انکو اختیار دیا گیا تھا کہ قبول کریں یا نہ کریں۔

پھر ایک حدیث کے حوالہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ آسمان زمین اور پہاڑوں پر عرض امانت اور ان کے جواب کے بعد حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خطاب فرمایا اور فرمایا کہ ہم نے اپنی امانت آسمان و زمین کے ساتھ پیش کی تو وہ اس کا بار اٹھانے سے عاجز ہوگئے تو آپ اس بار امانت کو اٹھائیں گے مع اس چیز کے جو اس کے ساتھ ہے۔آدم علیہ السلام نے سوال کیا کہ اے پروردگار وہ چیز جو اس کیساتھ ہے کیا ہے؟ جواب ملا کہ اگر حمل امانت میں پورے اترے یعنی اطاعت مکمل کی تو آپ کو جزا ملے گی (جو اللہ تعالیٰ کے قرب ورضا اور جنت کی دائمی نعمتوں کی صورت میں ہوگی) اور اگر اس امانت کو ضائع کیا تو سزا ملے گی۔آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے قرب ورضا میں ترقی ہونے کے شوق میں اس کو اٹھالیا۔

مفسرین نے یہاں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے تقدیر ازلی میں آدم علیہ السلام کو زمین میں اپنا خلیفہ بنانا طے فرمایا تھا اور یہ خلافت اسی کو سپرد کی جاسکتی تھی جو احکام الٰہیہ کی اطاعت کا بار اٹھائے کیونکہ اس خلافت کا حاصل ہی یہ ہے کہ زمین پر اللہ کے قانون کو نافذ کرے۔خلق خدا کو احکام الٰہیہ کی اطاعت پر آمادہ کرے اس لئے تکوینی طور پر حضرت آدم علیہ السلام اس امانت کے اٹھانے کے لئے آمادہ ہوگئے حالانکہ دوسری بڑی بڑی مخلوقات کا اس سے عاجز ہونا بھی معلوم ہو چکا تھا۔(معارف القرآن جلد ۷ ص ۲۴۸)

اب جب کہ انسان اتنی بڑی ذمہ داری کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے اور پھر بھی یہ بےفکر ہوکر رہتا ہے اور اعمال وعقائد دونوں میں خلاف ورزی احکام الٰہیہ کی کرتا ہے تو اسی بنا پر اس

انسان کو باعتبار حالت اکثر افراد کے ظالم اور جاہل قرار دیا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ جملہ انه کان ظلوما جهولاً مطلقاً انسان کی مذمت میں نہیں آیا بلکہ اکثر افراد نوع انسانی کے اعتبار سے واقعہ کے طور پر ارشاد ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نوع انسانی کی اکثریت ظلوم وجہول ثابت ہوئی جس نے امانت کا حق ادا نہ کیا اور خسارہ میں پڑی اور چونکہ اکثریت کا یہ حال تھا اس لئے اس جملہ کو نوع انسانی کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ بالآخر اس ذمہ داری کا انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ منافقین اور منافقات کہ جنہوں نے ظاہری اسلام رکھتے ہوئے در پردہ مخالفت کی اور مشرکین ومشرکات کہ جنہوں نے علی الاعلان اور کھلم کھلا مخالفت احکام الٰہیہ کی انکو اس امانت کی خیانت اور احکام کے ضائع کرنے پر سزا وعذاب دے گا اور مومنین و مومنات جنہوں نے صدق دل سے ایمان اختیار کیا اور خدا کے احکام کی اطاعت کی ان پر توجہ اور رحمت فرمائے گا اور اگر مخالفت کے بعد بھی کوئی باز آ جائے تو مومنین و مومنات کے زمرہ میں شامل کرلیا جائے گا۔ یعنی ہر ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ بخشنے اور رحمت کرنے کو تیار ہے جو اس سے معافی اور رحم کا خواستگار ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

اس خاتمہ کے رکوع کی ابتدائی آیات یعنی يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۙ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ (یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو یعنی ہر امر میں اس کی اطاعت کرو اور بالخصوص کلام کرنے میں اس کی بہت رعایت رکھو کہ جب بات کرنا راستی کی بات کہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے صلہ میں تمہارے اعمال کو قبول کرلے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور یہ ثمرات اطاعت کے ہیں اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔) اس پر مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں اصل حکم سب مسلمانوں کو یہ دیا گیا ہے کہ اتَّقُوا اللّٰهَ یعنی تقویٰ اختیار کرو جس کی حقیقت تمام احکام الٰہیہ کی مکمل اطاعت ہے کہ تمام اوامر کی تعمیل کرے اور تمام منہیات و مکروہات سے اجتناب کرے اور ظاہر ہے کہ یہ کام آسان نہیں اس لئے اتَّقُوا اللّٰهَ کے بعد ایک خاص عمل کی ہدایت کی جاتی ہے یعنی اپنے کلام کی درستی اور اصلاح۔ یہ بھی اگرچہ تقویٰ ہی کا ایک جزو ہے مگر ایسا جزو ہے کہ اس پر قابو پالیا جائے تو باقی اجزاء تقویٰ خود بخود حاصل ہوتے چلے جائیں گے جیسا کہ خود آیات مذکور میں قول سدید اختیار کرنے کے نتیجہ میں يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ کا وعدہ ہے یعنی اگر تم نے اپنی زبان کو غلط باتوں سے روک لیا اور کلام درست اور بات سچی سیدھی صاف کہنے کے خوگر ہو گئے تو اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی اصلاح فرمائیں گے اور سب کو درست کر دیں گے اس طرح وہ سب قبول ہوں گے۔ اور یہ بھی وعدہ فرمایا يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ یعنی جو لغزشیں تم سے سرزد ہوئی ہیں ان کو معاف فرما دیں گے۔ تو معلوم ہوا کہ ایک صرف زبان اور کلام کی درستی دین دنیا دونوں کے کام درست کرنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی زبانوں کی حفاظت اور کلام کی درستگی کی توفیق کاملہ عطا فرمائیں۔ آمین۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے قول و فعل سے بچائیں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اور اذیت کا باعث ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سچے ایمان کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا اتباع بھی نصیب فرمائیں اور ہمیں ہر حال میں راستی اور صداقت پر قائم رکھیں۔ اور ہم سے جو کوتاہیاں سرزد ہو چکی ہیں انہیں اپنی رحمت سے معاف فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ سَبَإٍ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ

تمام ترحمد (ثنا) اسی اللہ کو سزاوار ہے جس کی ملک میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اُسی کو حمد (ثنا) آخرت میں بھی (سزاوار) ہے

وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ① يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ

اور وہ حکمت والا خبردار ہے۔ وہ سب کچھ جانتا ہے جو چیز زمین کے اندر داخل ہوتی ہے (مثلاً بارش) اور جو چیز اس میں سے نکلتی ہے (مثلاً نباتات) اور جو

السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ②

چیز آسمان سے اترتی ہے اور جو چیز اس میں چڑھتی ہے، اور وہ (اللہ) رحیم (اور) غفور (بھی) ہے۔

اَلْحَمْدُ تمام تعریفیں	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	الَّذِيْ لَهٗ وہ جس کیلئے	مَا جو	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَمَا اور جو	فِي الْاَرْضِ زمین میں
وَلَهُ اور اسی کیلئے	الْحَمْدُ ہر تعریف	فِي الْاٰخِرَةِ آخرت میں	وَهُوَ اور وہ	الْحَكِيْمُ حکمت والا	الْخَبِيْرُ خبر رکھنے والا	يَعْلَمُ وہ جانتا ہے
مَا يَلِجُ جو داخل ہوتا ہے	فِي الْاَرْضِ زمین میں	وَمَا اور جو	يَخْرُجُ نکلتا ہے	مِنْهَا اس سے	وَمَا اور جو	يَنْزِلُ نازل ہوتا ہے
مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے	وَمَا اور جو	يَعْرُجُ چڑھتا ہے	فِيْهَا اس میں	وَهُوَ اور وہ	الرَّحِيْمُ مہربان	الْغَفُوْرُ بخشنے والا

تفسیر وتشریح:۔ الحمدللہ اب ۲۲ویں پارہ کی سورۂ سبا کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ تلاوت کردہ ابتدائی آیات کی تشریح سے پہلے سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام نزول۔ خلاصہ مضامین تعداد آیات ورکوعات وغیرہ حسب معمول بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کے دوسرے رکوع میں قوم سبا کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۂ سبا قرار پایا۔ یہ سورہ مکی ہے اور مکی دور کے تقریباً درمیانی زمانہ میں اس کا نزول ہوا ہے۔ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی چونتیسویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۸۵ لکھا ہے یعنی ۸۴ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور ۲۹ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۵۴ آیات۔ ۶ رکوعات۔ ۸۹۶ کلمات اور ۳۶۳۶ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

اس سورۃ کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر سے کیا گیا اور بتلایا گیا کہ حمد وشکر کی مستحق صرف وہی ایک ذات ہے جو آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان میں ہے سب کا مالک ہے اللہ تعالیٰ سب کی حقیقت سے آگاہ اور سب کے حالات سے خوب واقف ہے۔ قیامت اور خدائی فیصلوں کے اٹل ہونے کو مختلف انداز سے سمجھایا اور بتلایا کہ انسان بلامقصد نہیں پیدا کیا گیا ہے۔ وہ اپنے اعمال کا جواب دہ ہے اور یہ جواب دہی قیامت میں ہوگی۔ عالم الغیب کے علم سے بھاگ کر انسان کا کوئی ایسا عمل نہیں ہوسکتا جس کا بدلہ اس کے سامنے قیامت میں نہ آئے۔ سب کے اعمال اللہ تعالیٰ کے پاس لکھے ہوئے ہیں اور ہر ایک کو اس کے اعمال کا پھل ملنا ہے۔ کفار اور مشرکین کو اعتراضات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت وتوحید و آخرت اور خود آپ

کی نبوت و رسالت پر کرتے ان کے جوابات دیتے ہوئے کفار کو ان کی ہٹ دھرمی کے برے انجام سے ڈرایا گیا اور بتلایا گیا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی باتوں کو دبا دینے کی کوششیں کرتے ہیں ان کے ہاتھ بجز دردناک عذاب کے کچھ نہ آئے گا جاننے والے خوب سمجھتے ہیں کہ قرآن حق ہے۔ جو لوگ مر کر دوبارہ زندہ ہونے میں شک کرتے ہیں اور اللہ کے رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی باتوں کا یقین نہیں کرتے وہ سخت غلطی میں مبتلا ہیں۔ اسی سلسلہ میں حضرت داؤد اور سلیمان علیھما السلام کے حالات اور قوم سبا کا قصہ بیان فرمایا گیا اور جتلایا گیا کہ انسانوں کے لئے اس میں دو نمونہ موجود ہیں۔ ایک نمونہ تو اللہ کے شکر گزار اور منعم حقیقی کے شکر سے غافل نہ ہونے والے بندے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے بڑی قوتیں اور طاقتیں بخشیں اور ظاہری و باطنی نعمتیں عطا فرمائیں۔ نبوت کے ساتھ ان کو بے مثال سلطنت بھی ملی۔ اور وہ شوکت و حشمت عطا کی کہ جو پہلے کسی کو کم ہی نصیب ہوئی۔ جن کی شان و شوکت دنیاوی کا یہ حال تھا کہ جن وانس اور چرند و پرند اور بر و بحر۔ اور ہوا اور فضا سب ان کے لئے مسخر تھے۔ مگر باوجود دین و دنیا کی نعمتوں کے جمع ہونے کے وہ کبر و غرور میں مبتلا نہ ہوئے اور اپنے رب کے شکر گزار بندے ہی بنے رہے۔ اگر کسی وقت غفلت ہوئی تو سجدہ میں اپنے معبود حقیقی کے آگے گر گئے اور استغفار کرنے لگے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم بھی ان کے شامل حال رہا۔ دوسری طرف سبا کی قوم کا نمونہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے جب دنیوی نعمتوں سے نوازا تو وہ دنیاوی عیش و عشرت میں ایسے مست ہوئے اور کبر و غرور میں مبتلا ہو کر کہ اپنے رب سے بغاوت اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہ کی۔ اور کفران نعمت کیا جس کے نتیجہ میں وہ اس طرح تباہ و برباد ہوئے کہ دنیا جو ان کے لئے جنت بنی ہوئی تھی مبدل بہ جہنم ہوگئی اور رحمت و راحت مبدل بہ لعنت و زحمت ہوگئی اور عزت مبدل بہ ذلت ہوگئی اور اس طرح تباہ و برباد ہوئے کہ بس اب دنیا میں ان کے

افسانے ہی باقی رہ گئے۔ ان دونوں نمونوں کو بیان کرنے سے مقصد یہ ہے کہ دنیا والے دیکھ لیں اور سمجھ لیں کہ توحید اور آخرت کے یقین پر اور اپنے رب۔ خالق اور مالک کی اطاعت و بندگی کی حالت اور منعم حقیقی کی نعمتوں کے شکر کے جذبے سے جو زندگی بنتی ہے وہ بہتر ہے یا جو زندگی کفر و شرک اور انکار آخرت اور دنیا پرستی پر مبنی ہے؟ قوم سبا کے تذکرہ میں بتلایا گیا کہ وہ شیطان ابلیس لعین کے جال میں پھنس گئے حالانکہ ابلیس کو اتنی طاقت اور قدرت نہیں کہ وہ انسان کو خواہ وہ سبا والے ہوں یا کوئی اور زبردستی سیدھی راہ سے پکڑ کر کھینچ لے وہ فقط ورغلاتا اور بہکاتا ہے۔ اور شیطان کو صرف وسوسہ ڈالنے کی قدرت بھی اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے عطا کی کہ اس سے مقصود بندوں کا امتحان اور آزمائش ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت۔ وحدانیت کو دکھلایا گیا کہ وہ مالک مطلق ہے۔ اس کا کوئی شریک وساجھی نہیں۔ نہ اس کے آگے بغیر اجازت کے کوئی سفارش کر سکتا ہے۔ فرشتے تک بغیر اس کے حکم کے کوئی کام نہیں کر سکتے۔ اپنی قدرت کمالیہ کا اظہار کر کے آگے بتلایا کہ اس نے اپنے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا بھر کے انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔ کفار جو آج قیامت کو نہیں مانتے وہ قیامت کے دن آپس میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے۔ چھوٹے اور ماتحت بڑوں اور اپنے سرداروں سے کہیں گے کہ تم نے ہمیں گمراہ کیا۔ تم نہ ہوتے تو ہم عذاب میں نہ پھنستے وہ کہیں گے کہ ہم نے کیا کیا تم خود ہی گمراہ ہوئے۔ مگر اس وقت یہ جھگڑا بیکار ہوگا اور ہر ایک کو اس کے اعمال کی سزا و جزا مل کر رہے گی۔ دنیا میں مال و اولاد پر اترانے والوں کو بتلایا گیا کہ آخرت میں ایمان اور نیک اعمال کام آئیں گے۔ یہ دنیا کا مال دولت اور کثرت اولاد اللہ کے ہاں تمہارے درجے بلند نہیں کر سکتا مشرکوں کے معبود قیامت میں اپنے پجاریوں کو دھتا بتائیں گے کہ تم ہمارے نہیں اپنی ہوا اور ہوس کے بندے تھے اس لئے اپنے کئے کا پھل بھگتو۔ اخیر میں سمجھایا گیا کہ ہر انسان کو چاہئے کہ اللہ کے رسول

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو سمجھے اور آپ کی پیروی کرے ایمان وہی کام آئے گا جو دنیا میں لایا جائے ورنہ آخرت کا عذاب دیکھ کر تو ہر شخص ایمان لاوے ہی گا مگر اس وقت کا ایمان کچھ فائدہ مند نہ ہوگا۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کے مضامین کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں زیر نظر آئیں گی۔

اس تمہید کے بعد اب ان آیات زیر تفسیر کی تشریح ملاحظہ ہو۔ اس سورۃ کی ابتداء الحمدللہ سے ہوئی ہے۔ اور ایسی کل پانچ سورتیں قرآن کریم میں ہیں جن کی ابتداء الحمدللہ سے ہوئی ہے۔ ایک سورۂ فاتحہ۔ دوسری سورۂ انعام۔ تیسری سورۂ کہف۔ چوتھی یہی سورۃ سبا اور پانچویں اگلی سورۂ فاطر اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بیشمار نعمتیں دو قسم کی ہیں۔ ایک نعمت ایجاد ہے کہ اس نے ہم کو اور کائنات کی تمام چیزوں کو معدوم سے موجود کیا۔ دوسری نعمت بقا ہے کہ ہم کو باقی رکھا اور زندہ رہنے کے سامان عطا کئے اور بندہ کی بھی دو ہی حالتیں ہیں ایک ابتدا جو اس عالم دنیا سے تعلق رکھتی ہے اور ایک انتہا جو عالم آخرت سے تعلق رکھتی ہے۔ پس ان پانچ سورتوں میں کہیں ایجادی نعمتیں یاد دلائی ہیں کہیں بقا کی کہیں اس عالم کی اور کہیں اس عالم کی۔ تو سورۃ کی ابتدا الحمدللہ سے فرمائی گئی۔ حمد کا لفظ عربی زبان میں تعریف اور شکر دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور یہاں دونوں معنی مراد ہیں۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ساری خوبیاں اور تعریفیں اس ایک اللہ ہی کے لئے ہیں جو اکیلا بلا شرکت غیرے تمام آسمانی اور زمینی چیزوں کا مالک و خالق ہے تو اس کائنات میں جو حکمت وقدرت۔ اور صناعی اور کاریگری کی شان بھی نظر آتی ہے اس پر تعریف کا مستحق وہی خدا ہے۔ آگے فرمایا کہ جس طرح اس دنیا کی ساری نعمتیں اسی کی بخشش ہیں اسی طرح آخرت میں جو کچھ کسی کو ملے گا اسی کے خزانوں سے اور اسی کے عطا سے ملے گا اس لئے عالم آخرت میں بھی تعریف اور شکر کی مستحق اسی کی ذات ہے۔ آگے فرمایا

وھو الحکیم الخبیر یعنی اس کے سارے کام کمال درجہ حکمت ودانائی پر مبنی ہیں۔ جو کچھ کرتا ہے بالکل ٹھیک کرتا ہے اور اسے ہر مخلوق کے متعلق پورا علم ہے کہ وہ کہاں ہے۔ کس حال میں ہے۔ کیا کچھ اس کی ضرورت ہے۔ کیا کچھ اس کی مصلحت کے مناسب ہے۔ وہ اپنی بنائی ہوئی دنیا سے بے خبر نہیں ہے بلکہ اسے ذرہ ذرہ کی حالت پوری طرح معلوم ہے۔ آگے بتلایا گیا کہ زمین وآسمان کی کوئی چھوٹی بڑی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔ جو چیز زمین کے اندر چلی جاتی ہے مثلاً کیڑے مکوڑے۔ بارش کا پانی مردہ کی لاش۔ یا درختوں پودوں کے بیج وغیرہ ان سب پر اللہ کا علم محیط ہے۔ اسی طرح جو زمین کے اندر سے نکلتی ہیں مثلاً کھیتی۔ سبزہ۔ معدنیات وغیرہ۔ اسی طرح جو آسمان کی طرف سے اترتی ہیں۔ مثلاً بارش۔ وحی۔ فرشتے وغیرہ۔ اسی طرح جو اوپر آسمان پر چڑھتی ہیں مثلاً روح۔ دعا۔ عمل اور ملائکہ وغیرہ ان سب جزئیات کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور چونکہ ان سب چیزوں میں جسمانی یا روحانی منافع ہیں اس لئے مقتضا ان کا یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا پورا پورا شکر ادا کیا جائے اور جو کوتاہی کرے وہ مستحق سزا ہو لیکن اللہ تعالیٰ رحیم اور غفور بھی ہے پس اپنی رحمت سے صغیرہ کوتاہیوں کو نیکیوں سے اور کبیرہ کوتاہی کو توبہ سے۔ اور کبھی صغیرہ اور کبیرہ کو اپنے فضل سے معاف فرما دیتا ہے اور جو کوتاہی حد کفر وشرک تک پہنچی ہو اس کو ایمان لانے سے معاف فرما دیتا ہے۔ اسی طرح عاصی اور خاطی کو قصور سرزد ہوتے ہی پکڑ لینا۔ اس کا رزق بند کر دینا۔ اس کو آناً فاناً ہلاک کر دینا یہ سب کچھ اس کے قبضۂ قدرت میں ہے مگر وہ اپنی شان رحیمی سے ایسا نہیں کرتا اور باوجود قادر مطلق ہونے کے نافرمان بندوں کو ڈھیل دیتا ہے اور سنبھلنے کی مہلت عطا کرتا ہے اور جب بھی باز آ جائیں تو معاف فرما دیتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَأْتِيْنَا السَّاعَةُ ۖ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَأْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ

اور یہ کافر کہتے ہیں ہم پر قیامت نہ آئے گی، آپ فرما دیجئے کہ کیوں نہیں قسم ہے اپنے پروردگار عالم کی وہ ضرور تم پر آئے گی،

الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَآ أَصْغَرُ مِنْ

اس (کے علم) سے کوئی ذرہ برابر بھی غائب نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ کوئی چیز اس (مقدار مذکور) سے چھوٹی ہے اور نہ کوئی چیز

ذٰلِكَ وَلَآ أَكْبَرُ إِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣﴾ لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۚ أُولٰٓئِكَ

(اس سے) بڑی ہے مگر سب کتاب مبین میں (مرقوم) ہے۔تا کہ ان لوگوں کو صلہ (نیک) دے جو ایمان لائے تھے اور انہوں نے نیک کام کئے تھے، ایسے لوگوں

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿٤﴾ وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ

کیلئے مغفرت اور (بہشت میں) عزت کی روزی ہے۔اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کے متعلق کوشش کی تھی ہرانے کیلئے ایسے لوگوں کے واسطے سختی کا

مِّنْ رِّجْزٍ أَلِيْمٌ ﴿٥﴾ وَيَرَى الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ

دردناک عذاب ہوگا۔اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ اس قرآن کو جو کہ آپ کے رب کی طرف سے آپ کے پاس بھیجا گیا ہے ایسا سمجھتے ہیں کہ وہ حق ہے

وَيَهْدِيْٓ إِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴿٦﴾

اور وہ خدائے غالب محمود (کی رضا) کا راستہ بتلاتا ہے۔

وَقَالَ اور کہا (کہتے ہیں)	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	لَا تَأْتِيْنَا ہم پر نہیں آئے گی	السَّاعَةُ قیامت	قُلْ فرما دیں	بَلٰى ہاں		
وَرَبِّيْ قسم میرے رب کی	لَتَأْتِيَنَّكُمْ البتہ تم پر ضرور آئے گی	عٰلِمِ جاننے والا	الْغَيْبِ غیب	لَا يَعْزُبُ پوشیدہ نہیں	عَنْهُ اس سے		
مِثْقَالُ ذَرَّةٍ ایک ذرہ کے برابر	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَلَا اور نہ	فِي الْأَرْضِ زمین میں	وَلَا اور نہ	أَصْغَرُ چھوٹا	مِنْ ذٰلِكَ اس سے	وَلَا اور نہ
أَكْبَرُ بڑا	إِلَّا مگر	فِيْ میں	كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ روشن کتاب	لِيَجْزِيَ تاکہ جزا دے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کو جو ایمان لائے	وَعَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کئے	
الصّٰلِحٰتِ نیک	أُولٰٓئِكَ یہی لوگ	لَهُمْ ان کیلئے	مَغْفِرَةٌ بخشش	وَرِزْقٌ كَرِيْمٌ اور عزت کی روزی	وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو	سَعَوْ انہوں نے کوشش کی	
فِيْٓ اٰيٰتِنَا ہماری آیتوں میں	مُعٰجِزِيْنَ ہرانے کیلئے	أُولٰٓئِكَ یہی لوگ	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ عذاب	مِّنْ سے	رِّجْزٍ أَلِيْمٌ سخت دردناک	
وَيَرَى اور وہ دیکھتے ہیں	الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہیں	أُوْتُوا دیا گیا	الْعِلْمَ علم	الَّذِيْٓ وہ جو کہ	أُنْزِلَ نازل کیا گیا	إِلَيْكَ تمہاری طرف	
مِنْ رَّبِّكَ تمہارے رب کی طرف سے	هُوَ الْحَقَّ وہ حق	وَيَهْدِيْٓ اور وہ رہنمائی کرتا ہے	إِلٰى طرف	صِرَاطِ راستہ	الْعَزِيْزِ غالب	الْحَمِيْدِ سزاوار تعریف	

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ ابتدائی آیات میں حق تعالیٰ کی بعض صفات کمالیہ بیان فرمائی گئی تھیں اور بتلایا گیا تھا کہ اس عالم دنیا میں بھی اور عالم آخرت میں بھی تمام خوبیاں اسی کے لئے ہیں اور ساری حمد وثنا کی سزاوار اسی کی ایک ذات عالی ہے۔ان تمام صفات اور کمالات کا مقتضا یہ تھا کہ اس کو اپنا خالق و مالک سمجھ کر اس کی اطاعت کی جائے اس کی تعریف کی جائے۔اس کی تصدیق کی جائے اور اس سے رحم

ومغفرت کی درخواست کی جائے اور قیامت کا اقرار کیا جائے کیونکہ انکار قیامت میں اول تو تکذیب ہے خدا کی۔ پھر انکار ہے اس کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کا۔ مگر اس کے برخلاف ان آیات میں کفار کی حالت بتلائی جاتی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ قیامت کوئی چیز ہی نہیں اس لئے اس کے آنے کا کوئی خطرہ نہیں۔ اس کے جواب میں فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے اور اپنے پروردگار عالم الغیب کی قسم کھا کر کہہ دیجئے کہ قیامت ضرور آکر رہے گی۔

تمام قرآن کریم میں تین آیتیں ہیں جہاں قیامت کے آنے پر قسم کھا کر بیان فرمایا گیا ہے ایک سورۂ یونس میں جہاں ارشاد ہے وَيَسْتَنْبِئُونَكَ أَحَقٌّ هُوَ قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ (لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ قیامت کا آنا حق ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ ہاں میرے رب کی قسم وہ یقیناً حق ہے اور تم خدا کو مغلوب نہیں کر سکتے) دوسرے یہی سورۂ سبا کی آیات اور تیسرے سورۂ تغابن میں جہاں ارشاد ہے زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ لَنْ يُبْعَثُوا قُلْ بَلَى وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ (کفار کا خیال ہے کہ وہ قیامت کے دن اٹھائے نہ جائیں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ ضرور اور قسم ہے میرے پروردگار کی ضرور تم اٹھائے جاؤ گے۔ پھر جو کچھ تم کر چکے ہو اس کی تم کو خبر دی جائے گی اور یہ اللہ پر بالکل آسان ہے)

تو یہاں بھی کافروں کا انکار قیامت ذکر کر کے جواب تلقین فرمایا گیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ تم مانو یا نہ مانو قیامت آکر رہے گی اور میں اپنے اس رب کی قسم کھا کر جو عالم الغیب ہے کہتا ہوں کہ وہ ضرور آئے گی اور آکر تمہیں اپنی گرفت میں لے گی پھر آگے اسی کی تائید میں بتلایا جاتا ہے کہ وہ خدا جو عالم الغیب ہے جس سے ایک ذرہ کے برابر بھی کوئی چیز آسمانوں یا زمین میں پوشیدہ نہیں۔ سب اس کے علم میں ہے۔ گو ہڈیاں سڑ گل جائیں۔ ان کے ریزے ریزے متفرق ہو جائیں۔ لیکن وہ کہاں ہیں؟ کتنے ہیں؟ وہ سب جانتا ہے اور ان کے جمع کرنے پر قادر بھی ہے۔ اور کوئی چھوٹی بڑی چیز ایسی نہیں کہ جو بوجہ احاطہ علم الٰہی کے کتاب مبین یعنی لوح محفوظ میں مندرج نہ ہو یعنی منکرین آخرت جس وجہ سے مابعد الموت کو بعید از عقل سمجھتے تھے وہ یہ تھی کہ جب انسان مر کر مٹی میں رل مل جائیں اور ان کا ذرہ ذرہ منتشر ہو جائے گا تو کس طرح یہ ممکن ہے کہ یہ بے شمار اجزا پھر سے اکٹھے ہوں اور ان کو جوڑ کر ہم دوبارہ پھر اسی جسم کے ساتھ پیدا کر دیئے جائیں۔ اس شبہ کو یہ بتلا کر رفع کیا گیا کہ ہر ذرہ جو کہیں گیا ہے خدا کے دفتر میں اس کا اندراج موجود ہے اور خدا کو معلوم ہے کہ کیا چیز کہاں گئی ہے اس لئے جب وہ دوبارہ پیدا کرنے کا ارادہ کرے گا تو اسے ایک ایک انسان کے اجزائے جسم کو سمیٹ لانے میں زحمت پیش نہ آئے گی۔ آگے قیامت کے آنے کی غرض و غایت بتلائی جاتی ہے کہ قیامت کا آنا اس لئے ضروری ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کو مانا اور اس کی مرضی کے مطابق نیک کام کئے ان کو اس کا اچھا بدلہ دیا جائے اور انہیں اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں سے مالا مال کرے۔ انہیں اپنی مغفرت سے نوازے اور بہشت میں عزت کی روزی عطا کرے اور جن لوگوں نے دنیا کے اندر اس کوشش میں عمر بسر کی کہ اللہ کی آیتوں کو جھٹلائیں اور ان کے خلاف عمل کریں اور اپنے قول و فعل سے ظاہر کریں کہ (معاذ اللہ) اللہ ہمارا کچھ نہیں کر سکتا انہیں سخت دردناک عذاب دیا جائے اور قیامت کا اس لئے بھی آنا ضروری ہے کہ جنہوں نے دنیا میں اپنی سمجھ سے کام لیا وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ قرآن کی خبریں بالکل صحیح و سچی تھیں اور قرآن نے جس ثواب و عذاب کی خبر دی تھی وہ بالکل حق تھیں۔ اور بیشک قرآن ہی وہ کتاب تھی جو اس زبردست خوبیوں والے خدا تک پہنچانے کا ٹھیک راستہ بتاتی تھی۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ

اور کافر (آپس میں) کہتے ہیں کہ کیا ہم تم کو ایک ایسا شخص بتائیں جو تم کو یہ عجیب خبر دیتا ہے کہ جب تم بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو (اس کے بعد قیامت کو) ضرور تم ایک نئے جنم میں آ ؤ گے۔

اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۚ﴿۷﴾ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

معلوم نہیں اس شخص نے خدا پر جھوٹ بہتان باندھا ہے یا اس کو کسی طرح کا جنون ہے، بلکہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے

بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ﴿۸﴾ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

(وہی) عذاب اور دور دراز گمراہی میں مبتلا ہیں۔تو کیا انہوں نے آسمان اور زمین کی طرف نظر نہیں کی جو ان کے آگے بھی اور ان کے پیچھے (بھی) موجود ہیں،

مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ

اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں، اس (دلیل مذکور) میں (قدرت الہیہ) کی پوری دلیل ہے

السَّمَاۗءِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ﴿۹﴾ ع

(مگر) اس بندہ کیلئے جو متوجہ ہو۔

وَقَالَ اور کہا کہتے ہیں)	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	هَلْ کیا	نَدُلُّكُمْ ہم بتلائیں تمہیں	عَلٰى پر۔کا	رَجُلٍ ایسا آدمی			
يُنَبِّئُكُمْ وہ خبر دیتا ہے تمہیں	اِذَا جب	مُزِّقْتُمْ تم ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے	كُلَّ مُمَزَّقٍ پوری طرح ریزہ ریزہ	اِنَّكُمْ بیشک تم	لَفِيْ البتہ میں			
خَلْقٍ جَدِيْدٍ زندگی نئی	اَفْتَرٰى اس نے باندھا	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	كَذِبًا جھوٹ	اَمْ یا	بِهٖ اسے	جِنَّةٌ جنون	بَلْ بلکہ	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو
لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں رکھتے	بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر	فِي الْعَذَابِ عذاب میں	وَالضَّلٰلِ اور گمراہی	الْبَعِيْدِ دور	اَفَلَمْ يَرَوْا کیا انہوں نے نہیں دیکھا!			
اِلٰى طرف	مَا جو	بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ ان کے آگے	وَمَا اور جو	خَلْفَهُمْ ان کے پیچھے	مِنَ السَّمَاۗءِ آسمان سے	وَالْاَرْضِ اور زمین	اِنْ نَّشَاْ اگر ہم چاہیں	
نَخْسِفْ بِهِمُ انہیں دھنسا دیں	الْاَرْضَ زمین	اَوْ نُسْقِطْ یا گرادیں	عَلَيْهِمْ ان پر	كِسَفًا ٹکڑا	مِنَ السَّمَاۗءِ آسمان سے	اِنَّ بیشک		
	فِيْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰيَةً البتہ نشانی	لِكُلِّ لئے۔ہر	عَبْدٍ بندہ	مُنِيْبٍ رجوع کرنے والا			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار کا انکار قیامت کا ذکر کر کے اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دلوایا گیا تھا اور ساتھ ہی قیامت آنے کی غرض وغایت بھی بیان کی گئی تھی کہ ایمان والوں کو ان کی نیکیوں کا بدلہ ملے وہ مغفرت اور رزق کریم سے نوازے جائیں اور جنہوں نے خدا کی باتوں سے ضد وانکار کیا اور رسولوں کا کہنا نہ مانا انہیں بدترین اور سخت سزائیں دی جائیں۔ پھر

قیامت کی ایک حکمت یہ بھی بیان فرمائی گئی تھی کہ ایماندار بھی قیامت کے دن نیکوں کو جزا اور بدوں کو سزا ہوتے ہوئے دیکھیں گے تو علم الیقین سے عین الیقین حاصل کرلیں گے اور اس وقت کہہ اٹھیں گے کہ ہمارے رب کے رسول ہمارے پاس حق لائے تھے۔تو کفار ومشرکین مکہ جو قیامت کے آنے کو محال جانتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑاتے تھے ان کے بعض کفریہ کلمات کا ذکر

ان آیات میں کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار آپس میں ایک دوسرے سے کہتے ہیں۔لو اور سنو! ہم میں سے ایک صاحب ہیں جو فرماتے ہیں کہ جب ہم مر کر مٹی میں مل جائیں گے اور چورہ چورہ اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اس کے بعد بھی ہم زندہ کئے جاویں گے۔تو بھلا ایسی مہمل بات کون قبول کر سکتا ہے کہ جو دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو یہ جان بوجھ کر اللہ پر جھوٹ لگا رہے ہیں کہ اس نے ایسی خبر دی ہے۔اور اگر یہ بات نہیں تو پھر ان کا دماغ خراب ہے دیوانوں کی سی باتیں کرتے ہیں (العیاذ باللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ دونوں باتیں نہیں یعنی نہ جھوٹ ہے نہ جنون بلکہ خود یہ منکرین عقل و دانش اور صدق و صواب کے راستہ سے بھٹک کر بہت دور جا پڑے ہیں اور بیہودہ بکواس کر کے اپنے کو آفت میں پھنسا رہے ہیں۔فی الحقیقت یہ بڑا عذاب ہے کہ آدمی کا دماغ اس قدر مختل ہو جائے کہ وہ خدا کے پیغمبر کو مفتری یا مجنون کہنے لگے (العیاذ باللہ تعالیٰ) آگے ارشاد ہوتا ہے کہ کیا یہ لوگ اندھے ہو گئے ہیں کہ آسمان و زمین بھی انہیں نظر نہیں آتے جو آگے پیچھے ہر طرف نظر ڈالنے سے نظر آ سکتے ہیں۔ان کو تو یہ بھی مانتے ہیں کہ اللہ نے بنایا ہے۔پھر جس نے بنایا اسے توڑنا کیا مشکل ہے اور جو ایسے عظیم الشان اجسام کو بنا سکتا اور توڑ پھوڑ سکتا ہے اسے انسانی جسم کا بگاڑ دینا اور بنانا کیا مشکل ہوگا۔آخر ان منکرین نے خالق ارض و سما کو کیا سمجھ رکھا ہے کہ مرے ہوئے انسانوں کے دوبارہ پیدا کئے جانے کو اس کی قدرت سے باہر خیال کر رہے ہیں۔جو لوگ مرتے ہیں ان کے جسم پارہ پارہ ہو کر خواہ کتنے ہی منتشر ہو جائیں رہتے تو اسی آسمان زمین کے حدود میں ہیں اس سے کہیں باہر تو نہیں چلے جاتے۔پھر جس خدا کے یہ زمین و آسمان ہیں اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ مٹی پانی اور ہوا میں جو چیز جہاں بھی ہے اسے وہاں سے نکال لائے۔ان منکرین کے جسم میں اب زندہ ہونے کی حالت میں جو کچھ موجود ہے وہ بھی تو اسی کا جمع کیا ہوا ہے اور اسی مٹی۔پانی اور ہوا میں سے نکال کر لایا گیا ہے ان اجزا کی فراہمی اگر آج ممکن ہے تو کل کیوں غیر ممکن ہو جائے گی؟ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار و منکرین اسی کے آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر رہ کر ایسے گستاخانہ کلمات زبان سے نکالتے ہیں حالانکہ خدا چاہے تو ابھی ان کو زمین میں دھنسا کر یا آسمان سے ایک ٹکڑا گرا کر نیست و نابود کر دے اور قیامت کا چھوٹا سا نمونہ دکھلا دے۔آگے بتلایا جاتا ہے کہ جو بندے عقل و انصاف سے کام لے کر اللہ کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور اخلاص کے ساتھ خدا سے طالب ہدایت ہوئے ہیں ان کے لئے اسی آسمان و زمین میں بڑی بھاری نشانی موجود ہے۔وہ اس منتظم اور پر حکمت نظام کو دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ ضرور یہ ایک دن کسی اعلیٰ اور اکمل نتیجہ پر پہنچنے والا ہے جس کا نام دار الآخرۃ ہے۔یہ تصور کر کے وہ بیش از بیش اپنے مالک و خالق کی طرف جھکتے ہیں اور جو آسمانی و زمینی نعمتیں ان کو پہنچتی ہیں تہہ دل سے اس کے شکر گزار ہوتے ہیں۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو دین و ایمان کی باتوں پر یقین کامل نصیب فرماویں اور ہر طرح کی گمراہی و شک و شکوک سے ہماری حفاظت فرمائیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں ہر حال میں اپنی طرف متوجہ ہونے والے بندوں میں شامل رکھیں اور حق کی طلب کے ساتھ حق کا اتباع کامل بھی نصیب فرمائیں۔یا اللہ! کفار و مشرکین تو قیامت و آخرت کے پہلے بھی منکر رہے اور اب بھی ہیں۔مگر افسوس اور تعجب تو ان پر ہے جو باوجود مسلمان کہلانے کے آخرت سے بالکل غافل ہیں۔اور شب و روز آپ کی نافرمانی میں لگے ہوئے ہیں۔

یا اللہ! ہمیں جب اسلام کی دولت سے نوازا ہے تو دین حق پر استقامت بھی نصیب فرما۔اور فکر آخرت کے ساتھ زندہ رہنا نصیب فرما۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۭ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۝ ۱۰

اور ہم نے داوٗد کو اپنی طرف سے بڑی نعمت دی تھی، اے پہاڑو! داوٗد کے ساتھ بار بار تسبیح کرو اور پرندوں کو بھی حکم دیا، اور ہم نے اُن کے واسطے لوہے کو نرم کر دیا۔

اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ ۱۱

(اور یہ حکم دیا) کہ تم پوری زرہیں بناؤ (اور کڑیوں کے) جوڑنے میں اندازہ رکھو اور تم سب نیک کام کیا کرو، میں تمہارے سب کے اعمال دیکھ رہا ہوں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا اور تحقیق ہم نے دیا	دَاوٗدَ داوٗد	مِنَّا اپنی طرف سے	فَضْلًا فضل	يٰجِبَالُ اے پہاڑو	اَوِّبِيْ تسبیح کرو	مَعَهٗ اس کیساتھ	
وَالطَّيْرَ اور پرندو	وَاَلَنَّا اور ہم نے نرم کردیا	لَهُ اس کے لئے	الْحَدِيْدَ لوہا	اَنِ کہ	اعْمَلْ بناؤ	سٰبِغٰتٍ کشادہ زرہیں	وَقَدِّرْ اور اندازرکھو
فِي السَّرْدِ (کڑیوں کے) جوڑنے میں	وَ اور	اعْمَلُوْا عمل کرو	صَالِحًا اچھے	اِنِّىْ بیشک	بِمَا تَعْمَلُوْنَ تم جو کچھ کرتے ہو اسکو	بَصِيْرٌ دیکھ رہا ہوں	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار کا قول نقل فرمایا گیا تھا جو کہتے تھے کہ مر کر دوبارہ قیامت میں زندہ ہونا ایک محال امر ہے۔ ان کے قول کا رد فرماتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہوا تھا کہ ان منکرین کو قدرت الٰہیہ کی دلیل دیکھنے کے لئے آسمان اور زمین پر نظر کرنی چاہئے مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا گیا تھا کہ اس آسمان و زمین میں دلیل تو موجود ہے مگر اس بندہ کے لئے جو خدا کی طرف متوجہ بھی ہو اور حق کی طلب بھی ہو۔ تو اس میں اللہ کی طرف متوجہ ہونے والے بندوں کی فضیلت کا اجمالاً ذکر تھا۔ آگے اسی کی تفصیل کے لئے بعض اعلیٰ درجہ کے منیب حضرات یعنی داوٗد و سلیمان علیہما السلام کا قصہ بیان فرمایا جاتا ہے تاکہ انابت یعنی اللہ کی طرف متوجہ ہونے کا سرمایۂ سعادت ہونا معلوم ہوا اور ہر شخص اپنی استعداد کے موافق اس سے بہرہ ور ہو۔ نیز اس قصہ میں منکرین قیامت کا بھی اس طرز پر جواب ہے کہ جب خدائے برتر اپنے کسی بندے کے لئے پہاڑوں کو مسخر کر سکتا ہے اور لوہے کو موم کی طرح نرم بنا سکتا ہے۔ تو کیا وہ خدائے قادر انسانی ہڈیوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں۔

پہلے حضرت داوٗد علیہ السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور پھر ان کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور ان دو حضرات کا ذکر اس وجہ سے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زبردست دنیوی شوکت و حشمت اور حکومت و سلطنت بھی عطا کی تھی اور ساتھ ہی بنی اسرائیل کے اولوالعزم انبیاء میں سے تھے مگر باوجود دین و دنیا کی ظاہری و باطنی نعمتوں کے جمع ہونے کے منعم حقیقی کے شکر سے غافل نہیں ہوئے اور اگر کسی وقت ذرا غفلت ہوئی تو سجدہ میں گر گئے اور استغفار کرنے لگے۔

ان آیات میں حضرت داوٗد علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا اور بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے داوٗد علیہ السلام کو بڑی نعمتیں دی تھیں۔ حضرت داوٗد علیہ السلام کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔ آپ کا زمانہ قریب ایک ہزار سال قبل مسیح کا ہے۔ کتب سیر میں لکھا ہے کہ حضرت داوٗد علیہ السلام ابتدا میں بنی اسرائیل کے لشکر میں بحیثیت ایک سپاہی کے ملازم تھے اس وقت کوئی بظاہر نمایاں شخصیت آپ کی نہ تھی۔ نہ شجاعت و بہادری میں کوئی خاص شہرت تھی۔ عمالقہ اور بنی اسرائیل میں جنگ ہوئی تو دشمنوں کی فوج کا سردار اس زمانہ کا مشہور جنگ آزما اور زبردست پہلوان جالوت تھا کہ جس کے نام سے لوگ کانپ اٹھتے تھے۔ اسرائیلیوں کو اس سے مقابلہ میں پس پیش ہو رہا تھا تو حضرت داوٗد علیہ السلام نے طالوت سے جو بنی اسرائیل کے حاکم اور فرمانروا تھے اجازت چاہی کہ جالوت کے مقابلہ کے لئے ان کو موقع دیا جائے۔ طالوت نے کہا کہ تم ابھی ناتجربہ کار جوان ہو اس لئے تمہارا جالوت سے مقابلہ ٹھیک نہیں۔ مگر حضرت داوٗد کا اصرار بڑھتا رہا اور آخر کار طالوت نے اجازت

دے دی۔ حضرت داؤد مقابلہ کے لئے آگے بڑھے اور جالوت کو للکارا۔ جالوت نے ایک نوجوان کو مقابل سمجھا تو حقیر سمجھ کر زیادہ توجہ نہ دی مگر جب دونوں کے درمیان نبرد آزمائی شروع ہوگئی تو اب جالوت کو حضرت داؤد کی بے پناہ شجاعت کا اندازہ ہوا۔ داؤد علیہ السلام نے لڑتے لڑتے اپنی گوپھن سنبھالی اور تاک کر پے در پے تین پتھر اس کے سر پر مارے اور جالوت کا سر پاش پاش کر دیا اور پھر آگے بڑھ کر اس کی گردن کاٹ لی۔ جالوت کے قتل کے بعد جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور بنی اسرائیل کی جنگ جارحانہ حملہ میں تبدیل ہوگئی اور بنی اسرائیل فاتح و کامران ہو کر لوٹے۔ اس واقعہ نے حضرت داؤد کی شجاعت کا سکہ دوست دشمنوں دونوں کے قلوب پر بٹھا دیا اور آپ بنی اسرائیل میں ہر دلعزیز ہوگئے اور آپ کی شخصیت بہت نمایاں اور ممتاز نظر آنے لگی۔ بعض اسرائیلی روایت میں یہ بھی ہے کہ جالوت کی زبردست طاقت اور بنی اسرائیل کے اس کے مقابل ہونے میں جھجک کو دیکھ کر طالوت نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے گا اس سے اپنی بیٹی کی شادی کروں گا اور اس کو حکومت میں بھی حصہ دار بناؤں گا چنانچہ جب حضرت داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا تو طالوت نے وفائے عہد کے پیش نظر اپنی لڑکی سے شادی کر دی اور حکومت میں بھی حصہ دار بنا لیا حضرت داؤد کے ساتھ بنی اسرائیل کی بڑھتی ہوئی محبت کا نتیجہ یہ نکلا کہ طالوت کی موجودگی میں ہی یا اس کی موت کے بعد عنان حکومت حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں آگئی اور اس عرصہ میں آپ پر خدا کا ایک زبردست انعام یہ ہوا کہ آپ منصب نبوت و رسالت سے بھی سرفراز فرمائے گئے اس طرح آپ صاحب تخت و تاج بھی تھے اور خدا کے پیغمبر اور رسول بھی۔ اس طرح حضرت داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت کی خدمت بھی سرانجام دیتے اور ان کی اجتماعی زندگی کی نگرانی کا فرض بھی ادا فرماتے بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت کے لئے اصل کتاب توراۃ تھی جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی لیکن حالات و واقعات اور زمانہ کے تغیرات کے پیش نظر حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی خدا کی جانب سے زبور عطا ہوئی جو توراۃ کے قوانین و اصول کے اندر رہ کر اسرائیلی گروہ کی ہدایت کے لئے بھیجی گئی تھی۔

حضرت داؤد علیہ السلام خدائے تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس میں بہت زیادہ مصروف رہتے تھے اور اس قدر خوش الحان تھے کہ جب زبور پڑھتے یا خدا کی تسبیح و تہلیل میں مشغول ہوتے تو ان کے وجد آفریں نغموں سے نہ صرف انسان بلکہ وحوش و طیور وجد میں آجاتے اور آپ کے اردگرد جمع ہو کر اللہ کی تسبیح اور حمد کرنے لگتے اور انسان و حیوان ہی نہیں بلکہ پہاڑ بھی خدا کی حمد میں گونج اٹھتے اور اللہ کے ذکر میں باآواز بلند مشغول ہو جاتے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حسن صوت یعنی خوش آوازی کا معجزہ عطا فرمایا تھا اور ان کا خصوصی شرف و امتیاز یہ تھا کہ جب وہ صبح و شام خدا کی حمد و ثنا کرتے تو وحشی جانور اور چرند پرند اور پہاڑ بھی آپ کے ساتھ بلند آواز سے خدا کی تسبیح و تقدیس کرتے اور وہ سب ایک دوسرے کی تسبیح و تحمید کو سنتے۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام باوجود بادشاہی کے سلطنت و مملکت کے مالیہ میں سے ایک حبہ نہیں لیتے اور اپنا اور اہل و عیال کی معاش کا بار بیت المال پر نہیں ڈالتے تھے بلکہ اپنی محنت اور ہاتھ کی کمائی سے حلال روزی حاصل کرتے اور اسی کو ذریعہ معاش بناتے تھے چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے اس وصف کو ایک حدیث صحیح میں ان الفاظ کے ساتھ سراہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی انسان کا بہترین رزق اس کے اپنے ہاتھ کی محنت سے کمایا ہوا رزق ہے اور بے شبہ اللہ کے پیغمبر داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے محنت سے روزی کماتے تھے۔ مفسر علامہ ابن کثیرؒ نے ابن عساکر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام بھیس بدل کر نکلا کرتے تھے اور رعایا کے لوگوں سے مل کر ان سے اور باہر کے آنے جانے والوں سے دریافت فرماتے کہ داؤد کیسا آدمی ہے۔ لیکن ہر شخص کو

تعریفیں کرتا ہوا ہی پاتے۔ کسی سے کوئی بات اپنی نسبت قابل اصلاح نہ سنتے۔ ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو انسانی صورت میں نازل فرمایا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی ان سے بھی ملاقات ہوئی تو جیسے اوروں سے پوچھتے تھے ان سے بھی سوال کیا۔ انہوں نے کہا کہ داؤد ہیں تو اچھے آدمی لیکن ایک کمی ان میں نہ ہوتی تو کامل بن جاتے۔ آپ نے بڑی رغبت سے پوچھا کہ وہ کیا؟ تو اس فرشتہ جو بہ شکل انسان تھا کہا کہ وہ اپنا بوجھ رعیت کے بیت المال پر ڈالے ہوئے ہیں۔ خود بھی اس میں سے لے لیتے ہیں اور اہل وعیال کو بھی اس میں سے کھلاتے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے دل میں یہ بات گڑ گئی کہ یہ شخص ٹھیک کہتا ہے۔ اسی وقت جناب باری کی طرف جھک پڑے اور گریہ وزاری کے ساتھ دعائیں کرنے لگے کہ خدایا مجھے کوئی ایسا کام سکھا دے کہ جس سے میں اتنا حاصل کرلیا کروں کہ وہ مجھے اور میرے بال بچوں کو کافی ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاء قبول فرمائی اور آپ کو زرہ بنانا سکھادی اور اپنی رحمت سے لوہے کو آپ کے لئے بالکل نرم کردیا گیا۔ نہ لوہے کو بھٹی میں ڈالنے کی ضرورت نہ ہتھوڑے مارنے کی حاجت ہاتھ میں آتے ہی ایسا نرم ہوجاتا جیسا موم۔ لکھا ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے آپ ہی نے زرہ بنانا ایجاد کی۔ ایک زرہ بنا کر آپ فروخت فرماتے اور اس کی قیمت کے تین حصہ کرلیتے۔ ایک حصہ اپنے کھانے پینے وغیرہ کے لئے۔ ایک حصہ صدقہ کے لئے اور ایک حصہ رکھ چھوڑتے تاکہ دوسری زرہ بنانے تک اللہ کے بندوں کو دیتے رہیں۔

ان آیات کے تحت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ آیات مذکورہ سے ثابت ہوا کہ اشیاء ضرورت کی ایجاد وصنعت ایسی اہم چیز ہے کہ حق تعالیٰ نے خود اس کی تعلیم دینے کا اہتمام فرمایا۔ اور اپنے عظیم الشان پیغمبروں کو سکھلایا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو زرہ سازی کی صنعت سکھانا انہی آیات سے ثابت ہوا۔ حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کی صنعت اسی طرح سکھائی گئی تھی۔ اسی طرح بعض دوسرے انبیاء علیہم السلام کو بھی مختلف صنعتیں سکھانا بعض روایات سے ثابت ہے (معارف القرآن جلد ۷) پھر انہی آیات کے تحت حضرت مفتی صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے اس طرز عمل سے کہ اپنے اعمال و عادات کے متعلق لوگوں کی رائیں بے تکلف آزادانہ معلوم کرنے کا اہتمام فرماتے تھے یہ ثابت ہوا کہ اپنے عیوب چونکہ آدمی کو خود معلوم نہیں ہوتے اس لئے دوسروں سے تحقیق کرنا چاہئے۔ حضرت امام مالکؒ بھی اس کا اہتمام فرماتے تھے کہ یہ معلوم کریں کہ عام لوگ ان کے بارہ میں کیا رائے رکھتے ہیں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں بھی اپنی عطا کردہ دینی ودنیوی نعمتوں پر صحیح شکرگزاری کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ہر حال میں ہمیں اپنی طرف رجوع اور متوجہ رہنے کی دولت نصیب فرمائیں۔

یااللہ! ہمیں بھی حلال روزی کمانے اور اکل حلال کھانے کی توفیق مرحمت فرما اور اعمال صالحہ کرنے کی سعادت نصیب فرما۔ یااللہ اپنے ذکر وفکر اور حمد وتسبیح کی نعمت ہم سب کو عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۗ وَمِنَ

اور سلیمان علیہ السلام کیلئے ہوا کو مسخر کردیا کہ اس (ہوا) کی صبح کی منزل ایک مہینہ بھر کی (راہ) ہوتی اور اس کی شام کی منزل ایک مہینہ بھر کی (راہ) ہوتی اور ہم نے ان کیلئے تانبے کا چشمہ بہادیا

الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۗ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ

اور جنات میں بعضے وہ تھے جو ان کے آگے کام کرتے تھے اُن کے رب کے حکم سے، اور ان میں سے جو شخص ہمارے حکم سے سرتابی کرے گا ہم اس کو (آخرت میں)

عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۱۲﴾ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ

دوزخ کا عذاب چکھادیں گے۔ وہ جنات اُن کیلئے وہ وہ چیزیں بناتے ہیں جو اُن کو (بنوانا) منظور ہوتا بڑی بڑی عمارتیں اور مورتیں اور لگن جیسے حوض اور دیگیں جو

وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۗ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۗ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ

ایک ہی جگہ جمی رہیں، اے داؤدؑ کے خاندان والو تم سب شکریہ میں نیک کام کیا کرو، اور میرے بندوں میں شکرگذار کم ہی ہوتے ہیں۔ پھر جب ہم نے اُن پر

الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ

موت کا حکم جاری کردیا تو کسی چیز نے اُن کے مرنے کا پتہ نہ بتلایا مگر گھن کے کیڑے نے کہ وہ سلیمانؑ کے عصا کو کھاتا تھا، سو جب وہ گر پڑے

الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۱۴﴾

تب جنات کو حقیقت معلوم ہوئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلت کی مصیبت میں نہ رہتے۔

وَلِسُلَيْمٰنَ اور سلیمان کے لئے	الرِّيْحَ ہوا	غُدُوُّهَا اسکی صبح کی منزل	شَهْرٌ ایک ماہ	وَرَوَاحُهَا اور شام کی منزل	شَهْرٌ ایک ماہ		
وَاَسَلْنَا لَهٗ اورہم نے بہایا اس کیلئے	عَيْنَ الْقِطْرِ تانبے کا چشمہ	وَمِنَ اور سے	الْجِنِّ جن	مَنْ يَّعْمَلُ وہ کام کرتے	بَيْنَ يَدَيْهِ اس کے سامنے		
بِاِذْنِ اِذن (حکم) سے	رَبِّهٖ اسکے رب کے	وَمَنْ اور جو	يَّزِغْ کجی کرے گا	مِنْهُمْ ان میں سے	عَنْ اَمْرِنَا ہمارے حکم سے		
نُذِقْهُ ہم اس کو چکھائیں گے	مِنْ سے۔کا	عَذَابِ عذاب	السَّعِيْرِ آگ (دوزخ)	يَعْمَلُوْنَ وہ بناتے	لَهٗ اس کیلئے	مَا يَشَآءُ جو وہ چاہتے	
مِنْ سے	مَّحَارِيْبَ بڑی عمارتیں (قلعے)	وَتَمَاثِيْلَ اور تصویریں	وَجِفَانٍ اور لگن	كَالْجَوَابِ حوض جیسے	وَ اور	قُدُوْرٍ دیگیں	رّٰسِيٰتٍ ایک جگہ جمی ہوئی
اِعْمَلُوْا تم عمل کرو	اٰلَ دَاوٗدَ اے خاندانِ داؤد	شُكْرًا شکر بجالاکر	وَقَلِيْلٌ اور تھوڑے	مِّنْ سے	عِبَادِيَ میرے بندے	الشَّكُوْرُ شکر گزار	
فَلَمَّا پھر جب ہم نے	قَضَيْنَا حکم جاری کیا	عَلَيْهِ اس پر	الْمَوْتَ موت	مَا دَلَّهُمْ انہیں پتہ نہ دیا	عَلٰى مَوْتِهٖٓ اس کی موت کا	اِلَّا مگر	
دَآبَّةُ الْاَرْضِ گھن کا کیڑا	تَاْكُلُ وہ کھاتا تھا	مِنْسَاَتَهٗ اس کا عصا	فَلَمَّا پھر جب	خَرَّ وہ گر پڑا	تَبَيَّنَتِ حقیقت کھلی	الْجِنُّ جن	اَنْ اگر
لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وہ جانتے ہوتے	الْغَيْبَ غیب	مَا لَبِثُوْا وہ نہ رہتے	فِي میں	الْعَذَابِ عذاب	الْمُهِيْنِ ذلت		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت داؤد علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں نازل فرمائی تھیں ان کا ذکر فرما کر حضرت داؤد علیہ السلام اور آپ کے متعلقین کو حکم ہوا تھا کہ تمہیں بھی چاہئے کہ نیک اعمال کرتے رہو اور میرے فرمان کا ذرا خلاف نہ کرو کیونکہ یہ بہت ہی بے جابات

ہے کہ جس کے اتنے بڑے اور بے پایاں احسان ہوں پھر اس کی فرمانبرداری ترک کردی جائے پھر جبکہ اللہ تعالیٰ تمام اعمال کا نگراں بھی ہے کہ کوئی چھوٹا یا بڑا عمل اس سے پوشیدہ نہیں۔

اب داؤد علیہ السلام کے بعد آپ کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام پر جو نعمتیں نازل فرمائی تھیں ان کا بیان ان آیات میں ہورہا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر پہلے بھی سورۂ انبیاء اور سورۂ نمل میں آچکا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا جب انتقال ہوا تو حضرت سلیمان علیہ السلام سن رشد کو پہنچ چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت وحکومت دونوں میں حضرت داؤد علیہ السلام کا جانشین بنادیا اور اس طرح فیضان نبوت کے ساتھ ساتھ اسرائیلی حکومت بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے قبضہ میں آگئی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے بعض خصوصیات وامتیازات سے نوازا اور اپنی نعمتوں میں سے بعض ایسی نعمتیں عطا فرمائیں جو آپ کے لئے طغرائے امتیاز بنیں۔

یہاں ان آیات میں جن انعامات کا ذکر فرمایا گیا اس میں پہلا انعام تسخیر ریاح کا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے مسخر کردیا تھا اور وہ آپ کے زیر فرمان کردی گئی تھی۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب چاہتے تو صبح کو ایک مہینہ کی مسافت اور شام کو ایک مہینہ کی مسافت کی مقدار سفر فرمالیتے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت شاہی جس پر آپ مع اہل دربار کے سوار ہوتے۔ فضا میں مثل ہوائی جہاز کے اڑتا ہوا اس کو شام سے یمن اور یمن سے شام لے جاتی اور اس طرح ایک ماہ کی مسافت ہوا کے ذریعہ تھوڑی دیر میں طے ہوتی تھی۔

بعض مفسرین نے حضرت حسن بصریؒ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ تسخیر ہوا کا معجزہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس عمل کے صلہ میں عطا ہوا تھا کہ ایک روز وہ اپنے گھوڑوں کے معائنہ میں مشغول تھے اس میں ایسی مشغولیت ہوئی کہ آپ کی عصر کی نماز کا وقت ختم ہوگیا اور نماز قضا ہوگئی۔ جب تنبہ ہوا کہ گھوڑے اس غفلت کا سبب ہوئے تھے تو اس سبب غفلت کو ختم کرنے کیلئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان گھوڑوں کو ذبح کر کے قربان کردیا کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں گائے بیل کی طرح گھوڑے کی قربانی بھی جائز تھی چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی سواری کے جانور قربان کردیئے اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے بہتر سواری عطا فرمادی۔ یہ گھوڑوں کے قربان کرنے کی تفصیل سورۂ ص ۲۳ویں پارہ میں ذکر فرمائی گئی ہے۔

دوسری نعمت یہاں یہ بیان فرمائی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہادیا تھا یعنی زمین سے ایک چشمہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے پھوٹ نکلا تھا جس میں سے پانی کے بجائے پگھلا ہوا تانبہ بہتا تھا۔ اس پگھلے ہوئے تانبہ کو سانچوں میں ڈال کر جنات بڑے بڑے برتن تیار کرتے تھے جن میں ایک لشکر کا کھانا پکتا اور کھلایا جاتا۔ پھر چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے عظیم الشان عمارات اور پرشوکت قلعوں کی تعمیر کرائی۔ اور ایسی تعمیرات کے استحکام کے لئے ضرورت تھی کہ گارے چونے کی بجائے پگھلی ہوئی دھات گارے کی طرح استعمال کی جائے۔ لیکن اس قدر کثیر مقدار میں یہ کیسے میسر آئے۔ حق تعالیٰ نے اس ضرورت کو اس طرح حل کردیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ مرحمت فرمادیا۔

تیسری نعمت یہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے جنات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کردیا تھا۔ جنات جیسی طاقت ور قوم حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے معمولی قلیوں اور خدمت گاروں کی طرح آپ کے کام میں لگے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ جنات سلیمان علیہ السلام کی اطاعت کریں۔ ذرا سرکشی کی تو آگ میں پھونک دیا جائے گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ان جنات سے بڑے بڑے محل۔ مسجدیں۔ اور قلعے

تعمیر کراتے اور مجسمے بنواتے۔اور تانبہ کے بڑے بڑے لگن جیسے حوض یا تالاب اور بڑی بڑی دیگیں جو اپنی جگہ سے نہ ہل سکتی تھیں یہ جنات بناتے۔تو حضرت داؤد علیہ السلام کے کنبے اور گھرانے کو ان عظیم الشان انعامات و احسانات کو یاد دلا کر حق تعالیٰ حکم فرماتے ہیں اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا اے داؤد کے خاندان والو یعنی حضرت سلیمان اور ان کے متعلقین تم سب ان نعمتوں کے شکریہ میں نیک کام کیا کرو یعنی محض زبان سے نہیں بلکہ عمل سے وہ کام کرو جن سے حق تعالیٰ کی شکر گزاری ٹپکتی ہو۔حدیث میں حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت آئی ہے کہ جب یہ آیت اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ممبر پر تشریف لائے اور اس آیت کو تلاوت فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ تین کام ایسے ہیں کہ جو شخص ان کو پورا کرلے تو جو فضیلت آلِ داؤد کو عطا کی گئی تھی وہ اس کو بھی مل جائے گی۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ تین کام کیا ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ رضا اور غضب کی دونوں حالتوں میں انصاف پر قائم رہنا۔اور غنا اور فقر کی دونوں حالتوں میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کرنا اور خفیہ اور علانیہ دونوں حالتوں میں اللہ سے ڈرنا۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ احسان تو خدا کم وبیش سب ہی پر کرتا ہے لیکن پورے شکر گزار بندے بہت تھوڑے ہیں۔یہاں جو شکر گزاری کا حکم عمل کے ذریعہ سے ظاہر کرنے کا حکم دیا گیا تو اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص حق تعالیٰ کے انعامات و احسانات محض زبان سے مانتا ہو مگر اس کی نعمتوں کو اس کی مرضی کے خلاف استعمال کرتا ہو تو یہ زبانی شکر بے معنی ہے۔اصل شکر گزار بندہ وہی ہے جو زبان سے بھی نعمت کا اعتراف کرے اور اس کے ساتھ منعم کی عطا کردہ نعمتوں سے وہی کام لے جو منعم حقیقی کے مرضی کے مطابق ہو۔

حضرت شاہ عبدالقادر مفسر و محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر ایسے عظیم الشان احسانات کئے اور پھر یہاں تک فرمایا کہ اس بے انتہا دولت و ثروت کے صرف وخرچ اور داد و دہش پر تم سے کوئی باز پرس بھی نہیں مگر ان تمام باتوں کے باوجود حضرت سلیمان علیہ السلام اس دولت وحکومت کو مخلوق خدا کی خدمت کے لئے ''امانت الٰہی'' سمجھ کر ایک حبہ اپنی ذات پر صرف نہیں فرماتے بلکہ اپنی روزی ٹوکریاں بنا کر حاصل کرتے تھے۔یہ تھی عمل سے حق تعالیٰ کی کامل شکر گزاری۔

الغرض یہ تو زندگی کے احسانات تھے اب آگے موت کے بعد کا ایک احسان بیان فرمایا جاتا ہے۔حضرت سلیمان علیہ السلام جنات کے ہاتھوں بیت المقدس تعمیر کرا رہے تھے اور جنات کی ایک بہت بڑی جماعت اس عظیم الشان عمارت بنانے میں مصروف تھی کہ سلیمان علیہ السلام کو پیغام اجل آ پہنچا۔جب معلوم ہوا کہ میری موت آ پہنچی تو جنات کو تعمیر کا نقشہ بتا کر آپ ایک شیشہ کے مکان میں دروازہ بند کر کے عبادت الٰہی میں مشغول ہوگئے جیسا کہ آپ کی عادت تھی کہ مہینوں خلوت میں رہ کر عبادت کیا کرتے تھے۔اسی حالت میں فرشتہ نے روح قبض کرلی اور آپ کی نعش مبارک لکڑی کے سہارے کھڑی رہی کسی کو آپ کی وفات کا احساس نہ ہوسکا۔وفات کے بعد مدت تک جنات بدستور تعمیر کرتے رہے۔جب تعمیر پوری ہوگئی تو جس عصا پر ٹیک لگا رکھی تھی گھن کے کیڑے کے کھانے سے وہ عصا ٹوٹ گیا تب نعش مبارک گر پڑی۔ اس وقت سب کو وفات کا حال معلوم ہوا۔تب جنات کو بھی علم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا عرصہ ہوا انتقال ہوگیا تھا اور وہ افسوس کرنے لگے کہ ہم نہ معلوم کرسکے اور کاش کہ ہم علم غیب رکھتے تو عرصہ تک اس مشقت و محنت میں نہ پڑے رہتے جس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے خوف سے مبتلا رہے۔اگر ہمیں علم ہوجاتا تو ہم اس سے بہت پہلے آزاد ہوگئے ہوتے اور حضرت سلیمان کی وفات کو محسوس کرتے ہی کام چھوڑ دیتے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا

14 ہے کہ مشرکین عرب جنات کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتے تھے اور یہ مشرکین جنات کو عالم الغیب جانتے تھے اور غیب کی باتیں جاننے کے لئے ان کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں اسی عقیدہ کی تردید میں بھی یہ واقعہ سنادیا جس سے جنات کی غیب دانی کی حقیقت کھل گئی اور ان کے معتقد مشرکین کو بھی پتہ لگ گیا کہ اگر انہیں غیب کی خبر ہوتی تو اس ذلت آمیز تکلیف میں کیوں پڑے رہتے۔

یہاں ان آیات میں کچھ ان کاموں کی بھی تفصیل ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام جنات سے لیتے تھے۔ ان کاموں میں جنات سے مجسمے ۔ مورتیں اور تصاویر بھی بنوانا تھا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں جان داروں کے مجسمے اور تصاویر بنانا اور استعمال کرنا جائز تھا مگر شریعت اسلامیہ میں جانداروں کے مجسمے ۔ مورتیں اور تصاویر بنانا اور استعمال کرنا حرام ہے اور ان کی سخت ممانعت ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ پچھلی امتوں میں جانداروں کی تصاویر اور مجسمے بت پرستی کا ذریعہ بن گئیں۔ شریعت اسلامیہ کو چونکہ اللہ تعالیٰ کو قیامت تک قائم رکھنا تھا اس لئے اس شریعت میں اس کا خاص اہتمام کیا گیا کہ جس طرح حرام چیزوں اور معاصی کو حرام وممنوع کیا گیا ہے اسی طرح ان کے ذرائع اور اسباب قریبہ کو بھی حرام کردیا گیا ہے۔ اصل جرم عظیم شرک و بت پرستی ہے اس کی ممانعت ہوئی تو جن راستوں سے بت پرستی آسکتی تھی ان کو بھی حرام اور ممنوع قرار دیا گیا۔ اسی طرح مثلاً شراب نوشی حرام کی گئی تو اس کی خرید وفروخت۔ اس کا لانا لے جانا۔ اس کی مزدوری اس کا بنانا سب حرام کردیا گیا۔ جو شراب نوشی کے ذرائع ہیں۔ الغرض ذی روح کی تصاویر کا بنانا اور استعمال کرنا ہماری شریعت میں حرام کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ متواترہ سے اس کی حرمت ثابت ہے۔ جس کے احکام تفصیل سے علماء نے مستقل تصانیف میں جمع کردیئے ہیں۔ یہ وضاحت یہاں اس لئے عرض کی گئی کہ آج کل تصاویر کے بنانے اور اس کے استعمال کرنے کا گناہ وبائے عام کی طرح پھیلا ہوا ہے۔ جبکہ احادیث میں اس پر شدید وعیدیں آئی ہیں۔ مثلاً صحیح بخاری و مسلم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ قیامت کے روز سب سے زیادہ سخت عذاب میں تصویر بنانے والے ہوں گے اور صحیحین ہی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مصور جہنم میں جائے گا۔ اور بعض روایات حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویر بنانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس لعنت سے مسلمانوں کو بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

الغرض یہاں تک حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام یعنی اللہ تعالیٰ کے دو خاص منیب اور شاکر بندوں کا ذکر ہوا کہ جن کو نبوت ورسالت کے علاوہ ایسی دنیاوی سلطنت و بادشاہت نصیب ہوئی کہ جس کی نظیر نہیں مگر یہ دونوں کیسے خدا کے پسندیدہ اور برگزیدہ بندے تھے کہ باوجود اس بے مثال بادشاہت کے شب و روز خدا کی نعمتوں کے شکر گزار رہے۔ خدا کی طرف خاص طور پر متوجہ اور ملتفت ہوئے تو اللہ نے بھی کیسی کیسی نعمتوں سے نوازا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو جو دین اور دنیا کی نعمتیں عطا فرمائی ہیں اس پر ہم کو حقیقی شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنی مرضیات کے موافق ان تمام نعمتوں کو استعمال کرنے کی سعادت عطا فرمائیں۔ یا اللہ شریعت مطہرہ کی ہم کو ظاہراً وباطناً پابندی نصیب فرما اور ہر منکر و معصیت سے بچنے کی ہمت وتوفیق عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ

سبا (کے لوگوں کیلئے) اُن کے وطن میں نشانیاں موجود تھیں، دو قطاریں تھیں باغ کے دائیں اور بائیں اپنے رب کا رزق کھاؤ

رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ

اور اس کا شکر کرو، (کہ رہنے کو) عمدہ شہر اور بخشنے والا پروردگار۔ سو انہوں نے سرتابی کی تو ہم نے ان پر بند کا سیلاب چھوڑ دیا

وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿۱۶﴾ ذٰلِكَ

اور ہم نے اُن کے اُن دورویہ باغوں کے بدلے اور دو باغ دیدیئے جن میں یہ چیزیں رہ گئیں بدمزہ پھل اور جھاؤ اور قدرے قلیل بیری۔ اُن کو یہ سزا ہم نے

جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ۭ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿۱۷﴾

اُن کی ناسپاسی کے سبب دی، اور ہم ایسی سزا بڑے ناسپاس ہی کو دیا کرتے ہیں۔

لَقَدْ كَانَ البتہ تھی	لِسَبَاٍ (قوم) سبا کیلئے	فِيْ میں	مَسْكَنِهِمْ اُن کی آبادی	اٰيَةٌ ایک نشانی	جَنَّتٰنِ دو باغ	عَنْ يَّمِيْنٍ دائیں سے	
وَّشِمَالٍ اور بائیں	كُلُوْا تم کھاؤ	مِنْ سے	رِّزْقِ رَبِّكُمْ اپنے رب کے رزق	وَاشْكُرُوْا اور شکر ادا کرو	لَهٗ اس کا	بَلْدَةٌ شہر	طَيِّبَةٌ پاکیزہ
وَّرَبٌّ اور پروردگار	غَفُوْرٌ بخشنے والا	فَاَعْرَضُوْا پھر انہوں نے موڑ لیا	فَاَرْسَلْنَا تو ہم نے بھیجا	عَلَيْهِمْ ان پر	سَيْلَ الْعَرِمِ سیلاب بند سے (رکا ہوا)		
وَبَدَّلْنٰهُمْ اور ہم نے انہیں بدل دیئے	بِجَنَّتَيْهِمْ انکے دو باغوں کے بدلے	جَنَّتَيْنِ دو باغ	ذَوَاتَيْ والے	اُكُلٍ میوہ	خَمْطٍ بدمزہ	وَّاَثْلٍ اور جھاؤ	
وَّشَيْءٍ اور کچھ	مِّنْ سِدْرٍ بیریاں	قَلِيْلٍ تھوڑی	ذٰلِكَ یہ	جَزَيْنٰهُمْ ہم نے انکو سزا دی	بِمَا اس کے سبب جو	كَفَرُوْا انہوں نے ناشکری کی	
وَهَلْ اور نہیں	نُجٰزِيْٓ ہم سزا دیتے	اِلَّا مگر۔ صرف	الْكَفُوْرَ ناشکرا				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے اور اس کی نعمتوں پر شکر گزاری کے برکات وثمرات ظاہر کرنے کے لئے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے قصے بیان فرمائے گئے تھے۔ اب آگے اللہ تعالیٰ سے اعراض اور اس کے احکام کی نافرمانی کا نتیجہ ووبال ظاہر کرنے کے لئے قوم سبا کا قصہ مذکور ہوتا ہے تاکہ مخالفین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عموماً اور کفار کو خصوصاً تنبیہ ہو۔ چونکہ اہل مکہ میں اہل سبا اور ان کے قصہ کی شہرت تھی اس لئے کفار مکہ کو خاص طور سے اہل سبا کا واقعہ سنایا جاتا ہے تاکہ وہ اس سے متاثر ہوں۔ قوم سبا کا وہ عبرتناک سانحہ اور ان کے عروج و زوال کا وہ بصیرت افروز واقعہ جو قرآن پاک نے ان آیات میں بیان فرمایا ہے تاریخی واقعات میں بہت اہمیت رکھتا ہے اور قوموں کے عروج وزوال کی تاریخ میں ہزاروں عبرت ونصیحت مہیا کرتا ہے۔

ان آیات کی تشریح سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قوم سبا کے متعلق کچھ ضروری معلومات پیش کردی جائیں۔ قوم سبا کا ذکر حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں سورۂ نمل ۱۹ ویں پارہ میں بھی آچکا ہے جبکہ ملکہ سبا بلقیس نے حاضر خدمت ہو کر سلیمان علیہ السلام کے سامنے قبول ایمان کیا۔ یہ زمانہ سبا کی حکومت کا زمانۂ عروج ہے۔ اور یہ زمانہ تاریخ کے لحاظ سے ۹۵۰ ق۔م کا تھا۔ قوم سبا کی حکومت موجودہ یمن کے جنوبی حصہ پر تھی جو بعد میں وسیع ہو کر حضرموت اور حبش تک پھیل گئی تھی۔ مورخین نے حکومت سبا کو چار

طبقات پر تقسیم کیا ہے۔ پہلا طبقہ ۱۱۰۰ ق۔م سے شروع ہو کر ۵۵۰ ق۔م پر ختم ہوتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ کی ملکہ سبا کا تعلق اسی طبقہ سے ہے۔ دوسرا طبقہ ۵۵۰ ق۔م سے شروع ہو کر ۱۱۵ ق۔م پر ختم ہوتا ہے۔ سیل عرم یعنی بند کے سیلاب کا واقعہ جس کا تذکرہ ان آیات میں کیا گیا ہے۔ اسی دور سے متعلق ہے۔ تیسرا طبقہ ۱۱۵ ق۔م سے شروع ہو کر ۳۰۰ء پر ختم ہوتا ہے۔ اور چوتھا یعنی آخری دور ۳۰۰ء سے شروع ہو کر ۵۲۵ء پر ختم ہوتا ہے۔ اس دور میں اہل حبش آخری مرتبہ یمن پر قابض ہوئے۔ (قصص القرآن)

بالآخر ظہور اسلام یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت کے بعد اسلام کی صداقت سے متاثر ہو کر سارا یمن یکدم ایمان لے آیا۔

اس قوم سبا میں بہت سے سلاطین ہوئے بعضے اچھے بھی ہوئے اور بعضے بت پرست ہوئے۔ جب ملکہ سبا نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے ایمان قبول کیا تو صدیوں تک انہوں نے اس امانت الٰہی کو سینے سے لگائے رکھا لیکن گذشتہ قوموں کی طرح جب انہوں نے ایمان سے روگردانی شروع کی اور دوبارہ شرک اختیار کیا تب خدا کے پیغمبروں نے اپنے اپنے زمانہ میں آ کر ان کو رشد و ہدایت کی جانب متوجہ کیا۔ غالباً یہ انبیاء بنی اسرائیل ہیں جو بذات خود اپنے نائبوں کے ذریعہ ان کو ہدایت کی جانب بلاتے رہے مگر انہوں نے عیش و عشرت۔ دولت و ثروت۔ حکومت و شوکت کے نشہ میں کوئی پرواہ نہیں کی بلکہ بنی اسرائیل کی طرح خدا کی نعمتوں کو ٹھکرانے لگے تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک صدی پہلے خدا کی جانب سے سیل عرم کی تباہی کا عذاب آیا اور اس نے قوم سبا کو پارہ پارہ کر دیا۔ (قصص القرآن) اہل سبا ایک تاجر قوم تھی اور یہ وصف ان کا قومی مزاج بن گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے حدودِ حکومت میں جو خزانے مدفون کر رکھے تھے وہ ان کے لئے تائید غیبی بن گئے تھے۔ سونے و جواہرات کی بکثرت کانیں موجود تھیں۔ یمن کا علاقہ خوشبودار اشیاء کی پیداوار کے لئے مشہور تھا۔ عرب میں مستقل دریا تو ناپید ہیں۔ اکثر بارش کے پانی پر گزر ہے اور کہیں کہیں پہاڑی چشمہ بھی ہیں۔ بارش کا پانی ہو یا پہاڑی چشموں کا۔ تمام پانی بہہ کر وادی کے ریگستانوں میں جذب ہو کر ضائع ہو جاتا۔ قوم سبا نے اس پانی کو کام میں لانے اور باغات و زراعت کو سرسبز و شاداب بنانے کے لئے یمن میں ایک سو سے زائد بند باندھے تھے اور ان کی وجہ سے تمام ملک سرسبز اور بہارستان بنا ہوا تھا۔ انہیں بندوں میں سب سے بڑا اور عظیم الشان بند ''سد مارب'' تھا جو دارالحکومت میں بنایا گیا تھا۔ یہ بند کئی میل مربع میں بنایا گیا تھا۔ دور دور کا پانی وہاں جمع ہوتا اور اس سے پھر چھوٹی شاخیں اور نہریں نکالی گئی تھیں اور ان کے ذریعہ سے سال بھر تک کھیتیاں و باغات سیراب کئے جاتے اور یہ باغات دو رویہ سڑکوں پر منزلوں تک چلے گئے تھے۔ لکھا ہے کہ اس عظیم الشان بند کی وجہ سے تین سو مربع میل تک داہنے اور بائیں۔ کھجوروں کے نخلستان۔ میووں اور پھلوں کے حسین و جمیل باغ خوشبوؤں کے کھیت۔ دار چینی۔ عود وغیرہ کے گنجان باغات اس کثرت سے ہو گئے تھے کہ تمام علاقہ چمنستان اور فردوس بنا ہوا تھا۔ علامہ ابن کثیرؒ نے روایت لکھی ہے کہ پھلوں اور میووں کی یہ کثرت تھی کہ اگر ایک عورت کسی موسم میں بھی سر پر ٹوکری رکھ کر ان باغات کے اندر گزر جاتی تو ہاتھ لگائے بغیر ہی اس کی ٹوکری پختہ پھلوں کے ٹپکنے سے بھر جاتی۔ آب و ہوا ایسی فرحت بخش روح پرور اور صحت افزا تھی کہ اہل سبا موذی جانور کیڑے مکوڑے۔ مچھر۔ مکھی۔ پسو وغیرہ سے پاک اور محفوظ تھے۔ الغرض اس بند کی وجہ سے ملک میں عظیم الشان اضافہ اور ترقی اور تجارتی کاروبار اور معدنیات کی کثرت کی وجہ سے سونا چاندی اور جواہرات کی بہتات نے قوم سبا میں اس درجہ خوش عیشی۔ رفاہیت اور فارغ البالی اور اطمینان پیدا کر دیا تھا کہ وہ ہر وقت مسرت اور شادمانی کے ساتھ خدا کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہوتے اور شب و روز مرفہ حالی میں زندگی بسر کرتے۔ اہل سبا ایک عرصہ تک تو اس جنت ارضی کو خدا کی ایک عظیم الشان آیت و نعمت ہی سمجھتے رہے اور ایمان پر قائم رہتے ہوئے احکام الٰہی کی تعمیل اپنا فرض یقین کرتے رہے لیکن

تمول۔ خوش عیشی اور ہر قسم کے راحت و آرام نے آہستہ آہستہ ان میں وہی اخلاق اور رویے پیدا کر دیئے جو گذشتہ متکبر اور مغرور قوموں میں موجود تھے اور بداخلاقی میں اہل سبا یہاں تک ترقی کرتے رہے کہ انہوں نے دین حق کو بھی خیر باد کہہ دیا اور کفر و شرک کی سابق زندگی کو دوبارہ اپنالیا۔ تاہم رب غفور نے فوراً گرفت نہیں کی بلکہ اس کی وسعت رحمت نے مہلت کے قانون سے کام لیا اور انبیاء علیہم السلام نے ان کو راہ حق کی تلقین فرمائی اور بتایا کہ ان نعمتوں کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم دولت و ثروت اور جاہ و حشمت کے نشہ میں چور ہو کر مست ہو جاؤ اور نہ یہ کہ اخلاق کریمانہ کو چھوڑ بیٹھو اور کفر و شرک اختیار کر کے خدا کے ساتھ بغاوت اختیار کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ اس درمیان میں ان کے پاس خدا تعالیٰ کے تیرہ نبی آئے مگر انہوں نے مطلق توجہ نہ کی اور اپنی موجودہ خوش عیشی کو دائمی وراثت سمجھ کر شرک و کفر کی بدمستیوں میں مبتلا رہے آخر قانونِ قدرت نے خود کو دہرایا اور ان کا انجام بھی وہی ہوا جو گذشتہ زمانہ میں خدائے برحق کی نافرمان قوموں کا ہو چکا تھا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے ان پر دو قسم کا عذاب مسلط کر دیا جس کی بدولت ان کے جنت مثال باغات برباد ہو گئے اور ان کی جگہ جنگلی بیری۔ خاردار درخت۔ اور بدمزہ پھل اُگ کر یہ شہادت دینے اور عبرت کی کہانی سنانے لگے کہ خدا کی پیہم نافرمانی اور سرکشی کرنے والی قوم کا یہ حشر ہوتا ہے۔ پہلی سزا یہ ہوئی کہ وہ "بند" جس کی تعمیر پر ان کو بے حد ناز تھا اور جس کی بدولت ان کا دارالحکومت خوبصورت اور حسین باغات اور سرسبز شاداب کھیتوں سے گلزار بنا ہوا تھا وہ خدا کے حکم سے ٹوٹ گیا اور اچانک اس کا پانی زبردست سیلاب بن کر پھیلا اور اس تمام زمین پر جن میں فرحت بخش باغات تھے سب کو غرق آب کر کے برباد کر ڈالا۔ جب پانی آہستہ آہستہ خشک ہو گیا تو اس پورے علاقہ میں باغات کی بجائے جھاؤ کے درخت۔ جنگلی بیری اور پیلو کے درخت جس کا پھل بد ذائقہ اور بکسا ہوتا ہے جگہ لے لی۔ اور خدا کے اس عذاب کو قوم سبا کی کوئی قوت وسطوت نہ روک سکی اور اہل سبا کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ اپنے بلدۂ طیبہ اور اس کے قرب و جوار کو چھوڑ کر منتشر ہو جائیں۔ کچھ ہلاک ہوئے کچھ پریشان ہو کر منتشر ہو گئے غرض کہ اہل سبا اپنے غرور و تکبر اور غفلت و سرکشی اور کفر و شرک پر اصرار کے سبب سیل عرم کے ذریعہ تباہ و برباد ہوئے۔ اخیر میں فرمایا کہ ایسی سخت سزا بڑے درجہ کے ناشکروں ہی کو دی جاتی ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہم کو جو دینی اور دنیوی نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں اس پر ہم کو حقیقی شکرگزاری کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا جذبہ نصیب فرمائیں۔ یا اللہ کفران نعمت کے وبال سے ہم سب کو بچائیے اور ہم سے اس معاملہ میں گذشتہ زندگی میں جو کوتاہیاں سرزد ہو گئی ہوں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرما دیجئے۔ اور دین و دنیا دونوں جہان میں اپنی گرفت اور سزا سے ہم کو محفوظ و مامون فرمائیے۔ یا اللہ اس ملک پاکستان کو جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا اور جہاں آپ کے احکام کی بہت کچھ خلاف ورزیاں اور نافرمانیاں ہوتی رہیں اور اب بھی ہو رہی ہیں۔ یا اللہ اس ملک اور قوم کو ہدایت بخش دے کہ آپ کے اور آپ کے مقدس و معظم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے غفلت اور نافرمانی سے باز آ جائے اور آپ نے جو اپنے احکام کی اطاعت کے ذریعہ اپنی نعمتوں کے شکر کا حکم دیا ہے اس کو بجالانے پر کمربستہ ہو جائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ

اور ہم نے اُن کے اور ان بستیوں کے درمیان میں جہاں ہم نے برکت کر رکھی تھی بہت سے گاؤں آباد کر رکھے تھے جو نظر آتے تھے اور ہم نے ان دیہات کے درمیان ان کے چلنے کا ایک

سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ ﴿١٨﴾ فَقَالُوا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ

خاص انداز رکھا تھا کہ بے خوف وخطر ان میں راتوں کو اور دنوں کو چلو۔ سو وہ کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے سفروں میں درازی کر دے اور انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا

فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿١٩﴾

سو ہم نے ان کو افسانہ بنادیا اور ان کو بالکل تتر بتر کردیا، بیشک اس (قصہ) میں ہر صابرو شاکر کے لئے بڑی بڑی عبرتیں ہیں۔

وَجَعَلْنَا اور ہم نے (آباد) کردیے	بَيْنَهُمْ انکے درمیان	وَبَيْنَ اور درمیان	الْقُرَى بستیاں	الَّتِي وہ جنہیں	بَارَكْنَا ہم نے برکت دی	
فِيهَا اس میں	قُرًى بستیاں	ظَاهِرَةً ایکدوسرے سے متصل	وَقَدَّرْنَا اور ہم نے مقرر کردیا	فِيهَا السَّيْرَ ان میں آمدورفت	سِيرُوا تم چلو (پھرو)	
فِيهَا ان میں	لَيَالِيَ راتوں	وَأَيَّامًا اور دنوں	آمِنِينَ امن سے (بے خوف وخطر)	فَقَالُوا وہ کہنے لگے	رَبَّنَا اے ہمارے رب	
بَاعِدْ دوری پیدا کردے	بَيْنَ أَسْفَارِنَا ہمارے سفروں کے درمیان	وَظَلَمُوا اور انہوں نے ظلم کیا	أَنفُسَهُمْ اپنی جانوں پر	فَجَعَلْنَاهُمْ تو ہم نے بنادیا انہیں		
أَحَادِيثَ افسانے	وَمَزَّقْنَاهُمْ اور ہم نے انہیں پراگندہ کردیا	كُلَّ مُمَزَّقٍ پوری طرح پراگندہ	إِنَّ بیشک	فِي ذَٰلِكَ اس میں	لَآيَاتٍ نشانیاں	
لِّكُلِّ صَبَّارٍ ہر بڑے صبر کرنے والے	شَكُورٍ شکرگزار					

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ قوم سبا کو اللہ تعالیٰ نے کس درجہ دنیوی نعمتیں عطا فرمائی تھیں کہ ہر وقت مسرت اور شادمانی کی زندگی بسر کرتے تھے اور شب و روز خدا کی نعمتوں سے بہرہ اندوز تھے مگر جب اس قوم نے خدا کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی بجائے غرور و تکبر کے ساتھ کفران نعمت کیا۔ نبیوں اور پیغمبروں کے بار بار رشد و ہدایت پہنچانے کے باوجود شرک و کفر پر اصرار پر اصرار کیا تو اچانک عذاب الٰہی نے آکر ان کو تباہ و برباد کیا اور وہی بند جس کی تعمیر پر ان کو ناز تھا اور جس کی بدولت یمن گلزار بنا ہوا تھا جب خدا کے حکم سے ٹوٹ گیا اور اچانک اس کا پانی زبردست سیلاب بن کر بہا تو وہی ان کی تباہی و بربادی کا سبب بن گیا۔ سارے سرسبز کھیتوں۔ خوشبودار درختوں۔ عمدہ میووں اور پھلوں کے شاداب باغوں سے محروم ہوگئے اور اہل سبا کچھ ہلاک ہوئے اور کچھ منتشر ہوکر ادھر ادھر کے ملکوں میں چلے گئے۔ تو یہ پانی کا بند ٹوٹنے کی پہلی سزا تھی جو اس قوم کو قدرت الٰہی کی طرف سے کفران نعمت کے وبال میں پہنچی مگر عذاب الٰہی کی تکمیل ہنوز باقی تھی اس لئے کہ اہل سبا نے صرف غرور و سرکشی اور کفر و شرک ہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو نہیں ٹھکرایا تھا بلکہ ان کو یمن سے شام تک راحت رساں آبادیوں اور کارواں سراؤں اور مسافر خانوں کی وجہ سے وہ سفر بھی ناپسند تھا جس میں ان کو یہ محسوس نہیں ہوتا تھا کہ سفر کی صعوبتیں کیا ہوتی ہیں۔ پانی کی تکلیف اور خورد و نوش کی ایذا کس شے کا نام ہے۔ قدم قدم پر میلوں تک سرسبز شاداب باغات کی وجہ سے گرمی اور تپش کی زحمت سے بھی ناآشنا تھے۔ انہوں نے ان نعمتوں پر خدا کا شکر ادا کرنے کی بجائے بنی

اسرائیل کی طرح ناک بھوؤں چڑھا کر یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ انسان سفر کے ارادہ سے گھر سے نکلے اور یہ بھی نہ معلوم ہو کہ حالت سفر میں ہے یا اپنے گھر میں۔ سفر کا لطف تو وہ انسان اٹھاتے ہیں جو سفر کی ہر قسم کی تکلیف اٹھاتے ہیں پانی اور کھانے پینے کے لئے آزار سہتے ہیں اور اب راحت اور آرام کے نہ ملنے کی وجہ سے سفر میں تکالیف کا ذائقہ چکھتے ہیں۔ اے کاش ہمارا سفر بھی ایسا ہو جائے کہ ہم یہ محسوس کرنے لگیں کہ وطن سے کسی دور دراز جگہ کا سفر کرنے نکلے ہیں اور دوریٔ منزل کی تکالیف کو سہتے ہوئے ہم حضر اور سفر میں امتیاز کر سکیں۔ یہ اس قوم کی بدبختی۔ ناسپاسی اور ناشکری تھی کہ اللہ کی نعمتوں سے اکتا کر خدا کے عذاب کو دعوت دے رہے تھے۔ تو اس قوم نے جب اس طرح کفران نعمت کی تکمیل کر دی تو اب خدائے تعالیٰ نے بھی ان کو دوسری سزا یہ دی کہ یمن سے شام تک ان کی تمام ان آبادیوں کو ویران کر دیا جو نزدیک نزدیک مسلسل چھوٹے چھوٹے قصبوں۔ گاؤں۔ گاؤں۔ کارواں سراؤں۔ اور تجارتی منڈیوں کی صورت میں آباد تھیں اور اس طرح اس پورے علاقہ میں خاک اڑنے لگی اور یمن سے شام تک یہ آبادیوں کا سلسلہ ویرانوں میں تبدیل ہو کر رہ گیا۔

قرآن کریم کی یہ آیات اسی حقیقت کا اعلان کرتی ہیں جن میں بتلایا جاتا ہے کہ علاوہ اور نعمتوں کے جو اہل سبا کو حاصل تھیں ایک خاص نعمت سفر کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ نے عطا فرما رکھی تھی اور وہ یہ کہ ان کے ملک سے شام تک راستے مامون تھے سڑک کے کنارے کنارے دیہات اور آبادیوں کا سلسلہ ایسے اندازہ اور تناسب سے چلا گیا تھا کہ مسافر کو ہر منزل پر کھانا۔ پانی اور آرام کا موقع ملتا تھا۔ آبادیوں کے قریب ہونے اور جلد جلد نظر آنے سے مسافر کا دل نہیں گھبراتا نہ چوروں ڈاکوؤں کا خوف تھا۔ سفر کیا تھا ایک طرح کی سیر و تفریح تھی۔ سو اس نعمت کی بھی انہوں نے جس کی حقیقی شکر گزاری کہ طاعت الٰہیہ تھی نہ کی ایسے ہی ظاہری شکر گزاری بھی نہ کی کہ اس نعمت الٰہیہ کو غنیمت سمجھتے اور اس کی قدر کرتے وہ بھی نہ کی چنانچہ کہنے لگے کہ اے اللہ! اس طرح سفر کا لطف نہیں آتا منزلیں دور دور ہوں۔ آس پاس آبادی نہ ملے۔ لطف تو اس میں ہے کہ کہیں زادراہ ختم ہو گیا کہیں پیاس ہے اور پانی نہیں ملتا۔ کہیں چوروں کا اندیشہ ہے اور نوکر ہتھیار بند پہرے دے رہے ہیں۔ پھر اس موجودہ حالت میں ہم کو اپنی بڑائی اور سرداری کے اظہار کا موقع بھی نہیں ملتا۔ امیر غریب سب یکساں سفر کر سکتے ہیں اس لئے دل یہ چاہتا ہے کہ ہمارے سفروں میں درازی اور فاصلہ کر دے یعنی بیچ کے دیہات اور آبادیاں اجاڑ دے تاکہ منزلوں میں خوب فاصلہ ہو جاوے۔ تو بجائے اس نعمت سہولت سفر کی قدر کرنے کے اس کی بے قدری کرنے لگے اور علاوہ اس ناشکری کے اور بھی انہوں نے نافرمانیاں کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا جس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے ان کا شیرازہ بکھیر دیا اور ان کو پارہ پارہ کر ڈالا۔ اکثر خاندان ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ کوئی ایک طرف کوئی دوسری طرف نکل گیا۔ آبادیوں کے نام و نشان حرف غلط کی طرح مٹ گئے۔ اب ان کی صرف کہانیاں باقی رہ گئیں کہ لوگ سنیں اور عبرت پکڑیں۔ ان کا وہ عظیم الشان تمدن اور شان و شکوہ سب خاک میں مل گیا۔ اور ان کے وہ عالی شان مساکن و باغات اور آس پاس کی آبادیاں سب ویران ہو گئے اور ان کی حالت لائق عبرت ہو گئی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں موعظت و نصیحت کے چار طریقہ بیان فرمائے ہیں۔

ایک تذکرہ بالآء اللہ یعنی خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو انعامات و احسانات فرمائے ہیں ان کو یاد کر کے خدا کے احکام کی پیروی کی جانب متوجہ ہونا۔

دوسرے تذکیر بایام اللہ یعنی ان گذشتہ قوموں کے حالات

بیان کر کے نصیحت وعبرت دلانا جنہوں نے یا اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کی وجہ سے کامرانی وفلاح دارین حاصل کی اور یا سرکشی وطغیان کی انتہا پر پہنچ کر ہلاکت وتباہی مول لی۔ بالفاظ دیگر قوموں کے عروج وزوال کو پیش کر کے سامان عبرت مہیا کرنا۔

تیسرے تذکیر بآیات اللہ یعنی مظاہر قدرت کی جانب توجہ دلا کر خالق کائنات کی ہستی اور اس کی وحدت وقدرت کا اعتراف کرانا اور تصدیق حق کے لئے اپنی نشانیوں کے ذریعہ چشم بصیرت کھولنا۔

چوتھے تذکیر بما بعد الموت۔ یعنی موت کے بعد۔ برزخ۔ قیامت۔ حشر ونشر۔ جزا سزا۔ عذاب ثواب۔ جنت دوزخ کے حالات سنا کر عبرت دلانا۔

قوم سبا کا واقعہ تذکرہ بایام اللہ سے تعلق رکھتا ہے اور ہم کو یہ عبرت دلاتا ہے کہ جب کوئی قوم عیش و راحت اور ثروت و طاقت۔ یا حکومت وسلطنت کے گھمنڈ میں آ کر نافرمانی اور سرکشی پر آمادہ ہو جاتی ہے تو اول خدائے تعالیٰ اس کو مہلت دیتے ہیں اور اس کو راہ راست پر لانے کے لئے اپنی حجت کو آخری حد تک پورا فرماتے ہیں پس وہ اگر اس پر بھی قبول حق کی دشمن رہی اور بغاوت وسرکشی پر جمی رہی اور خدا کی نعمتوں کا نہ صرف کفران نعمت بلکہ اللہ کی عطا کردہ سہولتیں بھی ناگوار گزرنے لگیں اور وہ ان کو ٹھکرانے لگے تو پھر اللہ تعالیٰ کا قانون گرفت آگے بڑھتا ہے اور ایسی بدبخت قوم کو پارہ پارہ کر کے ان کا سارا کروفر مٹا دیتا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں ان قرآنی واقعات سے عبرت ونصیحت حاصل کرنے والا دل ودماغ عطا فرمائیں۔ اور اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کاملہ نصیب فرمائیں۔

یا اللہ آپ نے جو دینی اور دنیوی نعمتیں ہم کو اور ہماری قوم کو اور ہمارے ملک کو عطا فرمائی ہیں ان پر ہمیں حقیقی شکرگزاری کی توفیق نصیب فرما اور ان نعمتوں کو اپنی مرضیات میں استعمال کرنے کا عزم عطا فرما۔

یا اللہ ہمیں اور ہمارے ملک کو اور ہماری قوم کے ہر چھوٹے بڑے کو حاکم اور محکوم کو کفران نعمت۔ قبول حق سے انحراف۔ قانون الٰہیہ سے بغاوت اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرکشی جیسی کافرانہ خصلتوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمادے۔ اور ہر طرح کے دنیوی واخروی عذاب وگرفت سے محفوظ ومامون فرمادے۔

یا اللہ ہم سوائے اس کے کہ آپ کی طرف رجوع ہوں اور آپ کی پناہ طلب کریں اور آپ سے ہدایت کے طالب ہوں اور کوئی چارہ ہمارے لئے نہیں یا اللہ اس ملک اور قوم کے لئے ہدایت کے فیصلہ فرمادے اور یہاں اسلام وایمان کے پھیلنے اور چمکنے کے راستہ کھول دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَمَا

اور واقعی ابلیس نے ان لوگوں کے بارہ میں اپنا گمان صحیح پایا کہ یہ سب اُسی راہ پر ہولئے مگر ایمان والوں کا گروہ۔ اور ابلیس کا

كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ؕ

اُن لوگوں پر تسلط بجز اس کے اور کسی وجہ سے نہیں کہ ہم کو (ظاہری طور پر) ان لوگوں کو جو کہ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ان لوگوں سے (الگ کرکے) معلوم کرنا ہے جو اس کی طرف سے شک میں ہیں،

وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۲۱﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ

اور آپ کا رب ہر چیز کا نگران ہے۔ آپ فرمایئے کہ جن کو تم خدا کے سوا سمجھ رہے ہو اُن کو پکارو، وہ ذرہ برابر

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ

اختیار نہیں رکھتے نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ ان کی ان دونوں میں کوئی شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔

مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿۲۲﴾ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ

اور خدا کے سامنے سفارش کسی کیلئے کام نہیں آتی مگر اس کیلئے جس کی نسبت وہ اجازت دیدے یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوجاتی ہے

قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۲۳﴾

تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا حکم فرمایا، وہ کہتے ہیں کہ حق بات کا حکم فرمایا اور وہ عالیشان سب سے بڑا ہے۔

وَلَقَدْ اور البتہ	صَدَّقَ سچ کر دکھایا	عَلَيْهِمْ ان پر	اِبْلِيْسُ ابلیس	ظَنَّهٗ اپنا گمان	فَاتَّبَعُوْهُ پس انہوں نے اسکی پیروی کی	اِلَّا سوائے	
فَرِيْقًا ایک گروہ	مِّنَ سے۔کا	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن	وَمَا كَانَ اور نہ تھا	لَهٗ اسے (ابلیس کو)	عَلَيْهِمْ ان پر	مِّنْ سُلْطٰنٍ کوئی غلبہ	اِلَّا مگر
لِنَعْلَمَ تاکہ ہم معلوم کرلیں	مَنْ يُّؤْمِنُ جو ایمان رکھتا ہے	بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر	مِمَّنْ اس سے جو	هُوَ وہ	مِنْهَا اس سے	فِيْ شَكٍّ شک میں	
وَرَبُّكَ اور تیرا رب	عَلٰى پر	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	حَفِيْظٌ نگہبان	قُلِ فرمادیں	ادْعُوا پکارو	الَّذِيْنَ ان کو جنہیں	زَعَمْتُمْ گمان کرتے ہو
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	لَا يَمْلِكُوْنَ وہ مالک نہیں ہیں	مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ایک ذرہ کے برابر	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَلَا اور نہ	فِي الْاَرْضِ زمین میں		
وَمَا اور نہیں	لَهُمْ ان کا	فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ ان (آسمان وزمین) میں کوئی ساجھا	وَمَا لَهٗ اور نہیں اس (اللہ) کا	مِنْهُمْ ان میں سے			
مِنْ ظَهِيْرٍ کوئی مددگار	وَلَا تَنْفَعُ اور نفع نہیں دیتی	الشَّفَاعَةُ شفاعت	عِنْدَهٗ اس کے پاس	اِلَّا سوائے	لِمَنْ اَذِنَ جسے وہ اجازت دے		
لَهٗ اس کو	حَتّٰى یہاں تک	اِذَا جب	فُزِّعَ دور کردی جاتی ہے	عَنْ قُلُوْبِهِمْ ان کے دلوں سے	قَالُوْا کہتے ہیں	مَاذَا کیا	قَالَ کہا
	رَبُّكُمْ تمہارے رب نے	قَالُوْا وہ کہتے ہیں	الْحَقَّ حق	وَهُوَ اور وہ	الْعَلِيُّ بلند مرتبہ	الْكَبِيْرُ بزرگ قدر	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ میں حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصوں سے اللہ کے ماننے والوں اور اس کے شکر گزار بندوں کا حال سنانا مقصود تھا کہ انہوں نے دنیا اور آخرت میں اس کا پھل کیا پایا اور اہل سبا کے قصہ سے یہ جتلانا مقصود تھا کہ اللہ کے

فرمان سے منہ پھیرنے والوں اور اس کی ناشکری کرنے والوں اور کفران نعمت کرنے والوں کا دنیا میں بھی بھلا نہیں ہوتا اور آخر کار وہ ہلاکت و بربادی سے دوچار ہوتے ہیں۔ اب سبا والوں نے جو شیطان کے فریب میں پھنس کر اپنی دین و دنیا دونوں کو خراب کیا اس کے متعلق اب ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ شیطان کو یہ تو قدرت نہ تھی کہ لاٹھی لے کر ان کو زبردستی راہ حق سے روک دیتا۔ ہاں شیطان بہکاتا پھسلاتا ہے اور لوگ اپنے اختیار سے اس کے دام فریب میں پھنستے ہیں۔ اب اگر کسی کو شبہ پیدا ہو کہ شیطان کو اتنی قدرت اغوا اور بہکانے کی کیوں دی تو اس کی حکمت اور راز بتلایا جاتا ہے کہ اس کو یہ قدرت بہکانے کی اس لئے دی گئی کہ اللہ تعالیٰ کو امتحان منظور تھا کہ دیکھیں کون آخرت پر یقین کر کے خدا کو اور اس کے احکام کو یاد رکھتا ہے اور کون دنیا میں پھنس کر انجام سے غافل ہو جاتا اور بیوقوف بن کر شک یا دھوکہ میں پڑ جاتا ہے۔ اللہ کی حکمت کا مقتضا ہی یہ تھا کہ دنیا میں انسان کے لئے دونوں طرف جانے کے راستہ کھلے رکھیں تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ کون رحمٰن کی اتباع کرتا ہے اور کون شیطان کی۔ آخرت کو ماننے والے شیطان کی نہیں مانیں گے۔ اور رحمٰن کی نہ ماننے والے شیطان کی پیروی کریں گے۔ یہ شیطان ابلیس جب آدم علیہ السلام کو سجدہ تعظیم نہ کر کے راندہ درگاہ ہوا تھا تو اس نے اسی وقت کہا تھا کہ میں آدم کی اولاد کو ہر طرح برباد کرنے کی کوشش کروں گا اور بجز تھوڑی سی جماعت کے باقی سب لوگوں کو راہ حق سے بھٹکا دوں گا چنانچہ جب حضرت آدم اور حوا علیہما السلام جنت سے دنیا میں اتارے گئے تو ابلیس لعین بھی ان کے ساتھ اترا اور اس وقت وہ خوش تھا کہ جب میں نے آدم اور حوا کو بہکالیا تو ان کی اولاد کو تباہ کر دینا تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ میں ابن آدم کو سبز باغ دکھاتا رہوں گا۔ غفلت میں رکھوں گا۔ طرح طرح سے دھوکے دوں گا اور اپنے جال میں پھنسائے رکھوں گا۔ تو شیطان نے اسی وقت اپنی اٹکل اور تخمینہ سے یہ اندازہ لگالیا تھا کہ میں ابن آدم میں سے بہت سوں کو بآسانی بہلا پھسلا کر سیدھے راستہ سے ہٹا دوں گا چنانچہ ابلیس نے اپنا یہ گمان اولاد آدم کے بارے میں پورا کر دکھایا اور وہ سچ مچ اس کی چال میں آگئے اور جو ابلیس نے تخمینہ کر کے کہا تھا ویسے ہی نکلے۔ بس فقط وہی لوگ اس کی چالوں سے بچ سکے جو اللہ عزوجل پر ایمان لے آئے اور اس کے احکامات سر آنکھوں پر رکھے اور اس کے رسولوں کی ہدایات پر عمل کیا یعنی ابلیس کو یہ طاقت نہیں کہ کسی کا ارادہ تو خدا کی فرمانبرداری کرنے کا ہو اور وہ زبردستی اس کا ہاتھ پکڑ کر نافرمانی کی راہ پر کھینچ کر لگادے۔ صرف اس کو اغوا یعنی بہکانے اور پھسلانے کی طاقت دی گئی ہے اور یہ اغوا کے مواقع بھی ابلیس کو اس لئے عطا کئے گئے تاکہ آخرت کے ماننے والوں اور اس کی آمد میں شک رکھنے والوں کا فرق کھل کر ظاہر ہو جائے۔

اہل سبا کی ناشکری کا حال سنا کر اب اہل عرب و اہل مکہ کی ناشکری کا ذکر کیا جاتا ہے جو اپنے معبود حقیقی اور منعم و محسن کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کرتے تھے۔ اور شرک سے بڑھ کر ناشکری اور کیا ہوگی۔ مشرکین مکہ کا شرک کئی طرح پر تھا اس لئے یہاں ہر طرح کے شرک کا رد فرما کر مشرکین کو تنبیہ فرمائی گئی۔ بعض مشرکین یہ سمجھتے تھے کہ آسمانوں اور زمین کو پیدا تو اللہ ہی نے کیا ہے مگر ان میں تصرفات کے اختیارات ہمارے معبودوں کو دے رکھے ہیں اس لئے ہم ان کو دہائی دیتے۔ نذر و نیاز کرتے ہیں۔ اس خیال باطل کے رد میں فرمایا جاتا ہے لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وہ نہ تو آسمانوں ہی میں ذرہ برابر اختیار رکھتے ہیں اور نہ زمین میں بعض مشرکین یہ سمجھتے تھے کہ آسمان تو خدائے تعالیٰ نے خود بنائے ہیں اور زمین اور وہاں کی چیزیں چاند سورج اور ستاروں کی حرکت وغیرہ کے وسیلہ سے بنی ہیں اس کے رد میں فرمایا گیا وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ اور نہ ان کی ان دونوں میں کوئی شرکت ہے۔ بعض یہ خیال کرتے تھے کہ ملائکہ اور ارواح عالیہ خدا تعالیٰ کے پیدا کرنے اور روزی دینے اور مارنے وغیرہ میں مددگار ہیں۔ ان کی اعانت کی خدا کو حاجت پڑتی اس لئے ان چیزوں کے نام سے پیتل۔ تانبے اور پتھر وغیرہ کے

بت بنا رکھے تھے اور ان کی پرستش اور نذر نیاز کے دستور بھی قائم کر رکھے تھے۔ ان کے رد میں فرمایا گیا وَمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ یعنی نہ ان میں سے خدا کا کوئی مددگار ہے اس کو کسی کی مدد کی حاجت نہیں۔ وہ سب کچھ آپ ہی کرتا ہے۔ بعض مشرکین یہ سمجھتے تھے کہ یہ ملائکہ اور فرشتے بلند مرتبہ ہیں خدا تعالیٰ سے کہہ کر ہماری حاجات کو روا کرا دیتے ہیں اس لئے ان کی نذر نیاز اور پکارنا ضروری ہے۔ اس کے رد میں فرمایا گیا وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ یعنی خدا کے سامنے سفارش کسی کے لئے کام نہیں آتی مگر اس کے لئے جس کی نسبت اجازت دے دے یعنی خدا تعالیٰ کی بارگاہ تو وہ ہے جہاں بڑے بڑے مقربین کی یہ بھی طاقت نہیں کہ بدون اذن و رضا کے کسی کی نسبت ایک حرف سفارش ہی زبان سے نکال سکیں۔ انبیاء۔ اولیاء اور ملائکۃ اللہ کی شفاعت بھی صرف انہیں کے حق میں نافع ہوگی جن کے لئے ادھر سے سفارش کا حکم مل جائے۔ قیامت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شفیع المذنبین و رحمۃ للعالمین کو شفاعت کبریٰ کی اجازت ہوگی۔ اس کے بعد انبیاء اور صلحاء اور ملائکہ کو مختلف قسم کی شفاعت کی اجازت ہوگی۔ لیکن جو بھی شفاعت ہوگی وہ خداوند قدوس ذوالجلال والاکرام کی اجازت سے ہوگی۔ بالآخر گناہ گار مسلمانوں کے حق میں شفاعت کی اجازت ہوگی اور جس کے دل میں کچھ بھی ایمان ہوگا وہ انبیاء اور ملائکہ کی شفاعت سے جہنم سے نکال لیا جائے گا اور جو کفر و شرک میں مبتلا رہے ان کے لئے اجازت نہ ہوگی۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

آگے فرشتوں کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ یہ فرشتے جو ہمہ وقت اس کی بارگاہ کے حاضر باش ہیں یہ بلا اذن سفارش کرنے کی کب جرأت کر سکتے ہیں۔ ان کا تو غلبۂ ہیبت اور عظمت الٰہی سے یہ حال ہے کہ جب ان کو حق تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم ہوتا ہے تو اسی میں ہیبت کے مارے گھبرا اٹھتے ہیں اور دہشت اور خوف رعب سے تھرا جاتے ہیں اور تسبیح کرتے ہوئے سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ جب یہ حالت رفع ہو کر دل کو تسکین ہوئی اور کلام الٰہی اتر چکا تو ایک دوسرے سے فرشتے پوچھتے ہیں کہ کیا حکم ہوا اوپر والے فرشتے نیچے والوں کو درجہ بدرجہ بتلاتے ہیں جب وہ حکم اس طرح محقق ہو چکتا ہے پھر اس پر عمل کرتے ہیں پس جب حق تعالیٰ کی جانب سے جو ابتدائی خطاب معمولی احکام کا ہوتا ہے اس میں ان ملائکہ کی یہ حالت ہے تو خود ان کا ابتداء کرنا ایک نئی بات کے متعلق اس کی تو کیا گنجائش ہے۔ پس جب ملائکہ مقربین کی یہ حالت ہو تو دوسرے کس شمار میں ہیں۔ اور اس کے روبرو فرشتوں کا ایسا حال ہو جانا کیا عجب ہے۔ واقعی وہ ایسا ہی عالیشان اور سب سے بڑا ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ابلیس لعین کے فریب اور جالوں سے ہمیں محفوظ رکھیں اور ہم کو ان ایمان والوں کے گروہ میں شامل فرمائیں کہ جن پر شیطان کا قابو نہیں چلتا۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات کی صحیح معرفت ہم سب کو نصیب فرماویں اور توحید حقیقی سے ہمارے سینوں کو منور فرمائیں اور شرک کے ہر شائبہ سے ہمیں محفوظ رکھیں۔

یا اللہ اس دنیا کی امتحان گاہ میں اب ہم کو آپ نے اتار دیا ہے۔

یا اللہ ہمیں اس دنیا میں آنے کی غرض و غایت اور حقیقت کو سمجھ لینے کی توفیق عطا فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّاۤ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ

آپ پوچھیے کہ تم کو آسمان اور زمین سے کون روزی دیتا ہے آپ (ہی) کہہ دیجئے کہ اللہ (روزی) دیتا ہے) اور (یہ بھی کہیے کہ اس مسئلہ توحید میں) بیشک ہم یا تم ضرور راہ راست پر ہیں

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ يَجْمَعُ

یا صریح گمراہی میں ہیں۔ آپ (یہ بھی) فرما دیجئے کہ اگر ہم مجرم ہیں (تو) تم سے ہمارے جرائم کی باز پرس نہ ہوگی اور ہم سے تمہارے اعمال کی باز پرس نہ ہوگی۔ (اور یہ بھی) کہہ دیجئے کہ ہمارا رب

بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ

ہم سب کو جمع کرے گا۔ پھر ہمارے درمیان میں ٹھیک ٹھیک فیصلہ کردے گا، اور وہ بڑا فیصلہ کرنے والا جاننے والا ہے آپ (یہ بھی) کہیے کہ مجھ کو ذرا وہ تو دکھلاؤ جن کو تم نے شریک بنا کر

بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا

خدا کے ساتھ ملا رکھا ہے۔ ہرگز (اس کا کوئی شریک) نہیں بلکہ وہی ہے اللہ زبردست حکمت والا۔ اور ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کے واسطے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے

وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

قُلْ فرمادیں	مَنْ کون	يَرْزُقُكُمْ تمہیں رزق دیتا ہے	مِنَ السَّمٰوٰتِ آسمانوں سے	وَالْاَرْضِ اور زمین	قُلِ فرمادیں	اللّٰهُ اللہ	وَاِنَّاۤ اور بیشک ہم
اَوْ یا	اِيَّاكُمْ تم ہی	لَعَلٰى هُدًى البتہ ہدایت پر	اَوْ یا	فِيْ ضَلٰلٍ گمراہی میں	مُّبِيْنٍ کھلی	قُلْ فرمادیں	لَا تُسْـَٔلُوْنَ تم سے نہ پوچھا جائیگا
عَمَّاۤ اسکی بابت	اَجْرَمْنَا جو ہم نے گناہ کیا	وَلَا نُسْـَٔلُ اور نہ ہم سے پوچھا جائیگا	عَمَّا اسکی بابت	تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے ہو	قُلْ فرمادیں آپ	يَجْمَعُ وہ جمع کریگا	
بَيْنَنَا ہم سب کو	رَبُّنَا ہمارا رب	ثُمَّ پھر	يَفْتَحُ فیصلہ کرے گا	بَيْنَنَا ہمارے درمیان	بِالْحَقِّ ٹھیک ٹھیک	وَهُوَ اور وہ	الْفَتَّاحُ فیصلہ کرنیوالا
الْعَلِيْمُ جاننے والا	قُلْ فرمادیں	اَرُوْنِيَ مجھے دکھاؤ	الَّذِيْنَ وہ جنہیں	اَلْحَقْتُمْ تم نے ساتھ ملا دیا ہے	بِهٖ اس کیساتھ	شُرَكَآءَ شریک	كَلَّا ہرگز نہیں
بَلْ بلکہ	هُوَ اللّٰهُ وہ اللہ	الْعَزِيْزُ غالب	الْحَكِيْمُ حکمت والا	وَمَا اور نہیں	اَرْسَلْنٰكَ آپ کو بھیجا ہم نے	اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ مگر تمام لوگوں (نوع انسانی) کیلئے	
	بَشِيْرًا خوشخبری دینے والا	وَّنَذِيْرًا اور ڈرسنانے والا	وَّلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَ النَّاسِ اکثر لوگ	لَا يَعْلَمُوْنَ اکثر لوگ		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں توحید کا مضمون بیان ہوا تھا جس میں مشرکین کے ہر طرح کے شرک کا رد فرمایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو چھوڑ کر مشرکین نے اور معبود بنا رکھے ہیں تو انہیں کسی شے کے اوپر ذرا سی بھی قدرت حاصل نہیں۔ آسمانوں اور زمین میں ایک ذرہ کے برابر چیز بھی ان کے قبضہ میں نہیں۔ یہ نہ کسی چیز کو بنا سکیں نہ کسی کو نفع دے سکیں۔ نہ ضرر پہنچا سکیں۔ اللہ عزوجل نے یہ سب کچھ بنایا ہے اور اسی کو ہر چیز پر پوری قدرت حاصل ہے اور اس کو نہ کسی کام میں کسی کی مدد کی ضرورت ہے اور نہ کسی سہارے کی ضرورت ہے۔

اب آگے ان آیات میں مشرکین کو ایک دوسرے پیرایہ میں توحید کی راستی اور شرک کی گمراہی سمجھائی جاتی ہے۔ مشرکین عرب اللہ کی ہستی کے منکر نہ تھے اور وہ یہ بھی جانتے اور مانتے تھے کہ رزق کا دینے والا بھی اللہ ہی ہے مگر اس کے باوجود وہ دوسروں کو خدائی میں شریک ٹھہراتے تھے اور بتوں کے آگے

نذر نیاز پیش کرتے اور ان کی عبادت کرتے۔ تو ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ آپ ان مشرکین سے پوچھئے کہ تمہیں آسمانوں اور زمین میں سے رزق کون دیتا ہے؟ اس کا اقرار تو مشرکین کو بھی تھا کہ آسمان اور زمین سے روزی کے سامان بہم پہنچانا صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے چونکہ اس کا جواب مشرکین کے نزدیک بھی متعین و مسلم ہے اس لئے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ خود ہی اس کے جواب میں کہہ دیجئے کہ اللہ روزی دیتا ہے۔ یعنی جب خالق بھی وہی اور رازق بھی وہی تو پھر الوہیت اور معبودیت میں دوسرے شریک کہاں سے ہو گئے۔ تو اس سوال اور جواب کا منطقی نتیجہ یہ تھا کہ جو صرف اللہ ہی کی بندگی و پرستش کرتا ہے وہ ہدایت پر ہوا اور جو اس کے سوا دوسروں کی بندگی بجالاتا ہے وہ گمراہی میں مبتلا ہوا۔ مگر ایک جاہل مخاطب کو اگر یوں صاف صاف کہا جاوے کہ تو گمراہی اور غلطی پر ہے تو اس طرح دوٹوک بات کہہ دینا اگرچہ حق گوئی کے اعتبار سے کتنا ہی درست ہو اس کو جوش آجاوے گا اور وہ حق بات کی تحقیق کو چھوڑ کر مقابلہ کو آمادہ ہو جاوے گا۔ برخلاف اس کے جب حکمت تبلیغ کے ماتحت اس کو یوں کہا جائے کہ ہم میں سے ایک فریق ضرور ہدایت پر ہے اور ایک فریق گمراہی پر کیونکہ دونوں فرقے نہ ہدایت پر ہو سکتے ہیں اور نہ گمراہی پر۔ یقیناً دونوں میں ایک سچا اور ایک جھوٹا ہے۔ تو اب سوچنا چاہئے کہ ہدایت پر کون ہے اور گمراہی پر کون؟ یعنی یہاں یہ بتلا دیا گیا کہ ایک فریق یقیناً خطا کار اور گمراہ ہے باقی تعین نہ کرنے میں حکیمانہ حسن خطاب ہے کہ لو ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ اوپر کے دلائل سن کر تم خود ہی فیصلہ کرلو کہ کون غلطی پر ہے۔ گویا مخالف کو نرمی سے بات کر کے اپنے نفس میں غور کرنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ آپ ان سے یہ بھی فرما دیجئے کہ جب تم باوجود وضوح حق کے حق کو قبول نہیں کرتے تو اخیر درجہ کی بات یہی ہے کہ اگر ہم خطا پر اور مجرم ہیں تو تم سے ہمارے جرائم کی باز پرس نہ ہوگی اور ہم سے تمہارے اعمال کی باز پرس نہ ہوگی۔ اس خطاب میں بھی غایت نرمی ہے کہ مخاطبین کے اعمال کو جرائم سے تعبیر نہیں کیا۔ مطلب یہ کہ ہم میں سے ہر ایک کو اپنی عاقبت کی فکر کرنا چاہئے۔ کوئی شخص دوسرے کے قصور اور غلطی کا جواب دہ نہ ہوگا۔ اگر اتنی صاف باتیں سننے کے بعد بھی تم اپنی حالت میں غور کرنے کے لئے تیار نہیں ہو تو یاد رکھو کہ ہم حجت تمام کر چکے۔ اب تم اپنے اعمال کے خود جواب دہ ہو گے ہم پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی نہ ایسی حالت میں ہمارا تمہارا کوئی واسطہ۔ خدا کے یہاں حاضر ہونے کے لئے ہر ایک اپنی اپنی فکر کر رکھے۔ وہ سب کو اکٹھا کر کے ٹھیک ٹھیک انصاف کا فیصلہ کر دے گا۔ اس کے بعد یہ بھی ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ بھی کہئے کہ بعد اس کے کہ تم نے حق تعالیٰ کی شان اور اُس کے مقابلہ میں دوسرے معبودوں کے عجز کا حال سن لیا تو ذرا مجھ کو دکھلاؤ تو سہی اور سامنے تو کرو وہ کونسی ہستی ہے جو اس کی خدائی میں ساجھا رکھتی ہے؟ ہم بھی تو دیکھیں کہ اس کے کیا کچھ اختیارات ہیں؟ کیا ان بے جان پتھر کی مورتیوں کو پیش کرو گے؟ ہرگز تم ایسی کوئی ہستی پیش نہیں کر سکتے۔ بس وہ تو اکیلا ایک ہی خدا ہے جو زبردست۔ غالب و قاہر اور اعلیٰ درجہ کی حکمت و دانائی رکھنے والا ہے۔ سب اس کے سامنے مغلوب و مقہور ہیں۔ یہ تو ذکر توحید کا تھا۔ آگے رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ساتھ ہی فرما دیا کہ ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کے واسطے خواہ وہ جن ہوں یا انسان۔ عرب ہوں یا عجم۔ موجود ہوں یا آئندہ ہونے والے ہوں سب کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا

ہے۔آپ کو بعثت کی غرض یہ ہی ہے کہ نہ صرف عرب کو بلکہ تمام دنیا کے لوگوں کو ان کے نیک و بد سے آگاہ کر دیں۔اس کے بعد بھی جو نہیں سمجھتے تو وہ جانیں۔سمجھ دار آدمی تو اپنے نفع نقصان کو سوچ کر آپ کی بات کو ضرور مان لے گا۔مگر دنیا میں کثرت نا سمجھوں کی ہے۔ان کے دماغوں میں کہاں گنجائش ہے کہ کارآمد باتوں کی قدر کریں۔

یہاں اس جگہ یہ ارشاد کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنے ملک یا اپنی قوم یا اپنے زمانہ کے لئے نہیں بلکہ قیامت تک پوری نوع انسانیت کے لئے مبعوث فرمائے گئے ہیں قرآن پاک میں اور بھی متعدد مقامات پر یہ بات کہی گئی ہے اور یہی مضمون خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث میں مختلف طریقوں پر ارشاد فرمایا ہے۔اتنی صراحت کے ساتھ اپنے پیام ہدایت کی عالمگیری کا دعویٰ دنیا کے کسی دین نے بھی نہیں کیا ہے۔یہ خصوصیت آسمانی کتابوں میں صرف قرآن کریم کی ہے۔قرآن کریم ہی اعلان کے ساتھ کہتا ہے کہ پیام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہر ملک۔ہر قوم۔ہر طبقۂ انسانیت اور ہر زمانہ کی ہدایت کے لئے ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو توحید سے نوازا۔اللہ تعالیٰ ہمیں توحید کی حقیقت نصیب فرمائیں اور ہر چھوٹے اور بڑے شرک سے ہمارے ایمان کو محفوظ رکھیں۔

حق تعالیٰ کا اس پر بھی بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جو ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا اور پکا امتی بنا کر زندہ رکھیں۔اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۲۹ قُل لَّكُم مِّيعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَأْخِرُونَ

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو۔ آپ کہہ دیجئے کہ تمہارے واسطے ایک خاص دن کا وعدہ (مقرر) ہے کہ اس سے نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکتے ہو

عَنْهُ سَاعَةً وَلَا تَسْتَقْدِمُونَ ۳۰ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن نُّؤْمِنَ بِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي

اور نہ آگے بڑھ سکتے ہو۔ اور یہ کفار کہتے ہیں کہ ہم ہرگز نہ اس قرآن پر ایمان لاویں گے اور نہ اس سے پہلے کتابوں پر، اور اگر

بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِندَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ

آپ اس وقت کی حالت دیکھیں جب یہ ظالم اپنے رب کے سامنے کھڑے کئے جاویں گے ایک دوسرے پر بات ڈالتا ہوگا

بَعْضٍ الْقَوْلَ يَقُولُ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ ۳۱ قَالَ

ادنیٰ درجہ کے لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لے آئے ہوتے۔ یہ بڑے لوگ اُن ادنیٰ درجہ کے لوگوں سے کہیں گے

الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا أَنَحْنُ صَدَدْنَاكُمْ عَنِ الْهُدَىٰ بَعْدَ إِذْ جَاءَكُم

کہ کیا ہم نے تم کو ہدایت سے روکا تھا بعد اس کے کہ وہ تم کو پہنچ چکی تھی نہیں بلکہ تم ہی قصوروار ہو۔

بَلْ كُنتُم مُّجْرِمِينَ ۳۲ وَقَالَ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكْرُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

اور یہ کم درجہ کے لوگ اُن بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ نہیں بلکہ تمہاری رات دن کی تدبیروں نے روکا تھا

إِذْ تَأْمُرُونَنَا أَن نَّكْفُرَ بِاللَّهِ وَنَجْعَلَ لَهُ أَندَادًا ۚ وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ ۚ

جب تم ہم کو فرمائش کرتے رہتے تھے کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور اس کیلئے شریک قرار دیں اور وہ لوگ (اپنی) پشیمانی کو (ایک دوسرے سے) مخفی رکھیں گے جبکہ عذاب دیکھیں گے

وَجَعَلْنَا الْأَغْلَالَ فِي أَعْنَاقِ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۳۳

اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈالیں گے، جیسا کرتے تھے ویسا ہی تو بھرا۔

وَيَقُولُونَ اور وہ کہتے ہیں	مَتَىٰ کب	هَٰذَا الْوَعْدُ وہ وعدہ (قیامت)	إِن اگر	كُنتُمْ تم ہو	صَادِقِينَ سچے	قُل فرمادیں	لَّكُم تمہارے لئے
مِّيعَادُ وعدہ	يَوْمٍ ایک دن	لَّا تَسْتَأْخِرُونَ نہ تم پیچھے ہٹ سکتے ہو	عَنْهُ اس سے	سَاعَةً ایک گھڑی	وَلَا اور نہ	تَسْتَقْدِمُونَ تم آگے بڑھ سکتے ہو	
وَقَالَ اور کہتے ہیں	الَّذِينَ كَفَرُوا جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	لَن نُّؤْمِنَ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے	بِهَٰذَا الْقُرْآنِ اس قرآن پر	وَلَا اور نہ			
بِالَّذِي اس پر جو	بَيْنَ يَدَيْهِ اس سے پہلے	وَلَوْ تَرَىٰ اور کاش تم دیکھو	إِذِ جب	الظَّالِمُونَ ظالم	مَوْقُوفُونَ کھڑے کئے جائیں گے		
عِندَ رَبِّهِمْ اپنے رب کے سامنے	يَرْجِعُ لوٹائے گا (رد کریگا)	بَعْضُهُمْ ان میں سے ایک	إِلَىٰ طرف	بَعْضٍ دوسرے	الْقَوْلَ بات	يَقُولُ کہیں گے	
الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا جو کمزور کئے گئے (ناتوان)	لِلَّذِينَ ان لوگوں کو جو	اسْتَكْبَرُوا تکبر کرتے تھے (بڑے لوگ)	لَوْلَا أَنتُمْ اگر نہ تم ہوتے	لَكُنَّا ضرور ہم ہوتے			

مُؤْمِنِيْنَ ایمان لانیوالے	قَالَ کہیں گے	الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا جولوگ تکبر کرتے تھے(بڑے لوگ)	لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا ان سے جو کمزور کیے گئے(ناتواں)				
اَنَحْنُ کیا ہم	صَدَدْنٰكُمْ ہم نے روکا تمہیں	عَنِ سے	الْهُدٰى ہدایت	بَعْدَ اس کے بعد	اِذْ جَآءَكُمْ جب آگئی تمہارے پاس	بَلْ بلکہ	كُنْتُمْ تم تھے
مُجْرِمِيْنَ مجرم	وَقَالَ اور کہیں گے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	اسْتُضْعِفُوْا کمزور کیے گئے(ناتوان)	لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا ان لوگوں سے جو تکبر کرتے تھے(بڑے)			
بَلْ بلکہ	مَكْرُ چال	الَّيْلِ وَالنَّهَارِ رات اور دن	اِذْ تَاْمُرُوْنَنَا جب تم حکم دیتے تھے ہمیں	اَنْ نَّكْفُرَ کہ ہم انکار کریں	بِاللّٰهِ اللہ کا		
وَنَجْعَلَ اور ہم ٹھہرائیں	لَهٗ اس کیلئے	اَنْدَادًا شریک	وَاَسَرُّوا اور وہ چھپائیں گے	النَّدَامَةَ شرمندگی	لَمَّا رَاَوُا جب وہ دیکھیں گے		
الْعَذَابَ عذاب	وَجَعَلْنَا اور ہم ڈالیں گے	الْاَغْلٰلَ طوق	فِيْۤ اَعْنَاقِ گردنوں میں	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا(کافر)			
	هَلْ يُجْزَوْنَ وہ سزا نہ دیے جائیں گے	اِلَّا مگر	مَا جو	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں توحید و رسالت کی تحقیق تھی۔ اب قیامت وحشر نشر اور اس کے بعض واقعات کا ذکر ہے۔ گذشتہ آیات میں اثبات توحید اور رد شرک کے سلسلہ میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ مشرکین یہ نہ سمجھیں کہ ہمارے اعمال کی باز پرس ہی نہیں ہونی جیسا منکرین قیامت کہتے ہیں بلکہ ایک وقت ضرور آنے والا ہے جس میں پروردگار عالم اگلوں اور پچھلوں سب کو جمع کرے گا۔ سب مردہ زندہ کئے جاویں گے اور ایک جگہ جمع کر کے سب کے درمیان ٹھیک ٹھیک عملی فیصلہ ہوگا۔ تو منکرین جو مر کر دوبارہ زندہ ہونے کے قائل ہی نہ تھے ازراہ طنز وتمسخر پوچھتے کہ وہ قیامت کب آئے گی جس سے ہم کو ڈرایا جاتا ہے۔ اگر سچے ہو تو جلد لا کر دکھاؤ۔ اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ گھبراؤ نہیں جس دن کا وعدہ ہے وہ ضرور آ کر رہے گا۔ اور جب آئے گا تو ایک منٹ کی مہلت نہ ملے گی۔ تو جلدی مچانے کی بجائے اس کی ضرورت ہے کہ اس وقت کے آنے سے پہلے کچھ تیاری کرلو۔ آگے ان منکرین کی سرکشی اور ضد وعناد کا بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ گو وہ حقانیت قرآن کی ہزارہا دلیلیں دیکھ لیں لیکن ہرگز مان کر نہیں دیں گے چنانچہ وہ کہتے کہ نہ ہم قرآن کو مانیں اور نہ اگلی کتابوں کو جنہیں تم آسمانی کتاب بتلاتے ہو مثلاً تورات وانجیل وغیرہ کی ہر ایک میں جہاں دیکھو وہی حساب کتاب اور قیامت وآخرت کا مضمون۔ سو ان چیزوں کو ہم ہرگز تسلیم کرنے والے نہیں۔ مشرکین عرب کی طرح آج کا دہریہ بھی یہی کہتا ہے۔ اس لئے آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان منکرین کو اپنے قول کا مزہ اس وقت آئے گا جب خدا کے سامنے جہنم کے کنارے کھڑے۔ چھوٹے بڑوں کو اور بڑے چھوٹوں کو الزام دیں گے اور ہر ایک دوسرے کو قصوروار ٹھہرائے گا۔ جیسے ناکامیابی کے وقت ہوتا ہے کہ ہر ایک دوسرے کو ناکامیابی کا سبب گردانتا ہے۔ اسی طرح محشر میں بھی کفار ایک دوسرے کو موردالزام بتائیں گے جس کی تفصیل آگے بتلائی جاتی ہے کہ دنیا میں جو لوگ نیچے کے طبقہ میں شمار ہوتے تھے اور دوسروں کے پیچھے چلتے تھے وہ اپنے بڑے سرداروں اور پیشواؤں کو الزام دیں گے کہ تم نے ہمیں اس مصیبت میں پھنسوایا۔ اگر تم ہمیں نہ روکتے تو ہم ضرور ایمان لے آتے اور پیغمبروں کی بات مان لیتے اور یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔ اس پر ان کے بڑے اور سردار جواب میں کہیں گے کہ جب تمہارے پاس حق بات پہنچ گئی اور سمجھ میں آ گئی تھی تو کیوں قبول نہ کی؟ کیا ہم نے زبردستی تمہارے دلوں کو ایمان ویقین سے روک دیا تھا؟ تمہیں چاہئے تھا کہ کسی کی پروا نہ کر کے حق کو قبول کر لیتے اب اپنا جرم دوسروں کے سر کیوں رکھتے ہو؟ یہ تو تمہاری خود اپنی بے عقلی تھی۔ تم خود شہوت پرست تھے۔ تمہارے اپنے دل خدا کی باتوں

سے بھاگتے تھے۔ رسولوں کی تابعداری خود تمہاری طبیعتوں پر شاق گزرتی تھی۔ سارا قصور تمہارا اپنا ہے۔ ہمیں کیا الزام دے رہے ہو؟ اس پر پھر وہ چھوٹے درجہ والے اپنے بڑوں کو جواب دیں گے بیشک تم نے زبردستی مجبور تو نہ کیا تھا مگر رات دن مکروفریب اور مغویانہ تدابیر سے ہم کو بہکاتے پھسلاتے رہتے تھے۔ جب ملتے یہی تلقین کہ ہم پیغمبروں کے ارشاد کے موافق خدا کو ایک نہ مانیں۔ تمہارا رات دن کا یہ کہنا اور ہمیں اطمینان دلانا کہ ہمارے اعمال وعقائد ٹھیک ہیں ہم سے بار بار کفر وشرک کے نہ چھوڑنے کو اور پرانے دین کے نہ بدلنے کی اور باپ دادا کی روش پر قائم رہنے کو کہتے اور ہماری کمر تھپکتے۔ آخر تمہاری شب و روز کی ترغیب وترہیب کا کہاں تک اثر نہ ہوتا۔ یہی سبب ہوا ہمارے ایمان سے رک جانے کا۔ تمہیں آ آ کر عقلی ڈھکوسلے سنا کر اسلام سے پھیرتے تھے۔ تو دونوں چھوٹے بڑے ایک دوسرے پر الزام بھی دیں گے اپنی برأت بھی کریں گے۔ لیکن دل میں اپنے کئے پر سب پچھتا رہے ہوں گے اور تابعین ومتبوعین دونوں اپنے اپنے دل میں یہ محسوس کریں گے کہ واقعی ہم مجرم اور قصوروار ہیں لیکن شرم وندامت کے مارے ایک دوسرے پر ظاہر نہ کریں گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان سب کے ہاتھوں کو گردنوں سے ملا کر طوق وزنجیر سے جکڑ دیا جائیگا اور کہا جائے گا کہ اب ہر ایک کو اپنے اعمال کے مطابق بدلہ ملے گا۔ گمراہ کرنے والوں کو بھی اور گمراہ ہونے والوں کو بھی۔ ہر ایک کو پورا پورا عذاب ہوگا۔ جیسا کرنا ویسا بھرنا۔ جو عمل کئے تھے وہی آج سزا کی صورت میں ظاہر ہو رہے ہیں۔

قرآن مجید میں قیامت میں اس قسم کے جھگڑے کا ذکر جیسا کہ تابع اور متبوع اور حاکم اور محکوم۔ اور پیشواؤں اور ان کے پیروؤں کے درمیان ان آیات میں ذکر فرمایا گیا۔ مختلف مقامات پر مختلف طریقوں سے بیان فرمایا گیا ہے۔ اس میں عوام الناس کے لئے اور ان کے دنیوی لیڈروں۔ سرداروں۔ حاکموں اور پیشواؤں کے لئے عبرت ونصیحت ہے۔ عوام الناس جو آج اپنے بڑے دنیاداروں اور پیشواؤں کے پیچھے آنکھ بند کئے چلے جا رہے ہیں اور ان کے خلاف کسی ناصح کی بات کو سننے کے لئے تیار نہیں اس کی حقیقت انہیں اس وقت کھلے گی جس وقت انہیں پتہ چل جائے گا کہ ان غلط رہنماؤں کی پیروی نے انہیں کس انجام سے دوچار کیا۔ اس وقت چیخ چیخ کر الزام اپنے ان اونچی ناک والے بڑوں پر رکھنا اور یہ کہنا کہ تم ہمیں نہ بہکاتے تو ہم خدا اور رسول کی بات مان لیتے کیا کام آئے گا؟ بلکہ اس کے جواب میں ان بڑوں سے یہی سننا پڑے گا کہ دراصل تم خود اللہ اور اس کے رسول کے بتلائے ہوئے راستہ پر چلنا نہ چاہتے تھے۔ تم خود اپنی اغراض اور خواہشات کے بندے تھے۔ تم خود حرام وحلال سے بے نیاز ہو کر عیش دنیا کے طالب تھے۔ اب تم خود معصوم بنتے ہو اور الزام اپنے بگڑنے کا ہم پر رکھتے ہو۔ ہم نے کیا زبردستی تم کو بگاڑ دیا تھا۔ غرض کہ اس طرح نہ دوسرے پر الزام ڈالنے سے کام بنے گا اور نہ برأت ہوگی۔ اس لئے ہر شخص اپنے دین کے متعلق سوچنے اور سمجھنے اور راہ حق پر چلنے کا خود ذمہ دار ہے۔ آج طرح طرح کے رسومات شرک۔ بدعات۔ اور ناجائز امور کے ارتکاب کی دلیل اکثر عوام الناس کے پاس یہی ہے کہ ہمارا فلاں لیڈر یہ کہتا ہے۔ ہمارا فلاں پیشوا یہ کہتا ہے۔ اور ہمارا فلاں پیر یہ کہتا ہے۔ ہم اس طریقہ کو چھوڑنے والے نہیں۔ تو یہ آیات صاف بتلا رہی ہیں کہ یہ جواب اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں چلے گا۔ دیکھنا ہر شخص کو یہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول کیا فرما رہے ہیں۔ قرآن کیا تعلیم دے رہا ہے۔ حدیث کیا تلقین کر رہی ہے جواب دہی اس پر کرنا ہوگی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

15 وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾

اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرسنانے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم تو ان احکام کے منکر ہیں جو تم کو دے کر بھیجا گیا ہے۔

وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ

اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہم مال اور اولاد میں تم سے زیادہ ہیں، اور ہم کو کبھی عذاب نہ ہوگا۔ کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار جس کو چاہتا ہے

الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ

زیادہ روزی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کم دیتا ہے ولیکن اکثر لوگ واقف نہیں۔ اور تمہارے اموال اور اولاد

بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۫ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ

ایسی چیز نہیں جو درجے میں تم کو ہمارا مقرب بنادے مگر ہاں جو ایمان لاوے اور اچھے کام کرے، سو ایسے لوگوں کیلئے ان کے (نیک) عمل کا دُونا صلہ ہے

بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ

اور وہ (بہشت کے) بالاخانوں میں چین سے ہوں گے۔ اور جو لوگ ہماری آیتوں کے متعلق کوشش کررہے ہیں (نبی کو) ہرانے کیلئے ایسے لوگ

فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾

عذاب میں لائے جاویں گے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا اور ہم نے نہیں بھیجا	فِيْ قَرْيَةٍ کسی بستی میں	مِّنْ نَّذِيْرٍ کوئی ڈرانے والا	اِلَّا مگر	قَالَ کہا	مُتْرَفُوْهَا اسکے خوشحال لوگ		
اِنَّا بیشک ہم	بِمَآ اُرْسِلْتُمْ تم جو دے کر بھیجے گئے ہو	بِهٖ اس کے	كٰفِرُوْنَ منکر ہیں	وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا	نَحْنُ ہم	اَكْثَرُ زیادہ	
اَمْوَالًا مال میں	وَّاَوْلَادًا اور اولاد میں	وَّمَا اور نہیں	نَحْنُ ہم	بِمُعَذَّبِيْنَ عذاب دیے جانے والے	قُلْ فرمادیں	اِنَّ بیشک	رَبِّيْ میرا رب
يَبْسُطُ وسیع فرماتا ہے	الرِّزْقَ رزق	لِمَنْ يَّشَآءُ جس کیلئے وہ چاہتا ہے	وَيَقْدِرُ اور تنگ کردیتا ہے	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَ النَّاسِ اکثر لوگ		
لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے	وَمَآ اور نہیں	اَمْوَالُكُمْ تمہارے مال	وَلَآ اور نہ	اَوْلَادُكُمْ تمہاری اولاد	بِالَّتِيْ وہ جو کہ	تُقَرِّبُكُمْ تمہیں نزدیک کردے	
عِنْدَنَا ہمارے نزدیک	زُلْفٰٓى درجہ	اِلَّا مگر	مَنْ جو	اٰمَنَ ایمان لایا	وَ اور	عَمِلَ صَالِحًا اس نے اچھے عمل کئے	فَاُولٰٓئِكَ یہی لوگ
لَهُمْ ان کیلئے	جَزَآءُ جزا	الضِّعْفِ دوگنی	بِمَا عَمِلُوْا اس کے بدلے جو انہوں نے کیا	وَهُمْ اور وہ	فِي الْغُرُفٰتِ بالاخانوں میں		
اٰمِنُوْنَ امن سے ہوں گے	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	يَسْعَوْنَ کوشش کرتے ہیں	فِيْٓ اٰيٰتِنَا ہماری آیتوں میں	مُعٰجِزِيْنَ عاجز کرنے (ہرانے) والے			
اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	فِي الْعَذَابِ حاضر کئے جائیں گے	مُحْضَرُوْنَ عاجز کرنیوالے					

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار و مشرکین کے انکار قیامت کا حال بیان ہوا تھا اور ان کا یہ قول بھی نقل فرمایا گیا تھا کہ ہم ہرگز اس قرآن پر ایمان نہ لاویں گے۔ کفار کے ان اقوال جہالت اور افعال ضلالت سے طبعاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا تھا اس لئے آگے ان آیات میں پہلے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ آپ روسائے مکہ کے انحراف وسرکشی سے مغموم نہ ہوں کیونکہ یہ معاملہ انوکھا آپ ہی کے ساتھ نہیں ہوا بلکہ ہر زمانہ میں پیغمبروں کا مقابلہ ایسے ہی بدبخت رئیسوں اور سرداروں نے کیا ہے۔ دولت وثروت کا نشہ اور اقتدار طلبی کا جذبہ آدمی کو اندھا کر دیتا ہے۔ وہ کسی کے سامنے گردن جھکانا اور چھوٹے آدمیوں کے برابر بیٹھنا گوارا نہیں کرتا۔ اسی لئے انبیاء کے اول متبعین عموماً غریب ومسکین لوگ ہی ہوئے ہیں۔ کفار مکہ میں جو سردار اور رئیس بنے ہوئے تھے وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے۔ آپ کے خلاف کھڑے ہو جاتے اور کہتے کہ ہمارے پاس مال اولاد۔ دھن۔ دولت۔ سرداری اور پیشوائی سب کچھ موجود ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا ہم سے خوش اور راضی ہے ورنہ اتنا مال ودولت کیوں دیتا۔ پھر جب خدا خوش ہے تو ہم کو کسی آفت ومصیبت کا اندیشہ نہیں۔ تم فضول عذاب کی دھمکیاں دیتے ہو۔ ہم کو عذاب وزاب کچھ نہیں ہوگا۔ کفار ومنکرین کی اس بات کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین ہوتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کے قول کو رد کیجئے اور ان سے یوں کہہ دیجئے کہ روزی کی فراخی یا تنگی اللہ کے خوش یا ناخوش ہونے کی دلیل نہیں۔ کسی کا مالدار کرنا یا مفلس کرنا اللہ کے ارادہ اور مشیت پر موقوف ہے اور اس میں حکمتیں ہوتی ہیں۔ اس لئے مال ودولت یا افلاس وتنگی کسی کے عنداللہ مقبول اور محبوب ہونے کی دلیل نہیں۔ مگر اکثر لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے آگے کفار کو مخاطب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اے منکرین وکفار یہ بھی سن رکھو کہ جس طرح تمہارے اموال واولاد دلیل مقبولیت عنداللہ کے نہیں اسی طرح تمہارے اموال واولاد ایسی چیز نہیں کہ جو تم کو درجہ میں اللہ کا مقرب بنا دے اس لئے تمہارے انواع واقسام کے مال اور اولاد کی کثرت اس کی علامت نہیں کہ تم اللہ کے مقرب ہو۔ اللہ کے نزدیک مقرب اور بڑا درجہ حاصل کرنا ان شرائط پر موقوف ہے کہ ایمان لاؤ اور عمل صالح یعنی نیک کام کرو۔ سنو! جو لوگ ایمان لائیں گے اور عمل صالح کریں گے انہیں ان کے کئے کا صلہ وبدلہ بہت ملے گا یعنی کام پر جتنا اجر کا استحقاق ہو سکتا ہے اس سے زائد بدلہ ملے گا۔ کم از کم دس گنا زیادہ اور زیادہ ہو تو سات سو گنا بلکہ اللہ چاہے تو اس سے بھی زیادہ جس کی کوئی حد نہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے اونچے اونچے جنت کے بالا خانہ تیار ہیں جن میں یہ آرام اور اطمینان سے رہیں گے۔ اور جو لوگ ان کے خلاف محض مال واولاد پر مغرور ہیں اور ایمان عمل صالح کو اختیار نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور اس کوشش میں رہتے ہیں کہ اللہ کی آیات کی طرف نہ خود توجہ کریں اور نہ اوروں کو متوجہ ہونے دیں۔ تو ان بدبختوں نے گویا اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کی ٹھان لی ہے اور نادانی سے یہ سمجھتے ہیں کہ مقابلہ میں ہم اللہ اور اس کے رسول کو ہرا دیں گے ایسے لوگ سب عذاب میں گرفتار ہو کر حاضر کئے جائیں گے۔ ایک بھی نہ چھوٹ سکے گا۔

یہ بات قرآن کریم میں متعدد مقامات پر بیان کی گئی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا مقابلہ اور انکار سب سے پہلے اور سب کے آگے بڑھ کر ان خوشحال طبقوں نے کیا ہے جو دولت وحشمت اور ثروت واقتدار کے مالک تھے۔ عموماً یہی خوشحال طبقہ ہر قوم میں اور ہر دور میں خدائی تعلیمات سے انکار میں آگے رہا ہے۔ اور اپنی دولت وحشمت اور سرو سامان اور مرفہ حالی پر یقین کرتا رہا ہے کہ ہمیشہ یونہی اقبال مند بنا رہے گا قرآن کریم نے بھی ایسے دنیا پرستوں کی اس غلط فہمی کا جگہ جگہ ذکر فرما کر اس کی تردید فرمائی ہے۔ اور بار بار یہ بتلایا کہ یہ دنیا کی ظاہری خوشحالی ہرگز دلیل صدق وحقانیت نہیں۔ آسمانی بادشاہت میں قدر وقیمت تو صرف سچے ایمان اور عمل صالح کی ہے اور یہی قرب خداوندی کا ذریعہ ہیں نہ کہ مال اور اولاد بلکہ بعض اوقات مال ودولت اور اولاد تو عذاب اور مصیبت بن جاتے ہیں۔ ایمان ہی سے حق تعالیٰ سے تعلق درست ہوتا ہے اور عمل صالح سے عبدیت کا تعلق درست ہوتا ہے ہاں اگر مال ودولت کو اللہ کی راہ میں لگا دے تو اس سے اللہ کے ہاں عزت حاصل ہو سکتی ہے باقی محض مال اور اولاد کو عزت کا ذریعہ سمجھنا خیال خام ہے۔ اسلام نے افضلیت کا اصل اصول ایمان اور اعمال صالحہ کو قرار دیا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ ۚ وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ

آپ فرما دیجئے کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے فراخ روزی دیتا ہے اور جس کو چاہے تنگی سے دیتا ہے، اور جو چیز تم خرچ کرو گے

فَهُوَ يُخْلِفُهُ ۖ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿٣٩﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ أَهَٰؤُلَاءِ

سو وہ اس کا عوض دے گا، اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ اور جس روز اللہ تعالیٰ ان سب کو قیامت میں جمع فرمادے گا پھر فرشتوں سے ارشاد فرمادے گا کہ

إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ﴿٤٠﴾ قَالُوا سُبْحَانَكَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُونِهِمْ ۖ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ

یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے۔ وہ عرض کریں گے کہ آپ پاک ہیں ہمارا تو آپ سے تعلق ہے نہ کہ اُن سے، بلکہ یہ لوگ شیاطین کو پوجا کرتے تھے،

الْجِنَّ ۖ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ ﴿٤١﴾ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا

ان میں اکثر لوگ انہیں کے معتقد تھے۔ سو آج تم میں سے نہ کوئی کسی کو نفع پہنچانے کا اختیار رکھتا ہے اور نہ نقصان پہنچانے کا،

وَنَقُولُ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿٤٢﴾

اور (اُس وقت) ہم ظالموں سے کہیں گے کہ جس دوزخ کے عذاب کو تم جھٹلایا کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو۔

قُلْ فرما دیں	اِنَّ بیشک	رَبِّيْ میرا رب	يَبْسُطُ وسیع فرماتا ہے	الرِّزْقَ رزق	لِمَنْ يَّشَآءُ جس کیلئے وہ چاہتا ہے	مِنْ عِبَادِهٖ اپنے بندوں میں سے		
وَيَقْدِرُ اور تنگ کردیتا ہے	لَهٗ اس کیلئے	وَمَا اور جو	اَنْفَقْتُمْ تم خرچ کرو گے	مِنْ شَيْءٍ کوئی شے	فَهُوَ تو وہ	يُخْلِفُهٗ اس کا عوض دے گا		
وَهُوَ اور وہ	خَيْرُ بہترین	الرّٰزِقِيْنَ رزق دینے والا	وَيَوْمَ اور جس دن	يَحْشُرُهُمْ وہ جمع کرے گا ان کو	جَمِيْعًا سب	ثُمَّ يَقُوْلُ پھر فرمائے گا		
لِلْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں کو	اَهٰٓؤُلَآءِ کیا یہ لوگ	اِيَّاكُمْ تمہاری ہی	كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ پرستش کرتے تھے	قَالُوْا وہ کہیں گے	سُبْحٰنَكَ تو پاک ہے			
اَنْتَ تو	وَلِيُّنَا ہمارا کارساز	مِنْ دُوْنِهِمْ اکے سوائے (نہ کہ وہ)	بَلْ بلکہ	كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ وہ پرستش کرتے تھے	الْجِنَّ جن			
اَكْثَرُهُمْ ان میں سے اکثر	بِهِمْ ان پر	مُّؤْمِنُوْنَ اعتقاد رکھتے تھے	فَالْيَوْمَ سو آج	لَا يَمْلِكُ اختیار نہیں رکھتا	بَعْضُكُمْ تم میں سے بعض (ایک)			
لِبَعْضٍ بعض (دوسرے) کیلئے	نَّفْعًا نفع کا	وَّلَا ضَرًّا اور نہ نقصان کا	وَنَقُوْلُ اور ہم کہیں گے	لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کو	ظَلَمُوْا جنہوں نے ظلم کیا			
	ذُوْقُوْا تم چکھو	عَذَابَ النَّارِ آگ (جہنم) کا عذاب	الَّتِيْ وہ جس	كُنْتُمْ تم تھے	بِهَا اس کو	تُكَذِّبُوْنَ تم جھٹلاتے تھے		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار ومنکرین کے باطل خیالات کے رد میں فرمایا گیا تھا کہ رزق کی زیادتی یا کمی محض اللہ تعالیٰ کی حکمت ومشیت پر موقوف ہے اور کفار کے یہ مال واولاد ایسی چیز نہیں کہ جو ان کو اللہ کا مقرب بنادے۔ اللہ کا مقرب بننے کے لئے ایمان اور عمل صالح کی ضرورت ہے۔ یہ تو ارشاد ہوا تھا کفار کے اس زعم باطل کے تردید میں جو کہتے کہ دنیا میں جب ہمیں مال دولت زیادہ ملا ہے تو آخرت میں بھی ہم کو عذاب نہ ہوگا۔ اب یہاں اسی مال دولت اور رزق سے متعلق مومنین کو ایک نصیحت فرمائی جاتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب رزق ومال دولت کی کمی بیشی محض مشیت الٰہیہ پر مبنی ہے تو مومن کو چاہئے کہ مال ودولت کے ساتھ قلب کو زیادہ متعلق

نہ کرے اور کفار کی طرح اس کو مقصود نہ سمجھے بلکہ اس کو آلہ اور ذریعۂ حصول رضائے حق اور قرب الٰہی کا بنائے جو اصل مقصود ہے۔ چنانچہ ان آیات میں مومنین کو بتلایا جاتا ہے کہ تم نیکی کے کاموں میں اور اللہ کی رضا میں مال خرچ کرتے وقت تنگی اور افلاس سے نہ ڈرا کرو۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے رزق و مال کم نہیں ہو جاتا۔ جو رزق مقدر ہے وہ پہنچ کر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت و مشیت سے جس کو جتنا دینا چاہے اس میں تمہارے خرچ کرنے نہ کرنے سے فرق نہیں پڑتا بلکہ خیر کے مواقع میں خرچ کرنے سے برکت ہوتی ہے اور حق تعالیٰ اس کا عوض مرحمت فرماتے ہیں خواہ مال کی صورت میں یا قناعت وغنائے قلبی کی شکل میں اور آخرت میں اس کا اجر و عوض ملنا تو یقینی ہے غرض اس کے ہاں کچھ کمی نہیں۔ مومن کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھے اور اس کی مرضی میں خرچ کرنے میں فقر و فاقہ کا اندیشہ دل میں نہ لائے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر روز جب لوگ صبح میں داخل ہوتے ہیں تو دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں اور یہ دعا کرتے ہیں ''یا اللہ خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما اور بخل کرنے والے کا مال ضائع کر دے۔'' اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ارشاد فرمایا ہے کہ آپ لوگوں پر خرچ کریں میں آپ پر خرچ کروں گا۔ اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نیک کام صدقہ ہے اور کوئی آدمی جو اپنے نفس یا اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے وہ بھی صدقہ کے حکم میں ہے اور موجب اجر و ثواب ہے۔ اور جو شخص کچھ خرچ کر کے اپنی آبرو بچائے وہ بھی صدقہ اور جو شخص اللہ کے حکم کے مطابق کچھ خرچ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے کہ اس کا بدل اس کو دے گا مگر وہ خرچ جو تعمیر میں (یعنی فضول اور زائد از ضرورت تعمیر میں) یا کسی گناہ کے کام میں کیا ہو اس کے بدل کا وعدہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدوں پر ہم کو بھی یقین کامل نصیب فرمائیں اور اپنی رضا کے لئے شریعت کے مطابق خرچ کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین۔

آگے پھر شرک کی مذمت اور مشرکین کا انجام بد سنایا جاتا ہے۔

اسی سورۃ میں گذشتہ میں یہ ذکر آ چکا ہے کہ بعض مشرکین عرب فرشتوں کو نعوذ باللہ خدا کی بیٹیاں تصور کرتے تھے اور ان کی مورتیں بنا کر پرستش کرتے تھے اور ان پر نذر نیاز چڑھاتے تھے اس خیال سے کہ یہ ہم سے خوش ہوں تو یہ ہماری شفاعت اور سفارش کریں گے۔ اس کے متعلق ایک جواب تو قریب ہی گذشتہ میں گزر چکا کہ ملائکہ باوجود مقربین ہونے کے اللہ تعالیٰ کی ہیبت۔ عظمت و جلال سے ایسے رہتے ہیں کہ ان کی ہمت ہی نہیں کہ از خود سعی و سفارش کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ اسی کے متعلق اب یہاں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قیامت میں ان ملائکہ کے بتوں کو پوجنے والے کفار و مشرکین کو سنا کر فرشتوں سے اللہ تعالیٰ سوال فرمائیں گے کہ یہ لوگ کیا تم کو پوجتے تھے؟ اور تم ان کے معبود بن بیٹھے تھے؟ یہ سوال ملائکہ سے ایسے ہی ہوگا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت میں سوال ہوگا جیسا کہ سورۂ مائدہ ساتویں پارہ میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے فرمائیں گے کہ اے عیسیٰ ابن مریم کیا تم نے لوگوں سے یہ کہہ دیا تھا کہ خدا کے علاوہ مجھے اور میری ماں کو بھی معبود بنا لینا؟ تو دراصل اللہ تعالیٰ کو تو حقیقت کا علم ہے۔ سوال سے مقصود استفہام و استفسار نہیں بلکہ مشرکین پر مزید حجت قائم کرنا اور انہیں اپنے شرک پر اور زیادہ نادم و لاجواب کرنا اور انہیں ان کی نظروں میں ذلیل کرنا مقصود ہوگا۔ تو جس وقت ملائکہ سے محشر میں مشرکین کے سامنے سوال ہوگا کہ کیا یہ لوگ تم کو

پوجا کرتے تھے اور تمہاری عبادت کرتے تھے؟ تو ملائکہ جواب دیں گے کہ آپ کی ذات اس سے پاک ہے کہ کوئی کسی درجہ میں آپ کا شریک ہو۔ ہم کیوں ان کو ایسی بات کہتے یا ایسی واہیات حرکت سے خوش ہوتے۔ ہماری رضا تو آپ کی رضا کے تابع ہے۔ ہم کو ان مجرموں سے کیا واسطہ۔ ہم تو آپ کے فرمانبردار تابعدار ہیں۔ پھر یہ بدبخت تو حقیقت میں ہماری پرستش بھی نہیں کرتے تھے۔ نام ہمارا لے کر شیطانوں کی پرستش تھی۔ فی الحقیقت ان کی عقیدت مندی انہیں کے ساتھ ہے۔ شیاطین ان کو جس طرف ہانکتے ادھر ہی مڑ جاتے۔ اس وقت ان مشرکین اور ملائکہ کے پوجاریوں سے کہا جائے گا کہ لو جن سے تم امیدیں رکھتے تھے انہوں نے بھی اپنی برأت و عجز ظاہر کر دیا جن معبودین کا تم بڑا سہارا سمجھتے تھے انہوں نے بھی اس وقت پر بیزاری ظاہر کر دی اور یہ واضح ہو گیا کہ کوئی کسی کو ذرہ بھر نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس وقت ان ظالموں یعنی کفار و مشرکین اور غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں سے کہا جائے گا کہ جس دوزخ کے عذاب کو تم دنیا میں جھٹلایا کرتے تھے اب اس کا مزہ چکھو۔ اب کوئی نہیں جو تمہیں اس نار جہنم میں جلنے سے بچا سکے۔

یہاں آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے متعلق وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ فرما کر مومن کو خبردار کر دیا کہ خدائے تعالیٰ صرف آخرت ہی کا حاکم نہیں بلکہ دنیا میں اِلٰہ المعاش بھی ہے یعنی وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ پس ہماری ساری معاشی تدبیروں اور اسباب کا آخری سرا اس کے دست قدرت میں ہے اس لئے کسی مومن اور مسلم کو معاشی فکر اور تدبیر میں پڑ کر اللہ تعالیٰ سے بے تعلقی اور بے نیازی کی ہرگز کوئی گنجائش نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ و فہم عطا فرمائیں اور اپنا صحیح و قوی تعلق نصیب فرمائیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو رزق اپنے فضل سے عطا کر رکھا ہے اس سے اپنی مرضیات حاصل کرنے کی توفیق ہمیں مرحمت فرمائیں۔

یا اللہ! اپنے راستہ میں مال کو خرچ کرنے سے کمی کے اندیشہ کو ہمارے دلوں سے دور فرما دیجئے اور جو کچھ ہم کو توفیق آپ کی خوشنودی میں خرچ کرنے کی نصیب ہو اس کا اجر دنیا و آخرت میں مرحمت فرمائیے۔

یا اللہ! قیامت کی ذلت و رسوائی سے ہر طرح ہم کو بچائیے اور مومنین مخلصین میں ہمارا حشر و نشر فرمائیے۔

یا اللہ بخل اور کنجوسی کے باطنی مرض سے ہمارے قلوب کو پاک رکھئے اور اپنی رضا میں دل کھول کر آپ ہی کے دیئے ہوئے مال سے خرچ کرنے کی توفیق نصیب فرمائیے۔

یا اللہ اب اس مادی دنیا میں اور اس خدا فراموش معاشرہ میں ہم آپ کی شان خیر الرزقین کو بھول گئے اور مادی ذرائع رزق کو اپنا رزاق سمجھ لیا۔ اور ان کے پیچھے پڑ گئے۔ یا اللہ ہماری آپ کی ذات سے اس بے تعلقی کی اصلاح فرما دیجئے اور ہم کو اپنی ذات عالی سے صحیح و قوی تعلق نصیب فرمائیے اور اپنی شان رزاق کی صحیح معرفت ہم کو نصیب فرمائیے اور اپنی ذات گرامی پر سچا توکل اور بھروسہ عطا فرمائیے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَٰذَا إِلَّا رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يَصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ

اور جب ان لوگوں کے سامنے ہماری آیتیں جو صاف صاف پڑھی جاتی ہیں تو یہ لوگ کہتے ہیں (کہ نعوذ باللہ) یہ محض ایک ایسا شخص ہے جو یوں چاہتا ہے کہ تم کو ان چیزوں (کی عبادت)

يَعْبُدُ آبَاؤُكُمْ وَقَالُوا مَا هَٰذَا إِلَّا إِفْكٌ مُفْتَرًى ۚ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ

سے باز رکھے جن کو تمہارے بڑے پوجتے تھے، اور کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) یہ (قرآن) محض ایک تراشا ہوا جھوٹ ہے، اور یہ کافر اس امرِ حق (یعنی قرآن) کی نسبت جب کہ وہ ان کے پاس

إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ﴿٤٣﴾ وَمَا آتَيْنَاهُمْ مِنْ كُتُبٍ يَدْرُسُونَهَا ۖ وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ

پہنچا یوں کہتے ہیں کہ یہ محض ایک صریح جادو ہے۔ اور ہم نے انکو کتابیں نہیں دی تھیں کہ انکو پڑھتے پڑھاتے ہوں اور ہم نے آپ سے پہلے انکے پاس ڈرانے والا نہیں بھیجا۔

مِنْ نَذِيرٍ ﴿٤٤﴾ وَكَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا بَلَغُوا مِعْشَارَ مَا آتَيْنَاهُمْ فَكَذَّبُوا رُسُلِي ۖ

اور ان سے پہلے جو (کافر) لوگ تھے انہوں نے تکذیب کی تھی، اور یہ (مشرکین عرب) تو اس سامان کے جو ہم نے ان کو دے رکھا تھا دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے، غرض انہوں نے میرے رسولوں کی تکذیب کی،

فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿٤٥﴾

سو (دیکھو) میرا (اُن پر) کیسا عذاب ہوا۔

وَاِذَا اور جب	تُتْلٰی پڑھی جاتی ہیں	عَلَيْهِمْ ان پر	اٰيٰتُنَا ہماری آیات	بَيِّنٰتٍ واضح	قَالُوْا وہ کہتے ہیں	مَا هٰذَا نہیں ہے یہ	اِلَّا مگر صرف
رَجُلٌ ایک آدمی	يُّرِيْدُ وہ چاہتا ہے	اَنْ يَّصُدَّكُمْ کہ روکے تمہیں	عَمَّا اس سے جو	كَانَ يَعْبُدُ پرستش کرتے تھے	اٰبَآؤُكُمْ تمہارے باپ دادا		
وَقَالُوْا اور وہ کہتے ہیں	مَا هٰذَآ نہیں یہ	اِلَّا مگر	اِفْكٌ مُّفْتَرًى جھوٹ گھڑا ہوا	وَقَالَ اور کہا	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	لِلْحَقِّ حق کے بارے میں	
لَمَّا جَآءَهُمْ جب وہ آیا ان کے پاس	اِنْ هٰذَآ یہ نہیں	اِلَّا مگر	سِحْرٌ مُّبِيْنٌ جادو کھلا	وَمَآ اور نہ	اٰتَيْنٰهُمْ دیں ہم نے انہیں	مِّنْ كُتُبٍ کتابیں	
يَدْرُسُوْنَهَا کہ انہیں پڑھیں	وَمَآ اور نہ	اَرْسَلْنَآ بھیجا ہم نے	اِلَيْهِمْ ان کی طرف	قَبْلَكَ آپ سے پہلے	مِنْ نَّذِيْرٍ کوئی ڈرانے والا	وَكَذَّبَ اور جھٹلایا	
الَّذِيْنَ انہوں نے جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	وَمَا بَلَغُوْا اور وہ نہ پہنچے	مِعْشَارَ دسواں حصہ	مَآ اٰتَيْنٰهُمْ جو ہم نے انہیں دیا	فَكَذَّبُوْا سو انہوں نے جھٹلایا		
رُسُلِيْ میرے رسولوں کو	فَكَيْفَ تو کیسا	كَانَ ہوا	نَكِيْرِ میرا عذاب				

تفسیر وتشریح:- گذشتہ آیات سے مشرکین عرب کا بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ ساتھ ہی ان کے مشرکانہ عقائد کا ابطال اور ان کے اقوال جاہلانہ کی تردید بھی فرمائی گئی تھی۔ اب ان آیات میں ان مشرکین عرب اور کفار مکہ کی ایک اور ہٹ دھرمی اور حماقت کا بیان کیا جاتا ہے کہ جس کے باعث وہ خدائی عذاب کے مستحق بن رہے تھے اور وہ ہٹ دھرمی اور حماقت یہ ہے کہ جب خدا کا کلام اور اللہ کی آیات اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنتے ہیں تو قبول کرنا۔ ماننا اور اس کے مطابق عقیدہ اختیار کرنا اور عمل کرنا تو ایک طرف الٹا جاہلانہ طریقہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص تمہیں تمہارے آبائی اور پرانے دین سے روک رہا ہے۔ یہ نبی رسول کچھ نہیں بس ان کی تو یہ غرض ہے کہ ہمارے باپ دادوں کا طریقہ چھڑا کر جس کو ہم قدیم سے حق جانتے چلے آئے ہیں اپنے ڈھب اور طریقہ پر لے آئیں اور خود حاکم و سردار بن کر بیٹھ جائیں گویا صرف

حکومت و ریاست مطلوب ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اور کہتے کہ یہ قرآن کیا ہے؟ یہ ان کا تراشیدہ ہے اور چند جھوٹی باتیں ہیں جو خدا کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں۔ (العیاذ باللہ) اور کہتے کہ یہ نبوت کا دعویٰ اور قرآن جس کی تاثیر لوگوں کے دلوں پر غیر معمولی ہوتی ہے صریح جادو کے سوا اور کچھ نہیں اور اس کا جادو ہونا کچھ ڈھکا چھپا نہیں بالکل ظاہر ہے کہ اس کو سن کر لوگ مغلوب العقل اور فریفتہ ہو جاتے ہیں (العیاذ باللہ) یہ تھے وہ احمقانہ اقوال اور الزامات کہ جو کفار قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر لگاتے تھے۔ اس کے جواب میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان مشرکین عرب کو تو اس قرآن کی اور اس نبی کی بڑی قدر کرنا چاہئے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا عظیم الشان پیغمبر اور ایسی جلیل القدر کتاب مرحمت فرمائی۔ چاہئے تو یہ تھا کہ انہیں نعمت غیر مترقبہ سمجھتے اور اس انعام الٰہی کی قدر کرتے خصوصاً جب کہ پہلے سے کہا بھی کرتے تھے کہ اگر ہم میں کوئی پیغمبر آتا یا کوئی کتاب ہم پر اتاری جاتی تو اوروں سے بڑھ کر ہم فرمانبردار ہوتے۔ سورہ فاطر پارہ ۲۲ میں مشرکین کا یہ قول نقل فرمایا گیا ہے۔ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ کہ کفار قریش نے قبل بعثت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بڑی زوردار قسم کھائی تھی کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا یعنی پیغمبر آوے تو وہ ہر ہر امت سے زیادہ قبول کرنے والے ہوں۔ اب جب خدا کی طرف سے ان کے پاس ایک کامل ترین نذیر آ گیا تو لگے انکار اور استکبار کرنے اور بجائے قدر کرنے کے اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ منکرین تکذیب کر کے بے فکر نہ ہو بیٹھیں کیونکہ تکذیب کا وبال بڑا سخت ہے۔ چنانچہ ان سے پہلے جو کافر امتیں گزری ہیں انہوں نے انبیاء اور وحی کی تکذیب کی تھی پھر وہ کیسے عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے۔ اور پھر وہ گذشتہ امتیں تو قوت و طاقت اور مال و متاع اور دنیوی ساز و سامان ان مشرکین عرب سے بہت زیادہ رکھتے تھے۔ یہ تو ان کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے لیکن جب انہوں نے پیغمبروں کی تکذیب و مخالفت کی تو ان کا سب ساز و سامان دھرا رہ گیا اور ایک منٹ کو بھی عذاب الٰہی کو نہ روک سکے۔ نہ ان کے مال کام آئے اور نہ ان کی اولاد اور کنبے قبیلے اور نہ قوت و طاقت نے انہیں بچایا اور نہ مال و دولت نے فائدہ دیا۔ سب برباد کر کے رکھ دیئے گئے۔ تو پھر یہ مشرکین عرب جو ان جیسی نہ لمبی عمریں رکھتے ہیں نہ جسمانی قوتیں نہ ان گذشتہ کفار جیسا مال دولت نہ عیش و ترفہ یہ کیسے اس تکذیب کے وبال سے بچ سکے۔

اب یہاں ان آیات کے سلسلہ میں ایک طرف تو آپ کفار مکہ اور مشرکین عرب منکرین اسلام کے اقوال اور اعتراضات اور الزامات کو دیکھیں کہ کتنے سخت اور شدید ہیں قرآن کریم کے متعلق کہا کہ "یہ محض ایک تراشا ہوا جھوٹ ہے۔" (معاذ اللہ) اور "یہ محض ایک صریح جادو ہے۔" گویا ان الزامات کے ساتھ کفار مکہ و مشرکین عرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے۔ مگر اس کا کیسا فیصلہ کن جواب حق تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا کہ پہلے بھی جنہوں نے اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی تھی سو دیکھو کہ اللہ کا ان پر تکذیب کی بدولت کیسا عذاب اسی دنیا میں ہوا۔ کہ نیست نابود کر دیئے گئے۔ چنانچہ کفار مکہ اور مشرکین عرب بھی اپنی تکذیب کی بدولت اسی طرح نیست و نابود کر دیئے گئے کہ کفر و شرک کی جڑ جزیرۃ العرب سے ہمیشہ کے لئے ختم کر دی گئی نہ وہ اور ان کے بت رہے نہ ان کے پجاری رہے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہم کو قرآن جیسی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی اور اسلام جیسا دین عطا فرمایا۔ تو ہم کو ان نعمتوں کی قدردانی کی توفیق بھی عطا فرمائیے۔ یا اللہ ہم کو قرآن پاک کا علم و عمل اور اس کی تعلیمات کا اتباع نصیب فرما اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا سچا اور پکا امتی ہونا اور آپ کا مطیع و فرمانبردار ہونا نصیب فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ

آپ کہیئے کہ میں تم کو صرف ایک بات سمجھاتا ہوں، وہ یہ کہ تم خدا کے واسطے کھڑے ہو جاؤ دو دو اور ایک ایک پھر سوچو کہ تمہارے اس ساتھی کو

مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿٤٦﴾ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ

جنون (تو) نہیں ہے، وہ تم کو ایک سخت عذاب آنے سے پہلے ڈرانے والا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں نے تم سے (اس تبلیغ پر) کچھ معاوضہ مانگا ہو تو

اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿٤٧﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ

وہ تمہارا ہی رہا، میرا معاوضہ تو بس اللہ ہی کے ذمہ ہے، اور وہی ہر چیز پر اطلاع رکھنے والا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب

يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿٤٨﴾ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ﴿٤٩﴾

حق بات غالب کر رہا ہے وہ علام الغیوب ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ (دین) حق آگیا اور (دین) باطل نہ کرنے کا رہا نہ دھرنے کا۔

قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِيْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ ۭ

آپ کہہ دیجئے کہ اگر (مثلاً فرضاً) میں گمراہ ہو جاؤں تو میری گمراہی مجھ ہی پر وبال ہوگی، اور اگر میں راہ (راست) پر ہوں تو یہ بدولت اس قرآن کے ہے جس کو میرا رب میرے پاس بھیج رہا ہے،

اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ﴿٥٠﴾

وہ سب کچھ سنتا (اور) بہت نزدیک ہے۔

قُلْ فرمادیں	اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ میں صرف نصیحت کرتا ہوں تمہیں	بِوَاحِدَةٍ ایک بات کو	اَنْ تَقُوْمُوْا کہ تم کھڑے ہو جاؤ	لِلّٰهِ اللہ کے واسطے	مَثْنٰى دو، دو		
وَفُرَادٰى اور اکیلے اکیلے	ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا پھر تم غور کرو	مَا بِصَاحِبِكُمْ نہیں تمہارے اس ساتھی کو	مِنْ جِنَّةٍ کوئی جنون	اِنْ نہیں	هُوَ وہ		
اِلَّا مگر صرف	نَذِيْرٌ ڈرانے والے	لَكُمْ تمہیں	بَيْنَ يَدَيْ آگے (آنے سے پہلے)	عَذَابٍ شَدِيْدٍ سخت عذاب	قُلْ فرمادیں		
مَا سَاَلْتُكُمْ جو میں نے مانگا ہو تم سے	مِنْ اَجْرٍ کوئی اجر	فَهُوَ تو وہ	لَكُمْ تمہارا ہے	اِنْ نہیں	اَجْرِيَ میرا اجر	اِلَّا مگر صرف	
عَلَى اللّٰهِ اللہ کے ذمے	وَهُوَ اور وہ	عَلٰى پر۔ کی	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	شَهِيْدٌ اطلاع رکھنے والا ہے	قُلْ فرمادیں	اِنَّ بیشک	رَبِّيْ میرا رب
يَقْذِفُ ڈالتا (اوپر سے اتارتا ہے)	بِالْحَقِّ حق کو	عَلَّامُ الْغُيُوْبِ سب غیبوں کا جاننے والا	قُلْ فرمادیں	جَآءَ الْحَقُّ حق آگیا			
وَمَا يُبْدِئُ اور نہ پیدا کریگا	الْبَاطِلُ باطل	وَمَا يُعِيْدُ اور نہ لوٹائے گا	قُلْ فرمادیں	اِنْ اگر	ضَلَلْتُ میں بہکا ہوں	فَاِنَّمَا تو اس کے سوا نہیں	
اَضِلُّ میں بہکا ہوں	عَلٰى نَفْسِيْ اپنی جان پر (اپنے نقصان کو)	وَاِنِ اور اگر	اهْتَدَيْتُ میں ہدایت پر ہوں	فَبِمَا تو اسکی بدولت	يُوْحِيْ وہ وحی کرتا ہے		
اِلٰى میری طرف	رَبِّيْ میرا رب	اِنَّهٗ بیشک وہ	سَمِيْعٌ سننے والا	قَرِيْبٌ قریب			

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار و مشرکین کو تکذیب نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر وعید سنائی گئی تھی کہ اے مشرکین عرب تمہاری تو کیا حیثیت ہے۔ گذشتہ امتوں کے منکرین نبوت جو تم سے ساز و سامان اور دولت و ثروت میں کہیں زیادہ تھے وہ اس تکذیب کی بدولت عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر تباہ و برباد ہوئے تو تم تکذیب نبوت پر کیسے بچ جاؤ گے۔ اب ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت و تصدیق نبوت

کا ایک طریقہ بتلایا جاتا ہے۔اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان آیات میں خطاب ہو رہا ہے کہ یہ کفار جو نعوذ باللہ آپ کو مجنون بتا رہے ہیں تو آپ ان سے کہئے کہ آؤ میں تمہیں اپنے دعویٰ رسالت کی جانچ کا ایک آسان سا مختصر طریقہ بتاؤں۔تم اخلاص نیت کے ساتھ خدا کو حاضر ناظر جان کر انفراداً بھی اور اجتماعاً بھی سوچو کہ میں جو تمہارے درمیان ۴۰ سال سے ہر وقت رہتا ہوں اور جس کی امانت کا دیانت کا۔اصابت رائے کا فہم و دانش کا تم خود براہ راست تجربہ رکھتے ہو اور قائل رہے ہو۔کبھی کسی معاملہ میں نفسانیت یا خود غرضی کا الزام تم نے اس پر نہیں رکھا۔اب کیا تم واقعی گمان کر سکتے ہو کہ (العیاذ باللہ) اسے بیٹھے بٹھائے جنون ہو گیا جو خواہ مخواہ اس نے ایک طرف سے سب کو دشمن بنا لیا۔کیا کہیں دیوانے ایسی حکمت کی باتیں کیا کرتے ہیں یا کوئی مجنون اپنی قوم کی اس قدر خیر خواہی اور ان کی اخروی صلاح و فلاح کی ایسی زبردست ہدایات پیش کر سکتا ہے۔وہ تم کو آئندہ کی ہلاکت کے خطرات سے آگاہ کر رہا ہے۔دلائل و شواہد سے تمہارا برا بھلا سمجھاتا ہے کیا یہ کام دیوانوں کے ہیں؟ پھر میں تم سے اپنی اس محنت و خیر خواہی کا کچھ صلہ تو نہیں چاہتا۔اگر تمہارے خیال میں کچھ معاوضہ طلب کیا ہو تو وہ تم سب اپنے ہی پاس رکھو۔مجھے ضرورت نہیں۔میرا صلہ تو خدا کے یہاں ہے۔میں تم سے جو چیز طلب کرتا ہوں یعنی ایمان و اسلام وہ صرف تمہارے نفع کی خاطر ہے۔اس سے زائد میری کوئی غرض و غایت نہیں ہے۔میری سچائی اور نیت اللہ کے سامنے ہے۔حق تعالیٰ کی طرف سے وحی اتر رہی ہے اور دین حق کی بارش ہو رہی ہے۔موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دو اس سے فائدہ اٹھاؤ جس زور سے اب اللہ تعالیٰ حق کو باطل کے سر پر پھینک کر مار رہا ہے اس سے اندازہ کرو کہ باطل کہاں ٹھہر سکے گا۔ضرور ہے کہ ملیا میٹ ہو کر رہے اور دین حق کا ڈنکا بجے۔اس علام الغیوب نے خوب دیکھ بھال کر عین موقع پر حق کو باطل کا سر کچلنے کے لئے بھیجا ہے۔دین حق آ پہنچا۔اب اس کا زور رکنے والا نہیں۔یہ سب پر غالب ہو کر اور باطل کو زیر کر کے رہے گا۔جھوٹ کے پاؤں کہاں جو حق کے سامنے چل سکے۔باطل تو اب کرنے کا رہا نہ دھرنے کا سمجھ لو کہ باطل یقینی آیا گیا ہوا۔

فتح مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر یہی آیت تھی قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ حق آ گیا اور باطل نہ کرنے کا رہا نہ دھرنے کا۔

آگے مزید تلقین ہوتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ اگر نعوذ باللہ میں نے یہ ڈھونگ خود کھڑا کیا ہے تو کتنے دن چلے گا۔اس میں آخر میرا ہی نقصان ہے۔دنیا کی عداوت مول لینا۔آخرت کی رسوائی قبول کرنا۔العیاذ باللہ۔لیکن اگر میں سیدھے راستہ پر ہوں جیسا کہ واقعی ہوں تو سمجھ لو کہ یہ سب اللہ کی تائید و امداد اور وحی الٰہی کی برکت و ہدایت سے ہے جو کسی وقت میرا ساتھ نہیں چھوڑ سکتی۔میرا خدا سب کچھ سنتا ہے اور وہ بالکل نزدیک ہے وہ ہمیشہ میری مدد فرمائے گا اور اپنے پیغام کو دنیا میں روشن کرے گا تم مانو یا نہ مانو۔اگر تم نے حق کا اتباع نہ کیا تو تم خود بھٹکو گے میرا کیا بگڑے گا اور اگر راہ پر آ گئے تو یہ راہ پر آنا اسی دین حق کے اتباع کی بدولت ہو گا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ جس نے اپنے کرم سے ہم کو ایمان واسلام کی دولت سے نوازا اللہ تعالیٰ ہم کو ہر حال میں حق کا اتباع کرنے والوں میں شامل رکھیں اور قرآنی ہدایات کی بدولت راہ راست پر مستقیم رکھیں۔

یا اللہ جیسے آپ نے ابتدا میں اسلام کو غلبہ دیا اور باطل کو مغلوب فرمایا۔یا اللہ اب بھی اور آئندہ بھی اپنی تائید و نصرت سے اسلام کو غلبہ اور نصرت عطا فرمائیے اور باطل کو مغلوب اور ملیا میٹ فرمائیے۔آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۵۱﴾ وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى

اور اگر آپ وہ وقت ملاحظہ کریں جبکہ یہ کفار گھبرائے پھریں گے پھر نکل بھاگنے کی کوئی صورت نہ ہوگی اور پاس کے پاس ہی پکڑ لئے جاویں گے۔ اور کہیں گے ہم دین حق پر ایمان لے آئے

لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ ۚ وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ

اور اتنی دُور جگہ سے (ایمان کا) ان کے ہاتھ آنا کہاں ممکن ہے حالانکہ پہلے سے (دنیا میں) یہ لوگ اس کا انکار کرتے رہے، اور بے تحقیق باتیں دُور ہی دُور

مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ

سے ہانکا کرتے تھے۔ اور ان میں اور ان کی آرزو میں ایک آڑ کردی جائے گی جیسا کہ ان کے ہم مشربوں کے ساتھ (بھی) یہی (برتاؤ) کیا جاوے گا جو اُن سے پہلے تھے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ﴿۵۴﴾

کیونکہ یہ سب بڑے شک میں تھے جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا تھا۔

وَلَوْ تَرٰٓى اے کاش تم دیکھو	اِذْ جب	فَزِعُوْا وہ گھبرائیں	فَلَا فَوْتَ اور نہ بچ سکیں گے	وَاُخِذُوْا اور پکڑ لئے جائیں گے	مِنْ سے	
مَّكَانٍ قَرِيْبٍ قریب جگہ (پاس)	وَقَالُوْٓا اور کہیں گے	اٰمَنَّا ہم ایمان لائے	بِهٖ اس پر	وَاَنّٰى اور کہاں	لَهُمُ ان کیلئے	
التَّنَاوُشُ پکڑنا (ہاتھ آنا)	مِنْ سے	مَّكَانٍ جگہ	بَعِيْدٍ دُور دارالجزا	وَّقَدْ كَفَرُوْا اور تحقیق انہوں نے کفر کیا	بِهٖ اس سے	
مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	وَ اور	يَقْذِفُوْنَ وہ پھینکتے ہیں	بِالْغَيْبِ بن دیکھے	مِنْ سے	مَّكَانٍ بَعِيْدٍ دُور جگہ	وَحِيْلَ اور آڑ کردی گئی
بَيْنَهُمْ اُن کے درمیان	وَبَيْنَ اور درمیان	مَا يَشْتَهُوْنَ جو وہ چاہتے تھے	كَمَا جیسے	فُعِلَ کیا گیا	بِاَشْيَاعِهِمْ ان کے ہم جنسوں کیساتھ	
	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	اِنَّهُمْ بیشک وہ	كَانُوْا وہ تھے	فِيْ میں	شَكٍّ شک	مُّرِيْبٍ تردد میں ڈالنے والے

تفسیر وتشریح:۔ یہ سورۂ سبا کی خاتمہ کی آیات ہیں گذشتہ آیات میں کفار ومشرکین کے بعض وہ جاہلانہ اور احمقانہ اقوال بیان فرمائے گئے تھے جو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک اور قرآن کریم پر لگاتے تھے۔ اس لئے اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اس وقت یہ کفار جتنی چاہیں باتیں بنائیں اور جو ڈینگیں چاہیں مار لیں لیکن وہ وقت قابل دید ہوگا جب یہ لوگ محشر کا ہولناک منظر دیکھ کر گھبرائیں گے اور ان کے ہوش وحواس اڑ جائیں گے۔ گھبرا کر ادھر ادھر بھاگیں گے کہ کہیں پناہ کی جگہ مل جائے تو چھپ کر اپنی جان بچائیں لیکن بچاؤ کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ نہ بھاگ کر۔ نہ چھپ کر۔ نہ کسی کی حمایت سے نہ کسی کی پناہ سے۔ غرض کہ یہ کہیں بھاگ نہ سکیں گے۔ اس وقت گرفتاری کے لئے کہیں دور سے ان کو تلاش کرنا نہ پڑے گا بلکہ نہایت آسانی سے فوراً جہاں کے تہاں گرفتار کر لئے جائیں گے۔ اس وقت ان کی آنکھیں کھلیں گی اور کہیں گے کہ ہمیں پیغمبر کی باتوں پر یقین آ گیا ان کی باتیں بالکل سچ تھیں اب ہم ان پر ایمان لاتے ہیں۔ لیکن اس وقت تو ایمان لانے کا موقع ہی جا چکا ہوگا۔ اب وہ وقت کہاں کہ ایمان لا کر اپنے کو بچا سکیں۔ ایمان تو وہی مقبول ہے کہ جو موت سے پہلے اس دنیا میں نصیب ہو آخرت میں تو آنکھوں سے دیکھ کر سب ہی کو یقین آ جائے گا۔ جب دنیا میں ایمان لانے کا وقت تھا تو انکار پر تلے رہے اور ان باتوں کا جو اللہ کے پیغمبر نے انہیں بتائیں رد کرتے رہے اور اپنی ہی اٹکل پچو باتیں ہانکتے

رہے اور اللہ کے رسول کو کبھی ساحر اور کبھی شاعر اور کبھی مجنون بتلاتے رہے اور آخرت وحشر ونشر کا انکار کرتے رہے۔ اب آنکھیں کھلیں تو ایمان کی سوجھی۔ غرض دنیا میں رہ کر جو ایمان کی جگہ تھی ہمیشہ بے تحقیق باتیں کیں۔ سچی بات کے قریب نہ پھٹکے اب پچھتانے اور ایمان لانے سے کیا حاصل۔ سیدھی بات یہ تھی کہ دنیا ہی میں یہ اللہ کے پیغمبروں کی بات مان لیتے اور ایمان لے آتے تو اس وقت کے مان لینے سے اس وقت عذاب سے نجات مل سکتی تھی۔ اب یہاں نجات کی آرزو بالکل بیکار ہے۔ اور دنیا میں دوبارہ جا کر ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے کا ارمان پورا نہیں ہوسکتا۔ اب عیش وآرام کی تمنا بھی فضول ہے۔ ان کفار اور ان کی سب آرزوؤں اور تمناؤں کے درمیان سخت روک قائم کردی جائے گی۔ اور ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے گا جو ان جیسا خیال کرنے والے پہلے لوگوں کے ساتھ کیا گیا۔ وہ لوگ بھی پیغمبروں کی بتائی ہوئی باتوں میں ایسا ہی شک وشبہ نکالا کرتے تھے اور ایسے ہی مہمل شبہات اور بے جا شک وترددات میں گھرے ہوئے تھے جو کسی طرح ان کو چین نہ لینے دیتا تھا۔ آخر ایمان سے محروم مرے اور سزا کے مستحق ٹھہرے۔ ایسا ہی ان کا بھی حشر ہوگا۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کفار ومشرکین کے ایمان سے محروم رہنے کی بڑی وجہ ان کا شک وتردد ہی ہے۔ برخلاف ان کے مومن کو دین کے معاملہ میں یقین حاصل ہوتا ہے۔ درحقیقت شرک وکفر اور دہریت اور انکار آخرت کے عقائد کوئی شخص بھی یقین کی بنا پر اختیار نہیں کرتا اور نہ کرسکتا ہے۔ جس نے دنیا میں یہ عقائد اختیار کئے کہ خدا نہیں ہے۔ یا بہت سے خدا ہیں۔ یا خدائی اختیارات میں بہت سی ہستیوں کو دخل ہے یا آخرت حشر ونشر وجزا وسزا نہیں ہے تو یہ اس نے محض وہم اور گمان کی بنا پر ایسے عقائد قائم کر لئے جن کی اصل بنیاد حق سے شک وتردد کے سوا کچھ نہیں ہے اور یہ شک ہی انہیں گمراہی کی طرف لے گیا۔ انہیں خدا کے وجود میں شک ہوا۔ انہیں توحید کی صداقت میں شک ہوا۔ انہیں آخرت کے آنے میں شک ہوا۔ غرض کہ جب تک دنیا میں رہے دریائے شک میں غرق رہے۔ اللہ اور رسول کی ہر بات میں ان کو شک رہا اور ان کی کوئی بات نہ مانی اور اپنی دنیوی زندگی کی پوری مہلت عمل اسی شک وتردد اور اضطراب میں گزار دی۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شبہات اور شکوک سے بچو۔ اس پر جس کی موت آئی وہ قیامت کے دن بھی اسی پر اٹھایا جائے گا اور جو یقین پر مرا اسے یقین ہی پر اٹھایا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ دین کی باتوں میں شکوک وشبہات کے مرض سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں اور دین کی ہر بات پر ہم کو جزم اور یقین کامل نصیب فرمائیں۔ اس موقع پر ایک دلچسپ حکایت یاد آئی۔ جو یہاں نقل کی جاتی ہے۔

ایک زبردست فلسفی دہریہ خدا کے وجود کا منکر حضرت جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ کے پاس گیا۔ دوران گفتگو حضرت جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بوقت ضرورت ہم اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں تو ناممکن الوقوع بھی وقوع میں آ جاتا ہے۔ اس پر اسی دہریہ نے کہا کہ یہ کس کا نام آپ نے لیا۔ اللہ کیا ہے؟ کہاں ہے؟ کیسا ہے؟ وہ کیا کرتا ہے؟ اللہ کا وجود ثابت کیجئے؟ حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا عقلی طریقہ سے یا نقلی طریقہ سے یعنی کتابوں سے؟ کہنے لگا کہ جناب عقل سے ثابت فرمایئے کتابوں کو میں نہیں مانتا۔ حضرت جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ اس پر خوش ہوئے کہ اس نے عقلی طریقہ کو پسند کیا۔ جب دہریہ نے خوش ہونے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ عقلی یا نقلی طریقہ کو پسند کرنا تمہارا اختیاری امر تھا۔ میں تم کو کسی طریقہ پر مجبور نہ کرسکتا تھا اگر تم نقلی ثبوت کتابوں سے چاہتے تو ذرا مشکل پڑتی اور آج اسی وقت منٹوں میں یہ مرحلہ طے نہ ہوسکتا جواب انشاء اللہ ہوجائے گا ورنہ کئی دن بحث چلتی کیونکہ کتابیں بہت ہیں اور ہر ایک میں گو نتیجہ واحد ہے اور دلائل مختلف اس لئے میں نے یہ التجا اللہ تعالیٰ سے کی کہ تم کو یہ توفیق دے کہ تم عقلی طریقہ پسند کرو۔ اب تو معاملہ آسان ہوگیا۔ اور فرمایا یہ بتلاؤ کہ ایک عقل مند انسان کے لئے وہ کون سا امر لازمی ہے جو اس کو آئندہ کی ندامت اور مصیبت سے مامون اور محفوظ رکھے۔ اس

کا جواب اس وقت اس فلسفی دہریے کی سمجھ میں نہ آیا تو حضرت نے فرمایا کہ کیا ''احتیاط'' ایسا امر ہو سکتا ہے؟ اس نے کہا کہ جی ہاں صحیح ہے۔ عقل مند آدمی کے لئے ہر معاملہ میں احتیاط کا پہلو اختیار کرنا ضروری ہے۔ آپ نے فرمایا تو اچھا اب ایک حکایت سن لو۔ حمید اور ولید دو دوست بغداد میں ہیں۔ اور بصرہ جانا چاہتے ہیں جہاں وہ کبھی نہیں گئے تھے۔ نہ راہ کی کیفیت جانتے تھے۔ نہ حالات سفر سے انہیں خبر تھی۔ متفکر بیٹھے تھے کہ ایک مسافر کو بصرہ کی راہ سے آتا دیکھا پوچھا بھائی ذرا مہربانی کر کے بتا دینا کہاں سے آ رہے ہو؟ کہا بصرہ سے۔ پوچھا کیسی راہ ہے؟ حالات سفر کیا ہیں؟ کہا کہ راستہ تو اچھا ہے مگر ایک گھاٹی ہے جہاں قزاق تاک میں لگے رہتے ہیں قابو مل گیا تو مار لیتے ہیں اس لئے ہتھیار رکھ لو پھر اطمینان ہے پھر شہر پناہ بصرہ پر محصول لے کر اندر جانے دیتے ہیں ورنہ باہر ہی باہر ہنکا دیتے ہیں اس محصول کی ادائیگی کے لئے کچھ رقم بھی ساتھ لے لو۔ اس پر وہ دونوں دوست متفق ہو گئے۔ اسی اثنا میں ایک دوسرا مسافر اسی بصرہ کی راہ سے آ رہا تھا۔ اس سے بھی وہی سوالات کئے گئے۔ اس نے جواب دیا راستہ بالکل صاف ہے۔ ناک کی سیدھی راہ پر چلے جاؤ۔ کھلے ہاتھ سونا لے جاؤ کچھ خطرہ نہیں۔ حمید نے کہا کہ کیا حرج ہے احتیاطاً ہتھیار رکھ لیں مگر ولید نے کہا کہ اس مخبر کو صحیح سمجھنا چاہئے۔ کون فضول بوجھ ہتھیار کا باندھے۔ خلاصہ یہ حمید مسلح اور ولید نہتہ چلے۔ اتفاق سے راہ میں وہ گھاٹی آئی اور دو تین آدمی ان پر ٹوٹ پڑے اب حمید نے تلوار چمکائی اس پر حملہ کرنے والا جھجکا ادھر دیکھا کہ ولید نہتہ کھڑا ہے۔ اس پر جھپٹے۔ حمید بھاگا۔ جان بھی بچی۔ اپنا مال بھی سلامت لے گیا۔ محصول بھی لیا جاتا تھا وہ ادا کیا اور بصرہ میں داخل ہو گیا۔ ولید کی جان مال قزاقوں کے نذر ہو گئی۔ اتنا فرما کر حضرت جعفر صادقؒ خاموش ہو گئے۔ دہریہ نے کہا کہ ہاں بچوں کے لئے اچھی حکمت آموز نقل ہے۔ حضرت نے فرمایا نہیں بڑوں کے لئے بھی ہدایت حق کرتی ہے۔ دہریہ نے کہا یہ کیونکر؟ فرمایا کہ تم اور میں دونوں مرنے والے ہیں۔ اس دنیا میں ہمیشہ کے لئے رہنے والے نہیں۔ اس لئے ہم دونوں اس دنیا سے سفر کرنے والے ہیں اور ایسی دنیا کو جہاں اب تک ہم نہیں گئے۔ نہ وہاں کا حال ہمیں معلوم۔ تمہارا دعویٰ ہے کہ خدا کا وجود نہیں۔ اگر تمہارا دعویٰ صحیح ہے اور واقعیت میں واقعی خدا نہیں ہے تو میں جو خدا کے وجود کا قائل ہوں مجھ کو اس اعتقاد کی سزا دینے والا وہاں کوئی نہ ہوگا۔ پس باوجود مختلف اور متضاد عقیدوں کے تمہاری اور میری حالت بعالم ثانیہ ایک سی رہے گی لیکن بحسب دعویٰ میرے اگر خدا کا وجود ہے تو تم پھنسے اور میں بچا۔ پس اس امر پر میں نے احتیاط پر عمل کیا یا تم نے؟ انسانی شیوۂ عقل میرا رہا یا تمہارا؟ آئندہ مصائب سے عقلاً میرا عمل محفوظ رکھے گا یا تمہارا؟ فلسفی دہریہ قائل ہو گیا اور ایمان لے آیا۔

یہاں اس حکایت سے جہاں نفس مضمون یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کے وجود کو تسلیم کرنا عقلاً بھی انسانی شیوۂ عقل ثابت ہوا وہیں ایک بڑے کام کی بات یہ گرہ میں باندھ لینے کی ہے کہ دنیا کے معاملات میں ''احتیاط'' جیسے انسانی شیوۂ عقل ہے اسی طرح دین کے معاملات میں بھی اس ''احتیاط'' کے پہلو پر عمل پیرا ہونا عقل کا تقاضہ ہے مثلاً رمضان المبارک کے مہینہ میں ۲۰ رکعت تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے اور جس پر چاروں ائمہ کا اجماع ہے اور جس کے نقلاً اثبات میں علمائے محققین نے دسیوں اور بیسیوں کتب تحریر فرمائی ہیں جب کہ بعض افراد خصوصاً غیر مقلدین صرف آٹھ رکعت پڑھنے پر اصرار کرتے ہیں تو یہ انسانی شیوۂ عقل کے بھی خلاف ہے کیونکہ اگر میدان حشر میں حق تعالیٰ کی طرف سے ۲۰ رکعت کا مطالبہ ہوا تو ۸ رکعت پڑھنے والے قابل مواخذہ ہوں گے اور اس وقت بری طرح اس معاملہ میں اپنے کو پھنسا ہوا پائیں گے اور اگر مطالبہ ۲۰ کا نہ بھی ہوا تب بھی ۲۰ رکعت والوں کو کوئی خدشہ اور نقصان نہیں۔ اللہ تعالیٰ دین کی سمجھ و فہم ہم کو عطا فرمائیں اور دینی معاملات میں بھی احتیاطی پہلو کو مدنظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اس سورۃ کو اِنَّھُمْ کَانُوْا فِیْ شَکٍّ مُّرِیْبٍ کے جملہ پر ختم فرمایا گیا یعنی یہ منکرین آخرت سب بڑے شک میں تھے جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا تھا۔ معلوم ہوا کہ دین میں شک و تردد یہ خالص کافرانہ خصلت ہے اور اس کے مقابل یقین یہ خالص مومنوں کا سرمایۂ آخرت ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ فَاطِرٍ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ　بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ　وَاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى

تمام تر حمد اللہ کو لائق ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے جو فرشتوں کو پیغام رسا بنانے والا ہے جن کے دو دو اور تین تین

وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۭ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ①

اور چار چار پَردار بازو ہیں، وہ پیدائش میں جو چاہے زیادہ کردیتا ہے، بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اَلْحَمْدُ تمام تعریفیں	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	فَاطِرِ پیدا کرنے والا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	جَاعِلِ بنانے والا	الْمَلٰٓئِكَةِ فرشتے
رُسُلًا پیغام بر	اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ پَروں والے	مَّثْنٰى دو دو	وَثُلٰثَ اور تین تین	وَرُبٰعَ اور چار چار	يَزِيْدُ زیادہ کردیتا ہے	فِي الْخَلْقِ پیدائش میں
مَا يَشَآءُ جو وہ چاہے	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	عَلٰي پر	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	قَدِيْرٌ قدرت رکھنے والا		

تفسیر وتشریح:۔ الحمدللہ اب ۲۲ ویں پارہ کی سورۂ فاطر کا بیان شروع ہورہا ہے۔ اس وقت صرف ایک ابتدائی آیت کا انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگا۔ جس کی تشریح سے پہلے سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام نزول۔ خلاصہ مضامین۔ تعداد آیات ورکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ سورۃ کی ابتداہی اس جملہ سے ہوتی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (ساری تعریفیں اس اللہ ہی کے لئے زیبا ہیں جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے) اس جملہ میں فاطر کا لفظ استعمال ہوا ہے اور علامت کے طور پر اس سورۃ کا نام فاطر مقرر ہوا۔ فاطر کے معنی ہیں نیست سے ہست کرنے والا۔ عدم سے وجود میں لانے والا۔ بغیر نمونہ اور مثال کے کوئی نئی چیز بنانے والا۔ اس سورۃ کا نام سورۃ الملائکہ بھی ہے۔ چونکہ اس سورۃ میں ملائکہ کا ذکر ہے اس لئے اس سورۃ کو سورۃ الملائکہ بھی کہتے ہیں۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے۔ موجودہ ترتیب قرآنی کے لحاظ سے پینتیسویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۸۶ لکھا ہے یعنی ۸۵ سورتیں اس سے قبل مکہ معظمہ میں نازل ہوچکی تھیں اور ۲۸ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۴۵ آیات۔ ۵ رکوعات۔ ۷۹۲ کلمات اور ۳۲۸۹ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

چونکہ یہ سورۃ مکی ہے اس لئے اس میں بھی مثل دوسری مکی سورتوں کے عقائد سے متعلق مضامین بیان فرمائے گئے ہیں جس میں توحید کو ثابت کیا گیا ہے اور شرک کو باطل قرار دیا گیا۔ اہل مکہ اور ان کے سرداروں نے دعوت توحید کے مقابلہ میں جو روبیہ اختیار کر رکھا تھا اس پر ناصحانہ انداز میں ان پر تنبیہ و ملامت بھی کی گئی ہے اور معلمانہ انداز میں فہمائش بھی۔ سورۃ کی ابتدا اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کے بیان سے فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اس زمین پر انسانوں کو بسایا اور ان کی ہدایت کے لئے رسول بھیجے اور ان رسولوں کے پاس اپنے فرشتوں کے ذریعہ سے پیغام ہدایت بھیجا۔ پھر جس طرح انسان کی جسمانی پرورش اور تربیت کے بے شمار سامان دنیا میں پیدا کئے۔ اسی طرح روحانی اور اخلاقی تربیت کے لئے نبوت و رسالت کا سلسلہ قائم کیا گیا اور کتابیں نازل کی گئیں۔ اسی سلسلۂ رسالت کی آخری رسالتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور آخری کتاب قرآن کریم ہے۔ انسان کو چاہئے کہ اللہ کی نعمتوں کو پہچانے۔ اور زمین و آسمان میں بے شمار پھیلے ہوئے آثار سے

توحید کا سبق حاصل کرے۔ وہ نعمتیں جو اللہ نے دے رکھی ہیں ان کی ناشکری کفر وسرکشی انسان کا شیوہ نہ ہونا چاہئے۔ مزید براں انسانوں کو یہ قرآن اور رسالت محمد یہ کی یہ عظیم نعمتیں ملیں پھر بھی اکثر لوگ اس سے اعراض وسرکشی کرتے ہیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں۔ پہلے بھی انبیاء کی تکذیب ہوتی رہی ہے۔ پھر بتلایا گیا کہ اللہ نے جو پیغام قرآن کی شکل میں دیا ہے وہ حق ہے۔ دنیا کے دھندوں میں پھنس کر اس کو نہ بھول جانا۔ اور شیطان تمہارا دشمن ہے۔ اس کا کہنا مانو گے تو تمہیں آگ یعنی نار جہنم کی طرف لے جائے گا۔ جو لوگ شیطانی دھوکہ میں آجاتے ہیں ان کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ وہ بری باتوں کو اچھا اور اپنے کو اچھوں کے برابر سمجھنے لگتے ہیں حالانکہ وہ برے ہیں۔ کافروں کے لئے آخرت میں سخت عذاب ہے اور ایماندار نیکوکار بڑا اجر پائیں گے اس لئے اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ کو اس کی نشانیاں دیکھ کر پہچانو جو دنیا میں پھیلی پڑی ہیں۔ انسان کی اپنی پیدائش پھر اس کی پرورش کا انتظام سب ایک اللہ عزوجل کے دست قدرت میں ہے اس لئے انسان سراسر اسی کا محتاج ہے اور ہر ایک اپنے اپنے کام کا ذمہ دار ہے کوئی اپنے سوا اور کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ برے اعمال کی سزا بعض وقت دنیا میں بھی مل جاتی ہے لیکن قیامت میں تو ضرور ملے گی۔ یہ سنت اللہ ہے کہ سرکشی اور نافرمانی پر فوراً گرفت نہیں ہوتی۔ مہلت ملتی ہے اگر مہلت سے فائدہ نہ اٹھایا تو پھر نتائج بھگتنے پڑیں گے اس لئے جسے سنبھلنا ہے وہ سنبھل جائے آخر وہ مقررہ گھڑی آکر رہے گی اور جب آجائے گی تو پھر کسی کی کچھ نہ چلے گی اور فیصلہ اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہوگا اور چونکہ وہ اپنے بندوں کے حال سے بخوبی واقف ہے۔ اس لئے ہر کسی کو اس کے کئے کا بدلہ دے گا۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کے خاص مضامین کا جن کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں بیان ہوں گی۔

اب اس تمہید کے بعد اس ابتدائی آیت کی تشریح ملاحظہ ہو۔ اس سورۃ کی ابتدا بھی الحمدللہ سے ہوئی ہے اور یہ ان پانچ سورتوں میں سے آخری سورۃ ہے جن کی ابتدا الحمدللہ سے فرمائی گئی ہے۔ سورۃ کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی حمد سے فرمائی جاتی ہے کہ ساری خوبیاں اور تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہر وقت حمد وثنا بیان کرنے کے لئے اس کی قدرت کے نمونہ ہر وقت ہر کسی کے سامنے موجود ہیں۔ انسان آنکھ اٹھا کر آسمان کو دیکھے یا نیچے نگاہ ڈال کر زمین کو دیکھے یہ سب اسی نے بنائے ہیں اور پھر ان کے درمیان طرح طرح اور قسم قسم کی مخلوقات پیدا کی منجملہ ان کے فرشتے ہیں جنہیں اللہ نے اپنا پیغام پہنچانے کے لئے مامور فرمایا وہ اللہ کے پیغمبروں کے پاس اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچاتے ہیں۔ علاوہ پیغام رسانی کی خدمت کے بعض فرشتوں کے سپرد اللہ جل شانہ کے احکام لے جانا اور دنیا میں ان کو نافذ کرنا بھی ہے۔ ان فرشتوں میں طاقت پرواز ہے۔ یہاں آیت میں بتلایا گیا کہ ان فرشتوں کے پردار بازو ہیں بعض کے دو۔ بعض کے تین اور بعض کے چار اور بعض کے اس سے بھی زائد۔ حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ایک مرتبہ اس شکل میں دیکھا کہ ان کے چھ سو بازو تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو دو مرتبہ ان کی اصل شکل میں دیکھا ہے ان کے ۶۰۰ بازو تھے اور وہ پورے افق پر چھائے ہوئے تھے۔ اصل حقیقت اور کیفیت ان فرشتوں کے بازوؤں اور پروں کی تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے اس کیفیت کو بیان کرنے کے لئے وہ لفظ استعمال فرمایا جو انسانی زبان اور فہم میں پرندوں کے بازوؤں کے لئے استعمال ہوتا ہے تو یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ ہماری زبان کا یہی لفظ اصل کیفیت سے قریب تر ہے غرض یہ کہ فرشتوں کے پر اور بازو ہیں اور یہ پر

اور بازو ان کی خلقت کے مناسب ہیں۔ جیسے ان کی خلقت نورانی ہے اسی طرح ان کے پر اور بازو بھی نورانی ہیں چونکہ فرشتے اللہ کا پیغام لے کر زمین میں آسمان سے اترتے ہیں اور پھر زمین سے آسمان پر چڑھتے ان کو اللہ نے پروں اور بازوؤں والا بنایا تاکہ وہ اللہ کا حکم لے کر آسمان سے زمین پر جلد پہنچیں اور پھر عالم بالا کی پرواز کرسکیں۔ فرشتوں کے دو دو تین تین اور چار چار بازوؤں کے ذکر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مختلف فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے مختلف درجہ کی طاقتیں عطا فرمائی ہیں۔ جس سے جیسی خدمت لینی مطلوب ہے اس کو ویسی ہی زبردست سرعت رفتار اور قوت کار سے آراستہ فرمایا گیا ہے۔ آیت کے اخیر میں اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پورا قادر ہے۔ اس کا ایک مطلب تو مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ فرشتوں کو پیغام رساں بنانے سے یہ مت سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کچھ ان وسائط کا محتاج ہے۔ ہرگز نہیں وہ بذات خود ہر چیز پر قادر ہے۔ محض حکمت کی بنا پر یہ اسباب و وسائط کا سلسلہ قائم کیا ہے۔ دوسرا مطلب یہ لکھا ہے کہ یہ فرشتے جن کو بعض مشرکین دیوی دیوتا بنائے ہوئے ہیں ان کی حیثیت وحدہٗ لاشریک کے فرمانبردار اور حکم برداری سی ہے کہ جس طرح کسی بادشاہ کے خدام اس کے احکام کی تعمیل کے لئے دوڑتے پھرتے ہیں اسی طرح یہ فرشتے کائنات کے فرمانروائے حقیقی کے احکام بجالانے کے لئے اڑتے پھرتے ہیں۔ ان حکم بردار فرشتوں کے اختیار میں کچھ نہیں ہے سارے اختیارات اصل فرمانروا کے دست قدرت میں ہیں۔

اب یہاں آیت میں چونکہ ملائکہ یعنی فرشتوں کا ذکر آ گیا ہے اور آج کل کے دہریئے فلسفی اور نیچری سرے سے وجود ملائکہ کے منکر ہیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ ملائکہ کا وجود قرآن و حدیث سے صراحۃً ثابت ہے لہٰذا فرشتوں کا انکار یا فرشتوں کے نزول کا انکار سب کفر ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں اہل اسلام کے نزدیک ملائکہ اجسام نورانیہ کا نام ہے جو نور سے پیدا کئے گئے ہیں اور یہ ایک ایسی لطیف اور نورانی مخلوق ہے جو عالم مادی کے ظلمات سے پاک اور منزہ ہے۔ اللہ کی مخلوقات کی کوئی شمار نہیں۔ اس کی بے شمار مخلوقات میں سے ایک نوع فرشتوں کی بھی ہے جو تمام انواع مخلوقات سے علیحدہ اور جدا ہے۔ یہ کھانے پینے اور توالد و تناسل سے اور اللہ تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی سے بالکل پاک اور منزہ ہیں۔ ذکر الٰہی ان کی غذا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو افعال قویہ پر قدرت دی ہے۔ یہ ہر صورت اور شکل میں نمودار ہو سکتے ہیں۔ اور یہ سب باتیں قرآن کریم کی کثیر آیات اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی کثیر تعداد اور صحابہ و تابعین کے اجماع سے ثابت ہیں اور تمام کتب سماویہ مثل توریت۔ انجیل۔ زبور وغیرہ سب کی سب فرشتوں کے اقرار اور اعتراف اور ان پر ایمان کے بارہ میں متفق ہیں لہٰذا فرشتوں کا انکار کفر ہے۔ انبیائے کرام نے فرشتوں کا مشاہدہ کیا ہے اور مرنے کے وقت ہر شخص فرشتوں کو دیکھتا ہے اور حدیث میں ہے کہ مرغ فرشتے کو دیکھ کر اذان دیتا ہے اور گدھا شیطان کو دیکھ کر آواز نکالتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض چیزیں ایسی بھی ہیں کہ حق جل شانہٗ نے ان کا ادراک اور احساس عام انسانوں کو عطا نہیں فرمایا ہے۔ اسی طرح کیا یہ ممکن نہیں کہ فرشتوں کا ادراک و احساس حضرات انبیاء کرام کو عطا کیا ہو اور عام انسانوں کو ان کا ادراک نہ عطا کیا ہو۔ رہا منکرین ملائکہ کا یہ شبہ کہ اگر فرشتے کوئی مخلوق موجود ہے تو ہم کو دکھائی کیوں نہیں دیتی تو یہ بالکل احمقانہ شبہ ہے۔ ہوا اپنی لطافت کی وجہ سے کسی کو نظر نہیں آتی تو کیا ہوا کے نظر نہ آنے سے کوئی فلسفی اور نیچری ہوا کے وجود کا انکار کرسکتا ہے۔ (معارف القرآن از کاندھلویؒ)

الغرض ملائکہ کے وجود پر ہمارا اسی طرح ایمان ہے جس طرح توحید و رسالت. اور تمام انبیاء اور تمام آسمانی کتب اور قیامت و آخرت اور حشر و نشر اور جنت و جہنم پر ایمان ہے اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان و اسلام کو زندگی کے آخری لمحہ تک قائم رکھیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ ۚ

اللہ جو رحمت لوگوں کیلئے کھول دے سواس کا کوئی بند کرنے والانہیں، اور جس کو بند کردے سو اس کے بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں،

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ

اور وہی غالب حکمت والا ہے۔ اے لوگو تم پر جو اللہ کے احسانات ہیں اُن کو یاد کرو کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق ہے

يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳﴾ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ

جوتم کو آسمان وزمین سے رزق پہنچاتا ہو، اُن کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، سوتم (شرک کرکے) کہاں اُلٹے جارہے ہو۔ اوراگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو

كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴﴾

آپ سے پہلے بھی بہت پیغمبر جھٹلائے جاچکے ہیں، اورسب امور اللہ ہی کے روبرو پیش کئے جائیں گے۔

مَا يَفْتَحِ جوکھول دے	اللّٰهُ اللہ	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	مِنْ رَّحْمَةٍ رحمت سے	فَلَا مُمْسِكَ تو بند کرنیوالانہیں	لَهَا اسکا	وَمَا يُمْسِكْ اور جو وہ بند کردے
فَلَا مُرْسِلَ تو کوئی بھیجنے والانہیں	لَهٗ اس کا	مِنْ بَعْدِهٖ اس کے بعد	وَهُوَ اوروہ	الْعَزِيْزُ غالب	الْحَكِيْمُ حکمت والا	يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو
اذْكُرُوْا تم یادکرو	نِعْمَتَ اللّٰهِ اللہ کی نعمت	عَلَيْكُمْ اپنے اوپر	هَلْ کیا	مِنْ خَالِقٍ کوئی پیدا کرنے والا	غَيْرُ اللّٰهِ اللہ کے سوا	
يَرْزُقُكُمْ وہ تمہیں رزق دیتا ہے	مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے	وَ اور	الْاَرْضِ زمین	لَاۤ نہیں	اِلٰهَ کوئی معبود	اِلَّا هُوَ اُس کے سوا
فَاَنّٰى تو کہاں	تُؤْفَكُوْنَ اُلٹے پھرے جاتے ہوتم	وَاِنْ اور اگر	يُّكَذِّبُوْكَ وہ تجھے جھٹلائیں	فَقَدْ كُذِّبَتْ تو تحقیق جھٹلائے گئے		
رُسُلٌ رسول	مِّنْ قَبْلِكَ تم سے پہلے	وَ اور	اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف	تُرْجَعُ لوٹنا	الْاُمُوْرُ تمام کام	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیت کے خاتمہ پر اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ فرما کر بتلایا گیا تھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ سب کچھ اس کی قدرت میں ہے اور ہر چیز پر اسے پورا پورا اختیار ہے۔ اب آگے اس کی قدرت واختیار کا اندازہ کرنے کے لئے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی رحمت سے کوئی جسمانی یا روحانی نعمت دینا چاہے تو کسی کی مجال نہیں کہ اسے روک لے اور اگر وہی روک لے تو کوئی اور اس کے سوا کسی کو کچھ دے نہیں سکتا۔ ساری قدرت واختیار کا وہی مالک ہے اور یہ بھی وہی جانتا ہے کہ کس کو کیا دینا چاہیے۔ گویا کامل اقتدار کے ساتھ عزیز وحکیم بھی ہے۔ عزیز یعنی زبردست ہے کہ کوئی اس کے فیصلوں کو نافذ ہونے سے روک نہیں سکتا اور اس کے ساتھ ہی وہ حکیم بھی ہے کہ جو فیصلہ کرتا ہے سراسر حکمت کی بناء پر کرتا ہے۔ کسی کو دیتا ہے تو اس لئے دیتا ہے کہ حکمت اسی کو مقتضی ہے اور کسی کو نہیں دیتا تو اس لئے نہیں دیتا کہ اسے دینا حکمت کے خلاف ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ وہ علاوہ کامل القدرت ہونے کے کامل النعمت بھی ہے۔ چنانچہ بے شمار نعمتیں اس نے انسانوں کو دے رکھی ہیں۔ اس لئے تمام انسانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اللہ کے احسانات کو یاد کریں اور اس کی نعمتوں کو نہ بھولیں۔ اوران نعمتوں کے یاد کرنے سے مقصد یہ ہے کہ ان کا شکر ادا کیا جائے۔ اورسب سے بڑا شکر یہ ہے کہ توحید اختیار کی جائے اورشرک چھوڑ دیا جائے۔ گویا یہاں انسانوں

16 کواحسان فراموش نہ ہونے کی تعلیم دی گئی کہ اس حقیقت کو کوئی نہ بھولے کہ جو کچھ بھی اسے حاصل ہے وہ اللہ ہی کا دیا ہوا ہے۔اب اگر کوئی کسی نعمت کو اللہ کے سوا دوسری ہستی کی عطا سمجھتا ہے یا کسی نعمت کے ملنے پر اللہ کے سوا کسی اور کا شکر بجالاتا ہے یا کوئی نعمت مانگنے کے لئے اللہ کے سوا کسی اور سے دعا کرتا ہے تو یہ انسان کی غلطی اور احسان فراموشی ہے۔آگے دو بڑی نعمتوں پر متنبہ کیا جاتا ہے کہ اے انسانو غور کرو کہ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور تمہارا خالق ہے اور رزاق ہے؟ یعنی اسی خالق بے مثال نے تمہیں پیدا کر کے تمہارے واسطے آسمان اور زمین سے رزق پہنچانے کا سامان مہیا کر دیا۔آسمان سے بارش ہوتی ہے۔زمین سے گھاس۔غلہ۔سبزی۔ترکاری پھل پھلار وغیرہ سب کچھ پیدا ہوتا ہے۔تو جب تم یہ مانتے ہو کہ پیدا کرنا اور روزی کے سامان بہم پہنچا کر زندہ رکھنا سب اللہ کے قبضہ اور اختیار میں ہے پھر معبودیت کا استحقاق کسی دوسرے کو کدھر سے ہو گیا؟ جو خالق و رازق حقیقی ہے وہی معبود ہونا چاہئے۔آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اس قدر سمجھانے اور حجت تمام کرنے کے بعد بھی اگر یہ مشرکین و منکرین آپ کی بات نہیں مانتے۔آپ کو اللہ کا رسول نہیں تسلیم کرتے بلکہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو آپ غم نہ کیجئے انبیائے سابقین کے ساتھ بھی یہی برتاؤ ہوا ہے۔یہ کوئی انوکھی بات نہیں۔متعصب اور ضدی لوگ کبھی اپنی ہٹ سے باز نہیں آئے۔ایسوں کا معاملہ خدا کے حوالہ کیجئے۔وہیں پہنچ کر سب باتوں کا دو ٹوک عملی فیصلہ ہو جائیگا۔

خلاصہ یہ کہ یہاں کتنی خوبی کے ساتھ اثبات توحید فرمایا گیا اور عام تعلیم اور سبق یہ دیا گیا کہ اللہ کے بندے غیر اللہ سے نفع و ضرر کی کوئی امید یا خوف نہ رکھیں۔صرف اللہ تعالیٰ کی طرف نظر رکھیں۔بزرگان دین لکھتے ہیں کہ دین و دنیا کی درستی اور دائمی راحت اور چین و سکون کا یہ اکسیری نسخہ ہے۔اور اللہ پر توکل اور اعتماد ہزاروں غموں اور فکروں سے نجات دینے والا ہے۔

حضرت عامر بن عبد قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جب میں صبح کو قرآن کریم کی چار آیتیں پڑھ لیتا ہوں تو مجھے یہ فکر نہیں رہتی کہ اب صبح کو کیا ہوگا اور شام کو کیا ہوگا۔وہ آیتیں یہ ہیں۔

(۱) ایک تو یہی پہلی آیت یعنی

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

یعنی اللہ جو رحمت لوگوں کے لئے کھول دے تو اس کا کوئی بند کرنے والا نہیں اور جس کو بند کر دے تو اس کے بند کرنے کے بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں۔اور وہی غالب حکمت والا ہے۔

(۲) دوسری آیت۔

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (پ۱۱ سورۂ یونس)

اور اگر اللہ تعالیٰ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں۔اور اگر تم کو کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے مبذول فرمادے وہ غفور الرحیم ہے۔

(۳) تیسری آیت سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا

اور اللہ عنقریب تنگی کے بعد فراغت بھی دے گا۔(پ۲۸ سورۂ طلاق)

(۴) اور چوتھی آیت۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (سورۂ ہود)

اور روئے زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو۔(معارف القرآن حضرت مفتی صاحبؒ جلد ہفتم)

اللہ تعالیٰ اپنی ذات عالی اور قدرت کاملہ پر ہم کو بھی توکل اور اعتماد کامل نصیب فرمائیں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۥ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ

اے لوگو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ضرور سچا ہے سو ایسا نہ ہو کہ یہ دنیوی زندگی تم کو دھوکہ میں ڈالے رکھے اور ایسا نہ ہو کہ تم کو دھوکہ باز شیطان اللہ سے دھوکہ میں ڈال دے۔

الْغَرُوْرُ ۝ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۭ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ

یہ شیطان بیشک تمہارا دشمن ہے سو تم اس کو دشمن (ہی) سمجھتے رہو۔ وہ تو اپنے گروہ کو محض اس لئے بلاتا ہے تاکہ وہ لوگ

اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ڛ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

دوزخیوں میں سے ہوجاویں۔ جو لوگ کافر ہوگئے اُن کیلئے سخت عذاب ہے، اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْۗءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ۭ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ

اُن کیلئے بخشش اور بڑا اجر ہے۔ تو کیا ایسا شخص جس کو اُس کا عمل بد اچھا کر کے دکھایا گیا پھر وہ اُس کو اچھا سمجھنے لگا (اور ایسا شخص جو قبیح کو قبیح سمجھتا ہے کہیں برابر ہوسکتے ہیں) سو اللہ تعالیٰ

مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ڮ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ

جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے، سو ان پر افسوس کر کے کہیں آپ کی جان نہ جاتی رہے، اللہ کو اُن کے

بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝

سب کاموں کی خبر ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو	اِنَّ بیشک	وَعْدَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ	حَقٌّ سچا	فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ پس ہرگز تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے	الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی		
وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ اور تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے	بِاللّٰهِ اللہ سے	الْغَرُوْرُ دھوکہ باز	اِنَّ الشَّيْطٰنَ بے شک شیطان	لَكُمْ تمہارے لئے			
عَدُوٌّ دشمن	فَاتَّخِذُوْهُ پس اسے سمجھو	عَدُوًّا دشمن	اِنَّمَا يَدْعُوْا وہ تو بلاتا ہے	حِزْبَهٗ اپنے گروہ کو	لِيَكُوْنُوْا تاکہ وہ ہوں	مِنْ سے	
اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ جہنم والے	اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ شَدِيْدٌ سخت عذاب	وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور جو لوگ ایمان لائے			
وَعَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ اچھے	لَهُمْ ان کیلئے	مَّغْفِرَةٌ بخشش	وَّاَجْرٌ اور اجر	كَبِيْرٌ بڑا	اَفَمَنْ سو کیا جس	زُيِّنَ آراستہ کیا گیا
لَهٗ اس کیلئے	سُوْۗءُ عَمَلِهٖ اس کا برا عمل	فَرَاٰهُ پھر اس نے دیکھا اسے	حَسَنًا اچھا	فَاِنَّ اللّٰهَ پس بیشک اللہ	يُضِلُّ گمراہ ٹھہراتا ہے		
مَنْ يَّشَاۗءُ جس کو وہ چاہتا ہے	وَيَهْدِيْ اور ہدایت دیتا ہے	مَنْ يَّشَاۗءُ جس کو وہ چاہتا ہے	فَلَا تَذْهَبْ پس نہ جاتی رہے	نَفْسُكَ تمہاری جان			
	عَلَيْهِمْ ان پر	حَسَرٰتٍ حسرت کرکے	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	عَلِيْمٌ جاننے والا	بِمَا اسے جو	يَصْنَعُوْنَ وہ کرتے ہیں	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کے خالق ورازق ہونے سے اس کے معبود ہونے پر دلالت کی گئی تھی کیونکہ کفار ومشرکین کو بھی اس امر کا اقرار تھا کہ خالق ورزاق اللہ کے سوا کوئی نہیں اس پر بتلایا گیا تھا کہ جب خالق ورازق اللہ کے سوا کوئی نہیں تو پھر معبود بھی اس کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا مگر چونکہ بعض کفار ومشرکین اپنی ہٹ دھرمی پر قائم تھے اور توحید ورسالت کی تکذیب پر جمے ہوئے تھے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعاً رنج ہوتا تھا تو اس پر آپ کی تسلی فرمائی گئی تھی کہ ان کفار ومشرکین کی تکذیب کرنا کوئی نئی بات نہیں

گذشتہ انبیاء کے ساتھ بھی یہی معاملہ رہا ہے۔ بہر حال تمام معاملات آخرت میں حق تعالیٰ کے حضور پیش ہونے والے ہیں اور وہاں عملی اور قطعی فیصلہ فرما دیا جائے گا۔

چونکہ گذشتہ آیات میں آخرت کا ذکر آ گیا تھا اس لئے آگے ان آیات میں تمام انسانوں کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ قیامت آنی ہے اور یقیناً سب کو اللہ تعالیٰ کی بڑی عدالت میں حاضر ہونا ہے اور سب کو اپنے اپنے کاموں اور باتوں کی جزا وسزا ملنی ہے۔ اللہ نے جن باتوں کا وعدہ فرمایا ہے وہ ہو کر رہیں گی۔ ان کے ٹل جانے کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ تو اے انسانو! دنیا کی ٹیپ ٹاپ فانی عیش و بہار پر نہ پھولو اور اس دھوکہ میں نہ رہو کہ جو کچھ ہے بس یہی دنیا ہے۔ اور اسی کو سب کچھ سمجھنے لگو۔ دیکھو تمہارے پیچھے ایک دغاباز پڑا ہوا ہے اور وہ تمہیں دنیا میں پھنسا کر رکھنا چاہتا ہے۔ اور طرح طرح سے فریب تمہیں دیتا ہے۔ کسی کو اس دھوکہ میں رکھتا ہے کہ میاں کیسی قیامت و آخرت اور کہاں کی جزا وسزا۔ یہ دنیا کا کارخانہ جیسا چلتا رہا ہے ایسے ہی چلتا رہے گا۔ لہٰذا دنیا کے عیش کو آخرت کی فکر سے کیوں کر کرا کیا جائے کسی کو یہ دھوکہ دیتا ہے کہ اب تو عیش کرو۔ اور گناہ و معصیت کرنے سے نہ ڈرو۔ ابھی بہت عمر پڑی ہے۔ جوانی کی بہاریں دیکھو۔ پھر بڑھاپے میں توبہ کر لینا۔ خدا بڑا کریم و رحیم ہے۔ سب گناہ بخش دے گا۔ اور یہ دھیان نہیں آنے دیتا کہ شاید موت توبہ کرنے سے پہلے ہی آ پہنچے۔ یہ تو وہی مثل ہوئی کہ کسی کے پاس تریاق ہو اور اس کے بھروسہ زہر کھا لے۔ اس لئے تمام انسانوں کو سمجھایا جاتا ہے کہ اس مشہور دغاباز شیطان کے دھوکہ میں مت آؤ۔ وہ تمہارا ازلی دشمن ہے کبھی اچھا مشورہ نہیں دے گا اور یہی کوشش کرے گا کہ اپنے ساتھ تمہیں بھی جہنم میں پہنچا کر چھوڑے۔ طرح طرح کی باتیں بنا کر خدا اور آخرت سے غافل کرتا رہے گا۔ چاہئے کہ تم دشمن کو دشمن سمجھو اور اس کی بات ہرگز نہ مانو اور اس پر ثابت کر دو کہ ہم تیری مکاری کے جال میں پھنسنے والے نہیں خوب سمجھتے ہیں کہ تو دوستی کے لباس میں بھی دشمنی کرتا ہے۔ الغرض شیطان اپنے متبعین کو محض اس لئے باطل کی طرف بلاتا ہے تاکہ وہ لوگ جہنمیوں میں شامل ہو جاویں پس اے انسانو! خوب سمجھ لو کہ اللہ کے رسول کی دعوت اور اس کے مقابل شیطان لعین کی دعوت دونوں تمہارے سامنے ہیں۔ اور ان کا قبول کرنا اور قبول نہ کرنا تمہارے اختیار میں ہے۔ اس لئے آگے تنبیہ فرمائی جاتی ہے کہ جو لوگ شیطان کی دعوت اور دھوکہ میں پھنسیں گے اور کفر و شرک اختیار کریں گے اور اللہ کی معصیت اور نافرمانی میں لگے رہیں گے تو پھر ان کے لئے آخرت میں سخت عذاب کی سزا ہے۔ اور جو اس کی دعوت اور دھوکہ میں نہ پھنسیں گے اور اللہ کے رسول کی دعوت کو قبول کر کے ایمان لے آئیں گے اور اچھے کام کریں گے تو ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔ آگے سمجھایا جاتا ہے کہ جب کفر و معصیت و نافرمانی کا انجام عذاب شدید اور ایمان و عمل صالح کا انجام مغفرت اور اجر کبیر ہے تو کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح ایسا شخص جس کو اس کا عمل برا اچھا نظر آئے اور وہ اس کو اچھا سمجھنے لگے کہیں ایسے شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو برے کام کو برا سمجھے اور نیکی کو نیکی جانے اور بدی کو بدی جانے۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے تو پھر انجام بھی دونوں کا یکساں نہیں ہو سکتا۔ اور یہ خیال نہ کرو کہ دیکھتی آنکھوں برائی کو بھلائی کوئی کیوں سمجھ لے گا۔ تو بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو سوء استعداد اور سوء اختیار کی بنا پر بھٹکانا چاہے تو اس کی عقل اسی طرح اوندھی ہو جاتی ہے اور جس کو حسن استعداد اور حسن اختیار کی وجہ سے ہدایت پر لانا چاہے تو کسی شیطان کی طاقت نہیں کہ اسے غلط راہ پر ڈال سکے یا الٹی بات سجھا دے۔ الغرض جو شخص شیطانی اغوا سے برائی کو بھلائی۔ اور بدی کو نیکی اور زہر کو تریاق سمجھ لے کیا

اس کے سیدھے راستہ پر آنے کی کوئی توقع ہوسکتی ہے؟ جب نہیں ہوسکتی اور سلسلۂ ہدایت وضلالت اللہ کی مشیت کے تابع ہے تو اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان معاندین کے غم میں اپنے کو کیوں گھلاتے ہیں۔ اور اس حسرت میں کہ یہ بدبخت اپنے فائدہ کی بات کو کیوں قبول نہیں کرتے کیا آپ اپنی جان دے بیٹھیں گے۔ آپ صبر سے بیٹھئے اور ان پر افسوس نہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کے سب کرتوتوں کی خبر ہے وہ خود ان کا بھگتان کردے گا اور وقت آنے پر ان سے سمجھ لے گا۔ آپ دلگیر اور غمگین نہ ہوں۔

یہاں ان آیات میں کئی اہم نصیحتیں کی گئی ہیں اور ان سے کئی امور معلوم ہوتے ہیں۔

۱- ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول یا اپنی کتاب کے ذریعہ جو وعدے فرمائے ہیں وہ سب حق ہیں سچے اور یقینی ہیں۔ ان کے خلاف میں دھوکہ ہی دھوکہ ہے۔

۲- دوسرے یہ کہ انسان کو دنیوی زندگی کے دھوکہ میں نہ پڑنے کی ہدایت کی گئی۔ اور دنیوی زندگی کا سب سے بڑا دھوکہ یہی ہے کہ اس دنیا کی زندگی میں منہمک ہوکر آخرت سے غافل ہوجائے۔

۳- تیسرے یہ کہ شیطان انسانوں کا ازلی اور قدیمی دشمن ہے۔ اس کا کام ہی یہ ہے کہ وہ انسان کو اپنے وسوسوں سے دھوکہ اور فریب دیتا رہے لہٰذا ایک عاقل انسان کو ہمیشہ شیطانی وسوسوں سے چوکنا اور ہوشیار رہنا چاہئے۔ اور شیطان کے بہکانے سے ہرگز قصد کرکے کوئی گناہ اور معصیت و نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نہ کرے۔ اور اگر اتفاقاً کوئی گناہ یا معصیت ہوجائے تو اس پر جلد پشیمانی اور ندامت کے ساتھ توبہ کرلے کہ پھر ایسا نہ کروں گا۔

۴- چوتھے یہ کہ شیطان کو چونکہ اپنا انجام معلوم ہے کہ وہ جہنمی ہے اس لئے وہ یہی چاہتا ہے کہ انسانوں میں سے جس کو ہوسکے اپنے ساتھ وہ جہنم میں لے جائے۔ اس لئے شیطانی اغوا سے بہت سے انسان برائی کو اچھائی۔ اور بدی کو بھلائی۔ اور حق کو باطل اور باطل کو حق۔ اور نفع کو نقصان اور نقصان کو نفع سمجھنے لگتے ہیں اور اچھے اور برے میں تمیز کی صلاحیت ان میں باقی نہیں رہتی گویا یہ دل کی موت ہے اور آدمی کا اس حال پر پہنچ جانا نہایت خطرناک ہے کہ جس کی نگاہ میں ہدایت گمراہی اور گمراہی ہدایت بن جاتی ہے۔ پھر اس کا اپنی حماقت پر متنبہ ہونا اور کسی کی نصیحت کا اس پر کارگر ہونا مشکل ہے۔ یہیں سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ ایک آدمی جو کوئی برا کام تو کرتا ہے مگر یہ سمجھتا ہے اور مانتا ہے کہ وہ جو کچھ کررہا ہے برا کررہا ہے اور اس کے قلب میں نیکی اور بدی کی تمیز باقی ہے تو ایسا شخص کبھی خود اپنے ضمیر کی ملامت سے یا کسی کے سمجھانے سے درست ہوسکتا ہے اور راہ راست پر آسکتا ہے۔

۵- پانچویں یہ کہ ایمان اور عمل صالح کے ساتھ آخرت میں انسان کی مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ ہے۔

۶- چھٹے یہ کہ ہدایت وضلالت حقیقت میں حق تعالیٰ جل شانہ کی مشیت کے تابع ہے۔ نیکی اور بدی اور حق و باطل میں تمیز من جانب اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گمراہی میں پڑا رہنے دیں اور جس کو چاہیں ہدایت سے نوازیں۔ اس لئے ہدایت کا طالب ہر کسی کو اللہ پاک ہی سے ہونا چاہئے۔ اور اسی سے ہدایت اور صراط مستقیم کی دعا کرتے رہنا چاہئے۔ اور اس کی تاکید خود حق تعالیٰ کی طرف سے ہر اہل ایمان کو اس طرح کی گئی ہے کہ ہر نماز میں اور نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کہنے کی تلقین فرمائی گئی یعنی اے اللہ ہم کو سیدھے راستے کی ہدایت فرما۔ حق تعالیٰ ہمیں حق و باطل کی تمیز اور حق پر قائم رہنے اور باطل سے گریز اور بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ

اور اللہ ایسا ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے پھر وہ (ہوائیں) بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر ہم اس بادل کو خشک قطعۂ زمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں پھر ہم اس کے (پانی کے)

الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝۹ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ

ذریعہ سے زمین کو زندہ کرتے ہیں، اسی طرح (قیامت میں آدمیوں کا) جی اٹھنا ہے۔ جو شخص عزت حاصل کرنا چاہتا ہے تو تمام تر عزت خدا ہی کیلئے ہے،

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ

اچھا کلام اسی تک پہنچتا ہے اور اچھا کام اس کو پہنچاتا ہے، اور جو لوگ بُری بُری تدبیریں کررہے ہیں ان کو

عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ ۝۱۰

سخت عذاب ہوگا، اور ان لوگوں کا یہ مکر نیست و نابود ہو جائے گا۔

وَاللّٰهُ اور اللہ	الَّذِيْ وہ جس نے	اَرْسَلَ بھیجا	الرِّيٰحَ ہوائیں	فَتُثِيْرُ پھر وہ اٹھاتی ہیں	سَحَابًا بادل	فَسُقْنٰهُ پھر ہم اسے لے گئے	اِلٰى طرف
بَلَدٍ مَّيِّتٍ مردہ شہر	فَاَحْيَيْنَا پھر ہم نے زندہ کیا	بِهِ اس سے	الْاَرْضَ زمین	بَعْدَ مَوْتِهَا اسکے مرنے کے بعد	كَذٰلِكَ اسی طرح		
النُّشُوْرُ جی اٹھنا	مَنْ جو کوئی	كَانَ يُرِيْدُ چاہتا ہے	الْعِزَّةَ عزت	فَلِلّٰهِ تو اللہ کیلئے	الْعِزَّةُ عزت	جَمِيْعًا تمام تر	اِلَيْهِ اس کی طرف
يَصْعَدُ چڑھتا ہے	الْكَلِمُ الطَّيِّبُ کلام پاکیزہ	وَالْعَمَلُ اور عمل	الصَّالِحُ اچھا	يَرْفَعُهٗ وہ اس کو بلند کرتا ہے	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	يَمْكُرُوْنَ تدبیریں کرتے ہیں	
	السَّيِّاٰتِ بُری	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ شَدِيْدٌ عذاب سخت	وَمَكْرُ اور تدبیر	اُولٰٓئِكَ ان لوگوں	هُوَ يَبُوْرُ وہ اکارت جائیگی	

تفسیر وتشریح:۔ شروع سورت میں توحید کا مضمون تھا اسی سلسلہ میں گذشتہ آیات میں آخرت و قیامت کا ذکر فرمایا گیا تھا ساتھ ہی منکرین و مکذبین توحید و رسالت و آخرت کا ذکر ہوا تھا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی تھی۔ اب آگے پھر وہی مضمون توحید و آخرت بیان ہو رہا ہے اور منکرین کو سمجھایا جارہا ہے کہ وہ کس طرح دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے چنانچہ ان آیات میں پہلے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کے حکم سے ہوائیں بادلوں کو اٹھا کر لاتی ہیں اور وہ مردہ زمین جو گرمی کی شدت سے سوکھی پڑی تھی اور چاروں طرف خاک اڑ رہی تھی۔ بارش کے پانی سے اس میں جان پڑ جاتی ہے اور جہاں کھیتی و سبزہ کچھ نہ تھا وہ زمین یکا یک لہلہا اٹھتی ہے۔ اسی طرح سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ تم کو بھی مرے پیچھے جلا کر کھڑا کر دے گا۔ روایات میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرنا چاہے گا تو عرش کے نیچے سے ایک خاص قسم کی بارش ہوگی جس کا پانی پڑتے ہی مردے اس طرح جی اٹھیں گے جیسے ظاہری بارش ہونے پر دانہ زمین سے اگ آتا ہے تو منکرین آخرت کو یہاں بتلایا گیا کہ تم جو اس خیال میں ڈوبے ہوئے ہو کہ دنیا میں جو کچھ بھی من مانی کرتے رہیں وہ وقت کبھی نہیں آتا کہ جب اپنے دنیا میں کیے ہوئے اعمال و افعال کی جوابدہی کے لئے خدا کے حضور حاضر ہونا پڑے گا۔ تو یہ خیال بالکل غلط ہے۔ قیامت و آخرت ضرور آنی ہے جبکہ تمام اگلے پچھلے مرے ہوئے انسان اللہ تعالیٰ کے دربار میں دوبارہ زندہ کر کے حاضر کر دیئے جائیں گے اور بالکل اسی طرح جی اٹھیں گے جس طرح ایک بارش ہوتے ہی سوتی اور مردہ زمین یکا یک لہلہا اٹھتی ہے۔ آگے اس نشور یعنی مر کر دوبارہ زندہ ہونے کی مناسبت سے ایک اور مضمون بیان فرمایا جاتا ہے اور

وہ یہ کہ جب قیامت میں دوبارہ زندہ ہونا ہے تو وہاں کی ذلت و خواری سے بچنے کی فکر کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جو شخص آخرت میں عزت حاصل کرنا چاہے تو اس کو چاہئے کہ اللہ کی اطاعت اور بندگی کو دنیا میں لازم پکڑے اور لباس تقویٰ اختیار کرے۔ جو جس درجہ کی اطاعت و بندگی اختیار کرے گا اور جس درجہ کا تقویٰ اور پرہیز گاری لازم پکڑے گا اسی درجہ کی عزت اس کو آخرت میں حاصل ہوگی۔ تو منکرین توحید و رسالت و آخرت کو بتلایا گیا کہ سچی عزت جس میں ذلت کا شائبہ نہ ہوگا وہ تو اللہ کی اطاعت سے ملے گی اور اس کے رسول سے کفر و بغاوت کر کے جو عزت تم نے دنیا میں بنا رکھی ہے یہ تو ایک جھوٹی عزت ہے جس کو دیر یا سویر خاک ہی میں ملنا ہے۔ حقیقی عزت اور پائیدار عزت جو دنیا سے لے کر عقبیٰ تک کبھی ذلت آشنا نہیں ہو سکتی وہ صرف خداوند قدوس سے حاصل ہو سکتی ہے اور خدا کی بندگی سے میسر آ سکتی ہے۔ اس کے ہو جاؤ گے تو وہ تمہیں مل جائے گی اور اس سے منہ موڑو گے تو انجام کار ذلیل و خوار ہونا پڑے گا۔ پس اس عزت حقیقی کو خدائے ذوالجلال والاکرام سے حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ قولاً اور فعلاً اس کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کی جائے کہ خدا کے نزدیک یہی چیزیں پسندیدہ ہیں چنانچہ اچھا کلام یعنی کلمۂ توحید ذکر اللہ اور تلاوۃ القرآن۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ تسبیح تہلیل۔ تحمید اور تمجید۔ علم و نصیحت کی باتیں۔ یہ سب چیزیں بارگاہ رب العزت کی طرف چڑھتی ہیں اور قبولیت کی عزت حاصل کرتی ہیں اور اچھے کلام کے ساتھ اچھے کام بھی ہوں تو وہ اس کو سہارا دے کر اور زیادہ ابھارتے اور بلند کرتے رہتے ہیں۔ غرض کہ بھلے کام اور اچھے کلام یہ دونوں اللہ کو پسندیدہ ہیں لہٰذا جو شخص اللہ تعالیٰ سے عزت کا طالب ہو وہ ان چیزوں کے ذریعہ سے حاصل کرے۔

یہاں یہ بات لائق غور ہے کہ قرآن کریم نے کلم الطیب اور عمل الصالح لازم ملزوم کی حیثیت سے بتلائے ہیں۔ تو جو شخص ان دونوں کو اختیار کرے گا وہ اللہ کے نزدیک پوری طرح معزز ہوگا۔ اور جو لوگ اس کے خلاف طریقہ اختیار کر کے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کر رہے ہیں اور اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بری بری تدبیریں سوچتے اور حق کے خلاف داؤ گھات میں رہتے ہیں ان کو آخرت میں کوئی عزت نہیں اور سخت عذاب ہوگا جو کہ موجب ان کی ذلت کا ہوگا۔ یہ تو آخرت کا خسران ہوا۔ لیکن دنیا میں بھی ان کو یہ خسران ہوگا کہ ان کی یہ تدبیریں خلاف حق کامیاب نہ ہوں گی اور ان کا مکر نیست و نابود ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کفار عرب اسلام کو مٹانا چاہتے تھے وہ خود ہی مٹ گئے۔ یا قریش نے "دارالندوہ" میں بیٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کرنے یا قتل کرنے یا وطن سے نکالنے کے مشورہ کئے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ بدر کے موقع پر وہی لوگ وطن سے نکلے۔ اور مسلمانوں کے ہاتھوں قتل و قید ہوئے۔

دعا کیجئے:

حق تعالیٰ ہم کو ایمان و اسلام کے ساتھ کلمہ طیب اور عمل صالحہ نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! جن اعمال صالحہ کی ہم کو توفیق نصیب ہو جائے ان کو اپنی قبولیت سے بھی سرفرازی بخشئے۔

یا اللہ! دنیا کی ذلت اور رسوائی سے ہم کو بچائیے اور آخرت کی ذلت اور رسوائی سے بھی ہم کو بچالیجئے۔

یا اللہ! جو امور آپ کو پسند ہیں اور جس سے دونوں جہاں میں عزت نصیب ہوتی ہے ان کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اور جو امور آپ کو ناپسند ہیں اور جو ذلت کا باعث ہیں ان سے ہمیں دور رکھئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ۭ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا

اور اللہ تعالٰی نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے پھر نطفہ سے پیدا کیا پھر تم کو جوڑے جوڑے بنایا، اور کسی عورت کو نہ حمل رہتا ہے اور نہ

تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ

وہ جنتی ہے مگر سب اس کی اطلاع سے ہوتا ہے، اور نہ کسی کی عمر زیادہ کی جاتی ہے اور نہ کسی کی عمر کم کی جاتی ہے مگر یہ سب لوح محفوظ میں ہوتا ہے، یہ سب

عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۱۱ وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ڰ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَاۗىِٕغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۭ

اللہ کو آسان ہے۔ اور دونوں دریا برابر نہیں ہیں، ایک تو شیریں پیاس بجھانے والا ہے جس کا پینا آسان ہے اور ایک شور تلخ ہے،

وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ

اور تم ہر ایک سے تازہ گوشت کھاتے ہو اور زیور (یعنی موتی) نکالتے ہو جس کو تم پہنتے ہو، اور تو کشتیوں کو اس میں دیکھتا ہے

مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۱۲ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي

پانی کو پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں تاکہ تم اس کی روزی ڈھونڈو اور تاکہ تم شکر کرو۔ وہ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے،

الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ڮ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ

اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے، ہر ایک وقت مقرر تک چلتے رہیں گے، یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے اسی کی سلطنت ہے،

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝۱۳ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاۗءَكُمْ ۚ

اور اس کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔ اگر تم ان کو پکارو بھی تو وہ تمہاری پکار سنیں گے نہیں،

وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۭ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۭ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ۝۱۴

اور اگر سن بھی لیں تو تمہارا کہنا نہ کرینگے، اور قیامت کے روز وہ تمہارے شرک کرنے کی مخالفت کریں گے، اور تجھ کو خبر رکھنے والے کے برابر کوئی نہیں بتلا دے گا۔

وَاللّٰهُ اور اللہ	خَلَقَكُمْ اس نے پیدا کیا تمہیں	مِنْ تُرَابٍ مٹی سے	ثُمَّ پھر	مِنْ نُّطْفَةٍ نطفہ سے	ثُمَّ جَعَلَكُمْ پھر اس نے تمہیں بنایا		
اَزْوَاجًا جوڑے جوڑے	وَمَا اور نہ	تَحْمِلُ حاملہ ہوتی ہے	مِنْ اُنْثٰى کوئی عورت	وَلَا تَضَعُ اور نہ جنتی ہے	اِلَّا مگر	بِعِلْمِهٖ اسکے علم میں ہے	
وَمَا اور نہیں	يُعَمَّرُ عمر پاتا	مِنْ مُّعَمَّرٍ کوئی بڑی عمر والا	وَلَا يُنْقَصُ اور نہ کمی کی جاتی ہے	مِنْ عُمُرِهٖٓ اس کی عمر سے	اِلَّا مگر	فِيْ كِتٰبٍ کتاب میں	
اِنَّ بیشک	ذٰلِكَ یہ	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	يَسِيْرٌ آسان	وَمَا يَسْتَوِيْ اور برابر نہیں	الْبَحْرٰنِ دونوں دریا	هٰذَا یہ	عَذْبٌ فُرَاتٌ شیریں پیاس بجھانے والا
سَاۗىِٕغٌ شَرَابُهٗ آسان اس کا پینا	وَهٰذَا اور یہ	مِلْحٌ اُجَاجٌ شور تلخ	وَمِنْ كُلٍّ اور ہر ایک سے	تَاْكُلُوْنَ تم کھاتے ہو	لَحْمًا گوشت	طَرِيًّا تازہ	
وَتَسْتَخْرِجُوْنَ اور تم نکالتے ہو	حِلْيَةً زیور	تَلْبَسُوْنَهَا جس کو پہنتے ہو تم	وَتَرَى اور تو دیکھتا ہے	الْفُلْكَ کشتیاں	فِيْهِ اس میں		
مَوَاخِرَ چیرتی ہیں پانی کو	لِتَبْتَغُوْا تاکہ تم تلاش کرو	مِنْ فَضْلِهٖ اس کے فضل سے روزی	وَلَعَلَّكُمْ اور تاکہ تم	تَشْكُرُوْنَ تم شکر کرو			

يُوْلِجُ الَّيْلَ وہ داخل کرتا ہے رات	فِی النَّهَارِ دن میں	وَيُوْلِجُ النَّهَارَ اور داخل کرتا ہے دن کو	فِی الَّيْلِ رات میں	وَسَخَّرَ اور اس نے مسخر کیا		
الشَّمْسَ سورج	وَالْقَمَرَ اور چاند	كُلٌّ يَّجْرِیْ ہر ایک چلتا ہے	لِاَجَلٍ ایک وقت	مُّسَمًّى مقررہ	ذٰلِكُمُ اللّٰهُ یہی ہے اللہ	رَبُّكُمْ تمہارا پروردگار
لَهُ الْمُلْكُ اس کیلئے بادشاہت	وَالَّذِيْنَ اور جن کو	تَدْعُوْنَ تم پکارتے ہو	مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا	مَا يَمْلِكُوْنَ وہ مالک نہیں	مِنْ قِطْمِيْرٍ کھجور کی گٹھلی کا چھلکا	
اِنْ اگر	تَدْعُوْهُمْ تم ان کو پکارو	لَا يَسْمَعُوْا وہ نہیں سنیں گے	دُعَآءَكُمْ تمہاری پکار (دعا)	وَ اور	لَوْ اگر	سَمِعُوْا وہ سن لیں
مَا اسْتَجَابُوْا وہ حاجت پوری نہ کرسکیں گے	لَكُمْ تمہاری	وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور روز قیامت	يَكْفُرُوْنَ وہ انکار کریں گے	بِشِرْكِكُمْ تمہارے شرک کرنے کا		
وَلَا يُنَبِّئُكَ اور تجھ کو خبر نہ دے گا	مِثْلُ مانند	خَبِيْرٍ خبر دینے والا				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں اثبات توحید اور رد شرک کے سلسلہ میں حق تعالیٰ کی قدرت عظیمہ کا ایک مظہر یعنی بعث بعد الموت اور حشر ونشر بیان فرمایا گیا تھا۔ اب آگے ان آیات میں قدرت خداوندی کے بعض دوسرے مظاہر جو توحید پر بھی دلالت کرتے ہیں بیان فرمائے گئے ہیں اور ان آیات میں تمام انسانوں کو خطاب کر کے پہلی بات یہ بیان فرمائی گئی کہ انسان کی پیدائش پہلے براہ راست مٹی سے کی گئی یعنی حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے انسان مٹی سے پیدا کئے گئے۔ اور پھر نسل انسانی کو ایک حقیر پانی یعنی نطفہ سے جاری رکھا۔ اللہ نے مرد وعورت کے جوڑے بنا دیئے جس سے نسل انسانی دنیا میں پھیلی یہ تو اس کی قدرت عظیمہ کا بیان ہوا۔ آگے اس کے علم کا بیان ہے کہ ہر حاملہ کے حمل کی اور ہر بچہ کے تولد ہونے کا علم اس کو ہے اور اس عالم الغیب کو یہ بھی علم ہے کہ کس نطفہ کو لمبی عمر ملنے والی ہے کس کو کم عمر ملنے والی ہے اور استقرار حمل سے لے کر بچہ کی پیدائش تک جو دور اس پر گزرتے ہیں جس کو ماں باپ بھی نہیں جانتے سب کا علم خدا ہی کو ہے۔ پھر جس کی جتنی عمر ہے وہ سب لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔ اللہ نے اپنے علم قدیم کے موافق لوح محفوظ میں سب ثبت فرما دیا ہے۔ اور اللہ کو ان جزئیات پر احاطہ رکھنا کچھ مشکل نہیں۔ اس کو تو تمام ما کان ویکون۔ جزئی۔ کلی اور غیب وشہادت کا علم ازل سے حاصل ہے۔ آگے اللہ کی قدرت کے اور دلائل بیان فرمائے جاتے ہیں کہ دیکھو۔ اللہ نے اپنی قدرت سے دو قسم کے پانی پیدا کر دیئے۔ ایک تو صاف ستھرا۔ میٹھا عمدہ پانی جو پینے میں لذیذ اور تسکین دہ ہے جیسے دریاؤں اور نہروں و چشموں کا اور دوسرا کھاری کڑوا اور تلخ پانی جیسے سمندروں کا۔ پھر یہ بھی اس کی قدرت ہے کہ اس نے پانی میں مچھلیاں پیدا کر دیں جس کو انسان نکال کر انکا گوشت کھاتے ہیں۔ پھر اسی پانی میں موتی۔ مونگا۔ مرجان وغیرہ پیدا کئے جسے انسان نکال کر زیورات یعنی سامان آرائش بناتے ہیں اور پہنتے ہیں۔ پھر اسی پانی میں کشتیاں اور جہازوں سے انسان سفر کرتے ہیں جو پانی کو چیر کر اور کاٹ کر چلتے ہیں اور اس طرح بڑے بڑے تجارتی سفر ان پر طے ہوتے ہیں اور سامان ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچتے ہیں۔ انسانوں کے لئے یہ سب چیزیں نفع حاصل کرنے کے لئے اللہ نے بنادی ہیں تا کہ انسان اللہ کا فضل اور روزی تلاش کرے اور اللہ کا شکر ادا کرے۔

آگے اور اپنی قدرت کاملہ کا بیان اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس نے رات کو اندھیرے والی اور دن کو روشنی والا بنایا۔ کبھی راتیں بڑی۔ کبھی دن بڑے۔ کبھی دونوں یکساں۔ کبھی جاڑے۔ کبھی گرمیاں۔ اسی نے سورج اور چاند کو اور ایک جگہ جمے ہوئے اور چلتے پھرتے سیاروں اور ستاروں کو مطیع کر رکھا ہے کہ مقدار معین پر خدا کی طرف سے مقرر شدہ چال پر چلتے رہتے ہیں۔ یہ نظام اس قدرت والے اور علم والے خدا نے قائم کر رکھا ہے اور مقررہ

وقت یعنی قیامت تک یونہی جاری رہے گا۔ تو جس اللہ نے یہ سب کچھ کیا ہے اور مقررہ وقت یعنی قیامت تک یونہی جاری رہے گا۔ تو جس اللہ نے یہ سب کچھ کیا ہے اور جیسا علم اور قدرت والا ہے جس کے نمونہ اوپر بیان کئے گئے وہی دراصل لائق عبادت ہے اور اس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت و بندگی نہیں۔ اب ان مشرکین نے جو دیوی اور دیوتا بنا رکھے ہیں یا جن بتوں کی یہ پرستش کرتے ہیں یا جن جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں خواہ وہ فرشتے ہی کیوں نہ ہوں لیکن یہ سب کے سب محض مجبور اور خدائی قدرت کے سامنے بالکل بے بس و بے کس ہیں۔ کھجور کی گٹھلی کے اوپر باریک چھلکے جیسی چیز کا بھی انہیں اختیار نہیں۔ آسمان و زمین کی حقیر سے حقیر چیز کے بھی وہ مالک نہیں، جن کو یہ مشرکین خدا کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کی آواز تک تو سنتے نہیں اور اگر بالفرض وہ ان کی پکار سن بھی لیں تو چونکہ ان کے قبضہ میں کوئی چیز نہیں اس لئے وہ ان کی حاجت براری نہیں کر سکتے بلکہ قیامت کے دن اس شرک سے وہ انکاری ہو جائیں گے اور مشرکین کی ان مشرکانہ حرکات سے علانیہ بیزاری کا اظہار کریں گے۔ اور بجائے مددگار بننے کے دشمن ثابت ہوں گے۔ تو بھلا بتلاؤ کہ خدا جیسی سچی خبریں اور کون دے سکتا ہے۔ اور اللہ سے زیادہ احوال کو کون جاننے والا ہے۔ جب وہی فرماتا ہے کہ یہ شریک غلط ہیں جو کچھ کام نہیں آ سکتے تو ایسی ٹھیک اور پکی باتیں اور کون بتلائے گا۔ مطلب یہ کہ جو اس نے فرمایا وہ یقیناً ہو کر ہی رہے گا اور جو کچھ ہونے والا ہے اس سے خدا تعالیٰ پورا باخبر دار ہے اس جیسی خبر کوئی اور نہیں دے سکتا۔

خلاصہ یہ کہ یہاں تمام انسانوں کو بتلایا گیا کہ جس خدا نے تم کو پیدا کیا اور جس نے تم کو ایک مقررہ عمر عطا فرمائی۔ اور جس نے اپنی قدرت سے دریا و سمندر کا میٹھا اور شیریں پانی بھی بنایا اور کڑوا و تلخ بھی۔ جس میں سے انسان مچھلیاں اپنی غذا کے لئے پکڑتے ہیں اور موتی وغیرہ جیسے قیمتی سامان آرائش حاصل کرتے ہیں۔ اور جس خدا نے یہ چاند۔ سورج اور دن رات کا نظام مقرر کیا اور اس کو قائم رکھا۔ اسی پروردگار عالم کو سب قدرت و سلطنت حاصل ہے اور سب کچھ اسی کے اختیار میں ہے تو ایسے خدا کے ساتھ ایسوں کو معبود بنانا کہ جو نہ کسی شے کے مالک ہیں نہ خالق ہیں۔ اور نہ نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں کہاں کی عقل ہے اور کس طرح یہ انسان کے لئے زیبا ہے کہ خدائے واحد کو چھوڑ کر دوسروں کی پرستش کر کے شرک و کفر میں گرفتار ہو۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ جس نے ہم کو انسان بنا کر پیدا کیا۔ اور پھر ہم کو زندگی عطا فرمائی تا کہ ہم حق تعالیٰ کی عبادت و بندگی کر سکیں۔

حق تعالیٰ ہم کو توحید کے ساتھ اسلام و ایمان کامل بھی نصیب فرمائیں۔ اور اپنی جملہ عطا کردہ نعمتوں کی شکر گزاری اور ان کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۱۵﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ

اے لوگو تم خدا کے محتاج ہو، اور اللہ بے نیاز خوبیوں والا ہے۔ اگر وہ چاہے تم کو فنا کردے اور ایک نئی مخلوق پیدا کردے۔

بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۱۷﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَاِنْ تَدْعُ

اور یہ بات خدا کو کچھ مشکل نہیں۔ اور کوئی دوسرے کا بوجھ (گناہ کا) نہ اٹھاوے گا، اور اگر کوئی بوجھ کا لدا ہوا

مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ؕ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ

کسی کو اپنا بوجھ اٹھانے کیلئے بلاوے گا (بھی) تب بھی اس میں سے کچھ بھی بوجھ نہ بٹایا جاوے گا اگرچہ وہ شخص قرابت دار ہی ہو آپ تو صرف ایسے لوگوں کو ڈرا سکتے ہیں

رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾

جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو شخص پاک ہوتا ہے وہ اپنے لئے پاک ہوتا ہے اور اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ﴿۱۹﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ﴿۲۰﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ﴿۲۱﴾

اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہوسکتے۔ اور نہ تاریکی اور روشنی۔ اور نہ چھاؤں اور نہ دھوپ۔

وَمَا يَسْتَوِى الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ

اور زندے اور مردے برابر نہیں ہوسکتے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے سنوا دیتا ہے، اور آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو

فِى الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ﴿۲۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ؕ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ

قبروں میں ہیں۔ آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں۔ ہم نے ہی آپ کو (دین) حق دے کر خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے، اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی

اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿۲۴﴾ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

جس میں کوئی ڈر سنانے والا نہ گزرا ہو۔ اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلا دیں تو جو لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں انہوں نے بھی جھٹلایا تھا (اور) ان کے پاس بھی ان کے پیغمبر

بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۲۶﴾ ع

معجزے اور صحیفے اور روشن کتابیں لے کر آئے تھے۔ پھر میں نے ان کافروں کو پکڑ لیا سو میرا کیسا عذاب ہوا۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو!	اَنْتُمُ تم	الْفُقَرَآءُ محتاج	اِلَى اللّٰهِ اللہ کے	وَاللّٰهُ اور اللہ	هُوَ وہ	الْغَنِيُّ بے نیاز	الْحَمِيْدُ سزاوار حمد	اِنْ يَّشَاْ اگر وہ چاہے	
يُذْهِبْكُمْ تمہیں لے جائے	وَيَاْتِ اور لے آئے وہ	بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ نئی خلقت	وَمَا اور نہیں	ذٰلِكَ یہ	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	بِعَزِيْزٍ دشوار			
وَلَا تَزِرُ اور نہیں اٹھائے گا	وَازِرَةٌ کوئی اٹھانے والا	وِّزْرَ اُخْرٰى بوجھ دوسرے کا	وَاِنْ اور اگر	تَدْعُ بلائے	مُثْقَلَةٌ کوئی بوجھ لدا ہوا				
اِلٰى حِمْلِهَا طرف لئے اپنا بوجھ	لَا يُحْمَلْ نہ اٹھائیگا وہ	مِنْهُ اس سے	شَيْءٌ کچھ	وَّلَوْ كَانَ خواہ ہوں	ذَا قُرْبٰى قرابت دار	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں (صرف)			

تُنْذِرُ آپ ڈراتے ہیں	الَّذِیْنَ وہ لوگ جو	یَخْشَوْنَ ڈرتے ہیں	رَبَّهُمْ اپنا رب	بِالْغَیْبِ بن دیکھے	وَاَقَامُوا اور قائم رکھتے ہیں	الصَّلٰوۃَ نماز	
وَمَنْ اور جو	تَزَکّٰی پاک ہوتا ہے	فَاِنَّمَا تو صرف	یَتَزَکّٰی وہ پاک صاف ہوتا ہے	لِنَفْسِهٖ خود اپنے لئے	وَاِلَى اللّٰهِ اور اللہ کیطرف	الْمَصِیْرُ لوٹ کر جانا	
وَمَا یَسْتَوِی اور برابر نہیں	الْاَعْمٰی اندھا	وَالْبَصِیْرُ اور آنکھوں والا	وَلَا الظُّلُمٰتُ اور نہ اندھیرے	وَلَا النُّوْرُ اور نہ روشنی	وَلَا الظِّلُّ اور نہ سایہ		
وَلَا الْحَرُوْرُ اور نہ جھلستی ہوا	وَمَا یَسْتَوِی اور نہیں برابر	الْاَحْیَآءُ زندے	وَلَا اور نہ	الْاَمْوَاتُ مُردے	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	یُسْمِعُ سنا دیتا ہے	
مَنْ یَّشَآءُ جس کو وہ چاہتا ہے	وَمَآ اَنْتَ اور تم نہیں	بِمُسْمِعٍ سنانے والے	مَنْ جو	فِی الْقُبُوْرِ قبروں میں	اِنْ اَنْتَ تم نہیں	اِلَّا مگر۔صرف	
نَذِیْرٌ ڈرانے والے	اِنَّآ بیشک ہم	اَرْسَلْنٰكَ ہم نے آپ کو بھیجا	بِالْحَقِّ حق کیساتھ	بَشِیْرًا خوشخبری دینے والا	وَّنَذِیْرًا اور ڈرسنانے والا	وَاِنْ اور نہیں	
مِّنْ اُمَّةٍ کوئی امت	اِلَّا خَلَا مگر گزرا	فِیْهَا اس میں	نَذِیْرٌ کوئی ڈرانے والا	وَاِنْ اور اگر	یُّكَذِّبُوْكَ وہ تمہیں جھٹلائیں	فَقَدْ كَذَّبَ تو تحقیق جھٹلایا	
الَّذِیْنَ وہ لوگ جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے اگلے	جَآءَتْهُمْ آئے انکے پاس	رُسُلُهُمْ انکے رسول	بِالْبَیِّنٰتِ روشن دلائل کیساتھ	وَبِالزُّبُرِ اور صحیفوں کیساتھ		
وَبِالْكِتٰبِ اور کتابوں کیساتھ	الْمُنِیْرِ روشن	ثُمَّ پھر	اَخَذْتُ میں نے پکڑا	الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وہ جنہوں نے کفر کیا	فَكَیْفَ پھر کیسا	كَانَ ہوا	نَكِیْرِ میرا عذاب

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ سے مضمون اثبات توحید اور رد شرک کا بیان ہوتا چلا آرہا ہے۔ اسی سلسلہ میں حق تعالیٰ کی قدرت کا بیان گذشتہ آیات میں ہوا۔ چونکہ کفار توحید الٰہی سے انکار کرتے تھے اس لئے آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس انکار سے حق تعالیٰ کا کچھ ضرر نہیں بلکہ ان کفار ہی کا ضرر ہے۔ پھر اس ضرر سے کفار کو ڈرایا گیا۔ پھر چونکہ کفار کے انکار اور ان کی تکذیب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صدمہ ہوتا تھا اس لئے چند مثالیں بیان فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین وتسلی کا مضمون بیان فرمایا گیا۔ چنانچہ ان آیات میں پہلے تمام انسانوں کو خطاب فرمایا اور سمجھایا گیا کہ تم کو جو یہ توحید کی باتیں اور شرک کی برائی بتلائی جاتی ہے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ان میں حق تعالیٰ کی کوئی غرض ہے۔ حق تعالیٰ تو ساری مخلوق سے بے نیاز ہے اور تمام مخلوق اس کی محتاج ہے۔ وہ غنی ہے اور سب فقیر ہیں۔ وہ بے پروا ہے اور سب اس کے حاجتمند ہیں۔ اور انسان تو سب سے زیادہ حاجتوں میں جکڑا ہوا ہے۔ اگر ہوا۔ پانی۔ روشنی۔ حیوانات۔ نباتات میں سے کسی کی کمی ہو جائے تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور خداوند ذوالجلال غنی مطلق اور بے نیاز مطلق ہے۔ اسے نہ کسی کے مال ودولت کی حاجت ہے اور نہ کسی کی عبادت کی حاجت ہے وہ سب سے بے نیاز ہے لہٰذا اس غلط فہمی میں کوئی نہ رہے کہ ہم اسے خدا نہ مانیں گے تو اس کی خدائی نہ چلے گی اور تم اس کی طاعت وبندگی نہ کرو گے تو اس کا کوئی نقصان ہو جائے گا۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ تم ہی اس کے محتاج ہو۔ تمہاری زندگی ایک لمحہ کے لئے قائم نہیں رہ سکتی اگر وہ تمہیں زندہ نہ رکھے۔ لہٰذا تمہیں جو توحید اختیار کرنے اور اس کی عبادت وطاعت کرنے کی تاکید کی جاتی ہے اس میں خود تمہارا ہی نفع ہے تمہاری احتیاج دیکھ کر تمہارے نفع کے لئے یہ توحید کی تعلیم کی گئی ہے۔ اگر تم نہیں مانو گے تو تم اپنا ہی ضرر کرو گے۔ چنانچہ خدائے تعالیٰ اس پر بھی قادر ہے کہ اگر وہ چاہے تو تمہارے کفر وشرک کی سزا میں تم کو فنا کر دے اور صفحہ ہستی سے مٹا دے اور ایک نئی مخلوق کو وجود میں تمہارے بدلہ میں لے آئے جو ہر طرح اس کی فرمانبردار اور اطاعت گزار ہو جیسے آسمانوں پر فرشتے اور ایسا کرنا اللہ کو کچھ مشکل نہیں۔ لیکن اس نے اپنی مصلحت سے مہلت دے رکھی ہے۔ غرض کفر وعصیان کی سزا کا امکان اور اس وقت یہ حالت ہوگی کہ نہ کوئی از خود دوسرے کا بوجھ اپنے سر رکھے گا کہ اس کے گناہ اپنے اوپر لے لے اور نہ دوسرے کے پکارنے پر اس کا ہاتھ بٹا سکے گا۔ خواہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ یہاں یہ بات

اس بنا پر بھی فرمائی جارہی ہے کہ مکہ معظمہ میں جو لوگ اسلام قبول کررہے تھے تو ان سے ان کے مشرک رشتہ دار اور برادری کے لوگ کہتے تھے کہ تم ہمارے کہنے سے اس نئے دین کو چھوڑ دو اور دین آبائی پر قائم رہو اگر تمہیں کچھ عذاب یا سزا ہو تو ہماری گردن پر۔ اس لئے یہاں بتلا دیا گیا کہ قیامت کے دن کوئی اپنے گناہوں کا بوجھ دوسرے پر لادنا چاہے تو یہ چاہت اس کی پوری نہ ہوگی اور نہ کوئی اسے ملے گا کہ اس کا بوجھ اٹھالے۔ عزیز واقارب بھی منہ موڑلیں گے اور پیٹھ پھیرلیں گے۔ سب کو نفسی نفسی پڑی ہوگی۔ اور ہر شخص اپنے حال میں مشغول ہوگا پس اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت ہی سے اس دن بیڑا پار ہوگا۔ پس اے لوگو تم ہوش میں آؤ اور کفر و معصیت کو چھوڑ دو۔ ورنہ اس کفر و بدعملی کا خمیازہ خود ہی بھگتنا ہوگا۔ یہ تو تنبیہ منکرین کو تھی۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر آپ کی تسلی کا مضمون بیان فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان منکرین کے انکار وتکذیب پر جس کی سزا یہ ایک دن ضرور بھگتیں گے اس قدر غم وافسوس کیوں کرتے ہیں۔ آپ کے ڈرانے سے وہی اپنا رویہ درست کر کے نفع اٹھائے گا جو خدا سے بن دیکھے ڈرتا ہے اور ڈر کر اس کی بندگی میں لگا رہتا ہے۔ جس کے دل میں خدا کا خوف ہی نہ ہو وہ ان دھمکیوں سے کیا متاثر ہوگا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ آپ کی نصیحت سن کر جو شخص مان لے اور اپنا حال درست کرلے تو کچھ آپ پر یا خدا پر احسان نہیں۔ بلکہ اسی کا فائدہ ہے اور یہ فائدہ پوری طرح اس وقت ظاہر ہوگا جب سب اللہ کے ہاں لوٹ کر جائیں گے پس اگر ایمان لائیں گے تو ان کا اپنا نفع ہے اور کفر پر جمے رہیں گے تو بھی ان کا اپنا نقصان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں اس قدر غم فرماتے ہیں۔ آگے بعض مثالوں کے ذریعہ مومن اور کافر کے حال و مستقبل کا فرق بتایا گیا ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے ضد ہیں یعنی مومن جس کو اللہ نے دل کی آنکھیں دی ہیں۔ حق کے اجالے اور وحی الٰہی کی روشنی میں بے کھٹکے راستہ قطع کرتا ہوا جنت کے باغوں اور رحمت الٰہی کے سایہ میں جا پہنچتا ہے۔ کیا اس کی برابری وہ کافر کرسکے گا جو دل کا اندھا ہو اور ہوا و ہوس کی ضلالت واندھیروں میں بھٹکتا ہو اور جہنم کی آگ اور اس کی جھلس دینے والی لپٹوں کی طرف بے تحاشہ چلا جارہا ہے۔ ہرگز نہیں ایسا ہو تو یوں سمجھو کہ مردہ اور زندہ برابر ہوگیا۔ حالانکہ فی الحقیقت مومن اور کافر میں اس سے بھی زیادہ فرق ہے۔ کہ جو ایک زندہ تندرست آدمی اور مردہ لاش میں ہوتا ہے۔ اصلی اور دائمی زندگی صرف روح ایمان سے ملتی ہے بدوں اس کے انسان کو ہزار مردوں سے بدتر مردہ سمجھنا چاہئے۔

یہاں چار مثالیں دی گئیں جس سے مومن اور کافر کے فرق کو سمجھایا گیا۔ پہلی مثال اعمٰی اور بصیر سے دی گئی یعنی کافر کی مثال اندھے کی سی ہے اور مومن کی مثال آنکھوں والے کی سی ہے اور ظاہر ہے کہ اندھا اور آنکھوں والا دونوں برابر نہیں سمجھے جاتے۔ دوسری مثال ظلمت اور نور سے دی گئی یعنی کافر کی مثال ظلمت اور تاریکی کی سی ہے اور مومن کی مثال نور اور روشنی کی سی ہے اور ظاہر ہے کہ اندھیرا اور روشنی یکساں نہیں ہوسکتے۔ تیسری مثال ظل اور حرور یعنی ٹھنڈی چھاؤں اور دھوپ کی تپش سے دی گئی یعنی مومن کے ایمان پر جو ثمرہ جنت وغیرہ مرتب ہوگا اس کی مثال ٹھنڈے سایہ کی سی ہے اور کافر کے کفر پر جو ثمرۂ جہنم مرتب ہوگا اس کی مثال جلتی ہوئی دھوپ کی سی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں یکساں نہیں۔ چوتھی مثال زندہ اور مردہ کی دی گئی یعنی مومن مثل زندہ شخص کے ہے اور کافر مثل مردہ لاش کے ہے۔ اور دونوں میں فرق ظاہر ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب یہ کافر مثل مردہ کے ہیں تو مردوں کو زندہ کرنا خدا کی قدرت میں تو ہے

بندہ کی قدرت میں نہیں پس اگر خدا ہی ان کو ہدایت کرے تب تو اور بات ہے باقی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی کوشش سے یہ لوگ ایمان قبول کرنے والے نہیں کیونکہ ان کی مثال مردوں کی سی ہے۔اسی طرح سمجھ لیا جائے کہ پیغمبر کا کام پیغام پہنچا دینا اور بھلے اور برے سے آگاہ کر دینا ہے۔کوئی مردہ کافر اگر پیغمبر کی بات نہ سنے تو یہ پیغمبر کے بس کی بات نہیں کہ زبردستی ان سے بات منوالیں اور ایمان ان کے دلوں میں اتار دیں۔اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا کام لوگوں کو خبردار کرنے کا ہے اس کے بعد اگر کوئی ہوش میں نہیں آتا اور گمراہیوں میں بھٹکتا رہتا ہے تو اس کی آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔آپ کے ذمہ صرف تبلیغ ہے اور اہل ایمان کو ایمان لانے کی وجہ سے خوشخبری سنانا اور کافروں کو کفر کی سزا سے ڈرانا یہ آپ کا کام ہے۔حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک ہر امت میں نبی یا رسول آتا رہا تاکہ ان کا کوئی عذر باقی نہ رہ جائے اور بایں ہمہ اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں۔تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کے لئے کوئی نئی بات نہیں ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی خدا کے رسولوں کو جھٹلایا جو بڑے بڑے معجزات اور کھلی کھلی دلیلیں۔صاف صاف آیتیں اور نورانی صحیفے لے کر آئے تھے۔آخر ان کے جھٹلانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں عذاب و سزا میں گرفتار کر لیا گیا اور آپ دیکھ لیجئے کہ پھر وہ کس طرح تباہ و برباد ہوئے۔اسی طرح ان کفار کو تکذیب کرنے پر وقت آنے پر سزا مل جائے گی۔

خلاصہ یہ کہ یہاں کفار و مشرکین کو سمجھایا گیا کہ اگر تم توحید کو اختیار نہیں کرو گے تو اپنا ہی نقصان کرو گے اور امکان ہے کہ دنیا میں بھی اس کفر و نافرمانی کی سزا بھگتو اور آخرت میں تو یقیناً بھگتنا ہی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کفار کے ایمان نہ لانے سے جو صدمہ اور رنج و غم ہوتا تھا اس پر آپ کی تسلی کی گئی اور گذشتہ امتوں اور پیغمبروں کا حال اجمالاً سنایا گیا کہ گذشتہ کفار بھی اپنے پیغمبر کی نافرمانی و تکذیب پر پکڑے گئے اسی طرح وقت آنے پر ان کفار مکہ کو بھی سزا ملے گی۔اب ان آیات میں مومن اور کافر کے فرق کے سلسلہ میں کفار کی مثال مردوں سے اور مومنین کی مثال زندوں سے دی گئی ہے اور اسی سلسلہ میں ایک جملہ

وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ

فرمایا گیا ہے جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ "آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں۔"

اسی مضمون کا ایک جملہ ۲۱ویں پارہ سورۂ روم کی آیت نمبر ۵۲ میں فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى (سو آپ مردوں کو تو نہیں سنا سکتے) آیا ہے اور ایسا ہی بیسویں پارہ سورۂ نمل کی آیت نمبر ۸۰ میں اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى (آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے) گزر چکا ہے جہاں ان جملوں کی ضروری تشریح ہو چکی ہے۔ جہاں ان مردوں سے مراد زندہ کفار ہیں۔اسی طرح یہاں آیت میں بھی مَنْ فِي الْقُبُوْرِ سے مراد زندہ کفار ہیں اور یہاں سنانے سے مراد وہ سنانا ہے جو مفید۔ موثر اور نافع ہو ورنہ مطلق سنانا تو کفار کو ہمیشہ ہوتا ہی رہا اور مشاہدہ میں آتا رہا کہ ان کو تبلیغ ہوتی تھی اور وہ سنتے تھے اس لئے مراد اس جملہ کی یہ ہے کہ جس طرح آپ مردوں کو کلام حق سنا کر راہ حق پر نہیں لا سکتے کیونکہ وہ دنیا کے دارالعمل سے آخرت کے دارالجزاء میں منتقل ہو چکے ہیں۔وہاں اگر وہ ایمان کا اقرار بھی کر لیں تو معتبر نہیں اسی طرح کفار کا حال ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ مردوں کے سنانے کی جو نفی اس جملہ میں کی گئی ہے اس سے مراد خاص اسماع نافع ہے جس کی وجہ سے سننے والا باطل کو چھوڑ کر حق پر آ جائے۔اس تقریر سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ مسئلہ سماع موتی سے یعنی مردے زندوں کا کلام سنتے ہیں یا نہیں اس آیت کا کوئی تعلق نہیں۔

(معارف القرآن صفحہ ۳۴۳ جلد ہفتم از حضرت مفتی صاحبؒ)

یہ مسئلہ کہ مردے کوئی کلام سن سکتے ہیں یا نہیں یہ ایک علیحدہ مسئلہ ہے اور اس کے متعلق ''مسئلہ سماع اموات'' کے زیرِ عنوان جو تحقیق حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں تحریر فرمائی ہے اس کا خلاصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

''یہ مسئلہ کہ مردے کوئی کلام سن سکتے ہیں یا نہیں ان مسائل میں سے ہے جن میں خود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا باہم اختلاف رہا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سماعِ موتی کو ثابت قرار دیتے ہیں اور حضرت ام المومنین صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کی نفی کرتی ہیں۔ اسی لئے دوسرے صحابہ و تابعین میں بھی دو گروہ ہو گئے۔ بعض اثبات کے قائل ہیں بعض نفی کے۔ مذکورہ بالا تینوں مواقع میں یہ بات قابلِ نظر ہے کہ ان میں سے کسی میں بھی یہ نہیں کہ مردے سن نہیں سکتے بلکہ تینوں جگہ (یعنی یہاں سورۂ فاطر میں۔ سورۂ روم اور سورۂ نمل میں) نفی اس کی گئی ہے کہ آپ نہیں سنا سکتے۔ تینوں جگہ اسی تعبیر اور عنوان کو اختیار کرنے سے اس طرف واضح اشارہ نکلتا ہے کہ مردوں میں سننے کی صلاحیت تو ہو سکتی ہے مگر ہم باختیار خود ان کو سنا نہیں سکتے۔

ان تینوں آیتوں کے بالمقابل ایک چوتھی آیت جو شہداء کے بارہ میں آئی ہے وہ یہ ثابت کرتی ہے کہ شہداء کو اپنی قبروں میں ایک قسم کی زندگی عطا ہوتی ہے اور اس زندگی کے مطابق رزق بھی ان کو ملتا ہے اور اپنے پسماندہ متعلقین کے متعلق بھی منجانب اللہ ان کو بشارت سنائی جاتی ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِھِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (آل عمران:۱۶۹۔۱۷۰)

(اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں۔ ان کو رزق بھی ملتا ہے وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی اور جو لوگ ان کے پاس نہیں پہنچے ان سے پیچھے رہ گئے ہیں ان کی بھی اس حالت پر وہ خوش ہوتے ہیں کہ ان پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے) یہ آیت اس کی دلیل ہے کہ مرنے کے بعد بھی روح انسانی میں شعور اور ادراک باقی رہ سکتا ہے بلکہ شہداء کے معاملہ میں اس کے وقوع کی شہادت بھی یہ آیت دے رہی ہے۔ رہا یہ معاملہ کہ یہ حکم تو شہیدوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرے اموات کے لئے نہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے کم از کم اتنا تو ثابت ہو گیا کہ مرنے کے بعد بھی روح انسانی میں شعور وادراک اور اس دنیا کے ساتھ علاقہ باقی رہ سکتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے شہداء کو یہ اعزاز بخشا ہے کہ ان کی ارواح کا تعلق ان کے اجساد اور قبور کے ساتھ قائم رہتا ہے۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ چاہیں تو دوسری اموات کو یہ موقع دے سکتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سماع اموات کے قائل ہیں ان کا یہ قول بھی ایک صحیح حدیث کی بنا پر ہے جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسناد صحیح کے ساتھ منقول ہے وہ یہ ہے۔

''جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی قبر پر گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور وہ اس کو سلام کرے تو اللہ تعالیٰ اس مردہ کی روح اس میں واپس بھیج دیتے ہیں تاکہ وہ سلام کا جواب دے۔''

اس سے بھی یہ ثابت ہوا کہ جب کوئی شخص اپنے مردہ مسلمان بھائی کی قبر پر جا کر سلام کرتا ہے تو مردہ اس کے سلام کو سنتا ہے اور جواب دیتا ہے اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت اس کی روح اس دنیا میں واپس بھیج دیتے ہیں

اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ اول یہ کہ مردے سن سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان کا سننا اور ہمارا سنانا ہمارے اختیار میں نہیں البتہ اللہ تعالیٰ جب چاہیں سنا دیں۔ جب نہ چاہیں نہ سنائیں۔ مسلمان کے سلام کرنے کے وقت تو اس حدیث نے بتلا دیا کہ حق تعالیٰ مردہ کی روح واپس لاکر اس کو سلام سنا دیتے ہیں اور اس کو سلام کا جواب دینے کی بھی قدرت دیتے ہیں۔ باقی حالات وکلمات کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ مردہ ان کو سنے گا یا نہیں اسی لئے امام غزالیؒ اور علامہ سبکیؒ وغیرہ کی تحقیق یہ ہے کہ اتنی بات تو احادیث صحیح اور قرآن کی آیت مذکورہ سے ثابت ہے کہ بعض اوقات میں مردے زندوں کا کلام سنتے ہیں لیکن یہ ثابت نہیں کہ ہر مردہ ہر حال میں ہر شخص کے کلام کو ضرور سنتا ہے۔ اس طرح آیات و روایات کی تطبیق بھی ہو جاتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ مردے ایک وقت میں احیاء کے کلام کو سن سکیں دوسرے وقت نہ سن سکیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض کے کلام کو سنیں۔ بعض کے کلام کو نہ سنیں۔ یا بعض مردے سنیں۔ بعض نہ سنیں۔ کیونکہ سورۂ نمل، سورۂ روم، سورۂ فاطر کی آیات سے بھی یہ ثابت ہے کہ مردوں کو سنانا ہمارے اختیار میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں سنا دیتے ہیں اس لئے جن مواقع میں حدیث کی روایات صحیحہ سے سننا ثابت ہے وہاں سننے پر عقیدہ رکھا جائے اور جہاں ثابت نہیں وہاں دونوں احتمال ہیں۔ اس لئے نہ قطعی اثبات کی گنجائش ہے۔ نہ قطعی نفی کی۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔'' (معارف القرآن جلد ششم صفحہ ۶۰۲ تا ۶۰۴)

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو جو توحید کی دولت عطا فرمائی اس پر ہمیں شکر گزاری کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ہم کو دین اسلام پر استقامت اور مضبوطی سے جمنا نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے مومنین ومخلصین بندوں میں شامل رکھیں اور کفر وشرک کی باتوں سے ہمیں کامل طور پر بچاویں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کی جو خوشخبریاں مومنین کے لئے سنائی ہیں۔ یا اللہ اپنے فضل سے ہمیں بھی ان خوشخبریوں کا مصداق بنا دیجئے اور جن باتوں سے آپ نے ڈرایا ہے اور منع فرمایا ہے ان سے ہمیں باز رہنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِہٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُھَا ؕ وَمِنَ

(اے مخاطب) کیا تو نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے مختلف رنگوں کے پھل نکالے، اور

الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِیْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُھَا وَغَرَابِیْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ

پہاڑوں کے بھی مختلف حصے ہیں (بعضے) سفید (بعضے) سُرخ کہ ان کی بھی رنگتیں مختلف ہیں اور بعضے بہت گہرے سیاہ۔ اور اسی طرح آدمیوں اور جانوروں

وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُہٗ کَذٰلِکَ ؕ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ ﴿۲۸﴾

اور چوپایوں میں بھی بعض ایسے ہیں کہ ان کی رنگتیں مختلف ہیں، خدا سے اُس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں، واقعی اللہ زبردست بخشنے والا ہے۔

اَلَمْ تَرَ کیا تو نے نہیں دیکھا	اَنَّ اللّٰہَ بیشک اللہ	اَنْزَلَ اُتارا	مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے	مَآءً پانی	فَاَخْرَجْنَا پھر ہم نے نکالے	بِہٖ اس سے	
ثَمَرٰتٍ پھل	مُّخْتَلِفًا مختلف	اَلْوَانُھَا ان کے رنگ	وَ اور	مِنَ الْجِبَالِ پہاڑوں سے۔میں	جُدَدٌ بِیْضٌ قطعات سفید	وَحُمْرٌ اور سُرخ	
مُّخْتَلِفٌ مختلف	اَلْوَانُھَا ان کے رنگ	وَغَرَابِیْبُ گہرے رنگ	سُوْدٌ سیاہ	وَمِنَ النَّاسِ اور لوگوں سے۔میں	وَالدَّوَآبِّ اور جانور		
وَالْاَنْعَامِ اور چوپائے	مُخْتَلِفٌ مختلف	اَلْوَانُہٗ ان کے رنگ	کَذٰلِکَ اسی طرح	اِنَّمَا اس کے سوا نہیں	یَخْشَی ڈرتے ہیں	اللّٰہَ اللہ	مِنْ سے
عِبَادِہٖ اسکے بندے	الْعُلَمٰٓؤُا علم والے	اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ	عَزِیْزٌ غالب	غَفُوْرٌ بخشنے والا			

تفسیر وتشریح: گذشتہ سے مضمون توحید کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور اس کی شان خلاقی ورزاقی اور اس کے کمالات وانعامات واحسانات کا بیان ہوتا چلا آرہا ہے اسی سلسلہ میں ان آیات میں بعض عجائبات قدرت کو ظاہر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمالات کو دیکھو کہ ایک ہی قسم کی چیزوں میں گوناگوں نمونے نظر آتے ہیں۔ ایک زمین۔ ایک پانی ایک ہوا اسی سے مختلف قسم کے رنگ برنگ کے پھل پیدا ہوجاتے ہیں۔ کوئی سرخ۔ کوئی سبز کوئی سفید اور پھر ہر ایک کی خوشبو الگ اور ہر ایک کا ذائقہ جداگانہ۔ تو انسان غور وفکر سے دیکھے تو نباتات میں اللہ کی قدرت کے کرشمہ نظر آئیں گے۔ پھر جمادات کی طرف نظر کرے مثلاً پہاڑوں کو دیکھے تو یہاں بھی قدرت کی نیرنگی نظر آتی ہے۔ پہاڑوں کی یہ پیدائش بھی قسم قسم کی ہے کوئی سفید ہے۔ کوئی سرخ ہے کوئی سیاہ ہے۔ کسی میں راستے اور گھاٹیاں ہیں۔ کوئی سرسبز ہے کوئی بنجر ہے۔ کوئی لمبا ہے۔ کوئی ناہموار ہے۔ غرض کہ طرح طرح کے پتھر۔ چٹانیں طرح طرح کی شکلوں اور رنگوں کے کس نے بنائے؟ نباتات اور جمادات کے بعد حیوانات پر غور کرو۔ تو یہاں بھی انسانوں۔ جانوروں چوپایوں۔ درندوں پرندوں۔ چرندوں۔ کیڑوں مکوڑوں میں مختلف اور رنگ برنگ کی مخلوق موجود ہے۔ انسانوں میں کوئی حبشی بالکل سیاہ فام ہوتے ہیں تو کوئی گورے سفید رنگ کے۔ تو کوئی درمیانی۔ پھر رنگوں کے ساتھ انسان کی بول چال کا اختلاف۔ پھر انسان کی طبائع۔ خواہشات۔ جذبات ومیلانات کا اختلاف۔ کوئی ایک بات پسند کرتا ہے تو دوسرا اسے ناپسند کرتا ہے کوئی اللہ کو مانتا ہے تو کوئی اس کا انکار کرتا ہے۔ کوئی اللہ سے ڈرتا ہے تو کوئی اس سے نڈر ہے۔ پھر انسانوں کے بعد دیگر حیوانات پر نظر ڈالی جائے تو ان میں بھی رنگ وروپ علیحدہ علیحدہ۔ بلکہ ایک ہی قسم کے جانوروں میں ان کی رنگتیں بھی مختلف ہیں بلکہ ایک ہی جانور کے جسم پر کئی کئی قسم کے رنگ ہوتے ہیں۔ الغرض کائنات کی ہر چیز اس بات کا پتہ دے رہی ہے کہ اس کا خالق کوئی زبردست حکیم ہے۔ اس کا بنانے والا کوئی بے نظیر خلاق اور کوئی بے مثل صانع ہے۔ انسان غور تو کرے کہ اس سے حق تعالیٰ کا کس قدر کمال قدرت وصنعت ظاہر ہوتا ہے۔ پھر کیا خدا کے سوا کسی اور میں یہ بات ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ معبود ہونے کے لائق صرف

17 اسی کی ایک ذات ہے جو اس درجہ کا خالق۔ رازق اور حکیم ہو۔ مقصود یہاں یہ سمجھانا ہے کہ انسانوں کو خدا کی ذات کو پہچاننا چاہئے اور اس کی توحید کو اختیار کرنا چاہئے اور کفر و شرک سے توبہ کرکے باز رہنا چاہئے۔ آگے ایک حقیقت کا اظہار فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ بات دراصل یہ ہے کہ خدا سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں اور جو جاہل ہیں۔ جیسے یہ مشرکین وہ کیا ڈریں گے۔ یعنی جو شخص اللہ کی صفات و کمالات سے جتنا زیادہ ناواقف ہوگا وہ اس سے اتنا ہی بے خوف اور نڈر ہوگا اور جس شخص کو اللہ کی قدرت۔ اس کے علم۔ اس کی حکمت اس کی قہاری اور جباری اور اس کی دوسری صفات کی جتنی معرفت حاصل ہوگی اتنا ہی وہ اس کی نافرمانی سے خوف کھائے گا۔ اور اسی قدر اس عظیم قدیر اور علیم و حکیم خدا کی عظمت اور ہیبت اس کے دل میں بڑھے گی۔ اور اسی قدر اس کی خشیت اس کے دل میں زیادہ ہوگی۔ جو جانے گا کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے وہ قدم قدم پر اس سے ڈرتا اور خوف کھاتا رہے گا۔ جو اللہ کی عظمت و جلال اور آخرت کے بقا و دوام اور دنیا کی بے ثباتی کو سمجھے گا اور اپنے پروردگار کے احکام و ہدایات کا علم حاصل کرکے مستقبل کی فکر رکھے گا تو جس میں یہ فکر و سمجھ اور علم جس درجہ کا ہوگا اسی درجہ میں وہ خدا سے ڈرنے والا ہوگا۔ اور جس میں خوف خدا نہیں وہ فی الحقیقت عالم کہلانے کا مستحق نہیں۔ یہاں آیت میں اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (خدا سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں) اس جملہ کی تشریح میں علامہ مفسر ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ خدا کے ساتھ سچا علم اسے حاصل ہے جو اس کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ اس کے حلال کئے ہوئے کو حلال اور اس کے حرام بتائے ہوئے کاموں کو حرام جانے اس کے فرمان پر یقین کرے۔ اس کی وصیت کی نگہبانی کرے۔ اس کی ملاقات کو برحق جانے۔ اپنے اعمال کے حساب کو سچ سمجھے۔ خوف و خشیت ایک قوت ہوتی ہے جو بندے کے اور خدا کی نافرمانی کے درمیان حائل ہوجاتی ہے۔ آگے علامہ لکھتے ہیں کہ عالم کہتے ہی اسے ہیں جو در پردہ بھی خدا سے ڈرتا ہے اور خدا کی رضامندی کی رغبت رکھتا ہے اور اس کی ناراضگی کے کاموں سے نفرت رکھتا ہے۔ محققین و مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں علما یعنی علم والوں سے مراد اصطلاحی علماء نہیں ہیں جو فلاں فلاں کتابیں پڑھ چکے ہیں یا فلاں امتحان کی سند رکھتے ہیں بلکہ وہ اشخاص مراد ہیں جن کے دلوں میں خدا ترسی موجود ہو جو اللہ اور اس کے احکام کی معرفت رکھتے ہوں اور انکا عمل بھی ان کے مرتبہ علم و معرفت کے متناسب رہتا ہو اس لئے یہاں آیت میں علم سے مراد۔ فلسفہ اور سائنس اور تاریخ اور ریاضی وغیرہ درسی علوم سے نہیں بلکہ صفات و احکام الٰہی کا علم مراد ہے۔ اس موقع پر حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ یاد آئے کہ یہ آزادی کا زمانہ ہے اور ہر بددین کے ہاتھ میں قلم اور سامنے لاوارث قرآن ہے۔ جس کا جی چاہتا ہے اس کے مطلب پر حکومت کرتا ہے۔ اگر خود خداوند عالم نے اس کی حفاظت کا ذمہ نہ لیا ہوتا تو بعید نہ تھا کہ یہ بے خوف بہادر اس کی لفظی اور معنوی تحریف میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑتے (ختم نبوت ص ۱۱۶) حضرت مفتی صاحبؒ کے ان الفاظ کی تائید میں اور یہاں آیت کے اس جملہ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا کے مطلب کے سلسلہ میں آپ کو حال ہی کا ایک واقعہ سناتا ہوں۔ گذشتہ ماہ فروری ۶۸ء میں آپ کے پاکستان میں وزارت قانون کی طرف سے ایک بین الاقوامی اسلامی کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس میں تمام اسلامی ممالک سے اہم شخصیتوں کو مدعو کیا گیا تھا۔ اخبار میں حضرات نے اس عالمی اسلامی کانفرنس کی روئیداد اخباروں یا رسالوں وغیرہ میں پڑھی ہوگی۔ اسی کانفرنس کے اخیر دن ہمارے مملکت کے ایک وزیر صاحب نے اپنے صدارتی مقالہ میں فرمایا۔ ''مسلمانوں کے زوال کا سبب ان کا مغربی اطوار کو اپنا لینا۔ رقص و سرود کو اختیار کر لینا وغیرہ نہیں ہے جیسا کہ عام طور سے بیان کیا جاتا ہے بلکہ اس کا اصل سبب قرآن کریم میں تدبر اور تفکر کو چھوڑ دینا ہے۔ قرآن کی بنیادی دعوت یہ ہے کہ کائنات میں غور و فکر کیا جائے اسی لئے قرآن کریم علماء ان لوگوں کو کہتا ہے جو صحیح فکر کے ساتھ سائنس کا علم حاصل کریں۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا میں علما سے مراد یہی لوگ ہیں۔'' (البلاغ محرم ۱۳۸۸ھ)

یہ ہمارے ایک منسٹر صاحب کا ارشاد ہے جو یہاں آپ کو یہ نقل کرکے ایک نمونہ دکھلانا تھا کہ '' یہ آزادی کا زمانہ ہے اور سامنے

لاوارث قرآن ہے۔جس کا جس طرح جی چاہتا ہے اس کے مطلب پر حکومت کرتا ہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔یہ ذکر اس جگہ میں ضمناً اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا پر آ گیا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ باتوں کی زیادتی کا نام علم نہیں۔علم نام ہے بکثرت خدا سے ڈرنے کا۔حضرت امام مالکؒ کا قول ہے کہ کثرت روایات کا نام علم نہیں۔علم تو ایک نور ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے دل میں ڈال دیتا ہے۔حضرت احمد بن صالح مصریؒ جو ایک مشہور عالم دین گزرے ہیں فرماتے ہیں کہ علم کثرت روایات کا نام نہیں بلکہ علم نام ہے اس کا جس کی تابعداری خدا کی طرف سے فرض ہے یعنی کتاب اور سنت اور جو صحابہ سے پہنچا ہو۔پھر ان سب سے بالاتر مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث ہے۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔کہ علم تین قسم پر مشتمل ہے۔ایک آیت محکمہ دوسرے سنت قائمہ۔تیسرے فریضۂ عادلہ۔اور ان کے سوا جو کچھ ہے وہ سب زائد ہے۔شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ یہاں علم سے مراد علم دین ہے۔آیت محکمہ کتاب اللہ ہے۔اور سنت قائمہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔جن کی اسناد صحیح ہوں اور جن پر صحابہ۔تابعین اور جمہور امت کا عمل ہو۔اور فریضۂ عادلہ سے مراد وہ چیزیں ہیں جن پر مسلمان جمع ہو جائیں یعنی اجماع امت۔الغرض تمام محدثین۔مفسرین اور علمائے محققین نے اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا کو خدا سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔یہاں علم سے مراد حق تعالیٰ کی صفات۔عظمت وجلال۔اور احکام الٰہیہ کا علم مراد لیا ہے۔نہ کہ سائنس کا علم۔اخیر میں فرمایا گیا اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ بیشک اللہ تعالیٰ زبردست اور بخشنے والا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی بندوں کے ساتھ دو طرح سے ہے۔وہ زبردست بھی ہے کہ نافرمانوں کو جب چاہے پکڑ لے پھر کسی میں قوت نہیں کہ اس کی پکڑ سے بچ نکلے اور وہ بڑا بخشنے والا بھی ہے کہ اپنے ڈرنے والوں کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

یہاں آخری آیت کے اس جملہ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (یعنی اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں) کے تحت علمائے محققین نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس جملہ میں علماء سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا اور اس کے احکام اور اوامر ونواہی کا علم ہو اور پھر وہ اللہ کے حکموں پر چلتے ہوں۔جس درجہ کا علم ہوگا اسی درجہ کا ان کو خوف وخشیت ہوگا۔خشیت خداوندی علم اور معرفت پر موقوف ہے۔علم خشیت کے لئے شرط ہے۔جیسے طہارت نماز کے لئے شرط ہے۔اور جس علم کے بعد خوف خداوندی حاصل نہ ہو تو سمجھ لو کہ وہ علم اللہ کے نزدیک معتبر نہیں۔اور ایسے عالم جو خدا سے نہ ڈرتے ہوں وہ اللہ کے نزدیک عالم نہیں اگرچہ دنیا ان کو علامہ کہتی ہو۔نیز علم سے وہ علم مراد نہیں جو محض قال کے درجہ میں ہو بلکہ وہ علم مراد ہے جو حال کے درجہ میں ہو۔علم دین سے مقصود تزکیۂ نفس اور اصلاح عمل ہے ورنہ ہیچ ہے۔

حدیث شریف میں ہے **اللھم انی اسئلک من خشیتک ما تحول بینی وبین معاصیک** یا اللہ میں آپ سے آپ کی اتنی خشیت طلب کرتا ہوں کہ جو حائل ہو جائے میرے اور آپ کے معاصی کے درمیان میں۔اس سے معلوم ہوا کہ خشیت اس خوف کو کہتے ہیں جس سے بندہ اور معصیت کے درمیان رکاوٹ واقع ہو جائے اور جسے یہ خشیت حاصل نہیں کہ جو عاصی اور معاصی کے درمیان حائل ہو تو سمجھ لو کہ اسے صحیح علم بھی حاصل نہیں۔اور علمائے ربانی انبیاء کے وارث ہوتے ہیں اور انبیاء سب سے زیادہ خداوند ذوالجلال سے ڈرنے والے ہوتے ہیں پس جس عالم میں خوف خداوندی نہ ہو وہ انبیاء کا وارث نہیں۔اللہ تعالیٰ علم حقیقی کی دولت سے ہم سب کو سرفراز فرمائیں اور اپنی وہ خشیت ہم کو عطا فرمائیں کہ جو ہر طرح کے معاصی سے ہم کو روک دے۔(معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً

جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے رہتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے اُن کو عطا فرمایا ہے اُس میں پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں

يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّن تَبُورَ ﴿٢٩﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿٣٠﴾

وہ اسی تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی ماند نہ ہوگی۔ تاکہ اُن کو اُن کی اجرتیں پوری (پوری) دیں اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ (بھی) دیں، بیشک وہ بڑا بخشنے والا بڑا قدردان ہے۔

إِنَّ بیشک | الَّذِينَ وہ لوگ جو | يَتْلُونَ جو پڑھتے ہیں | كِتَابَ اللَّهِ اللہ کی کتاب | وَأَقَامُوا اور قائم رکھتے ہیں | الصَّلَاةَ نماز | وَأَنفَقُوا اور خرچ کرتے ہیں

مِمَّا اس سے جو | رَزَقْنَاهُمْ ہم نے انہیں دیا | سِرًّا پوشیدہ | وَ اور | عَلَانِيَةً علانیہ (ظاہر) | يَرْجُونَ وہ امید رکھتے ہیں | تِجَارَةً ایسی تجارت

لَن تَبُورَ ہرگز گھاٹا نہیں | لِيُوَفِّيَهُمْ تاکہ وہ پورے پورے دے دے | أُجُورَهُمْ ان کے اجر | وَيَزِيدَهُم اور وہ انہیں زیادہ دے | مِن فَضْلِهِ اپنے فضل سے

إِنَّهُ بیشک وہ | غَفُورٌ بخشنے والا | شَكُورٌ قدردان

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں فرمایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں اور خوف وخشیت رکھتے ہیں جو اللہ کی عظمت وجلال اور صفات وکمال کا علم رکھتے ہیں۔ اب آگے ایسے ہی بندوں کی صفات یعنی خشیت رکھنے والے اہل علم کا بیان فرمایا جاتا ہے۔ پہلی صفت یہ بتلائی گئی کہ وہ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے رہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس تلاوت کتاب اللہ سے مراد یہی ہے کہ وہ اس پر ایمان لاتے ہیں کہ یہ ہمارے پروردگار کی نازل کردہ کتاب ہے اور اس کے موافق عمل کرتے ہیں۔ اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانتے ہیں۔ اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں۔ اس کی ہدایات وتعلیمات کا اتباع کرتے ہیں۔ ورنہ اگر محض تلاوت ہو اور عمل یا عقیدہ اس کے خلاف ہو تو یہ تو اور سخت جرم ہے۔ جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ اس کتاب یعنی قرآن پاک کی وجہ سے کتنے ہی لوگوں کو بلند مرتبہ کرتا ہے اور کتنے ہی لوگوں کو پست وذلیل کرتا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے مطابق عمل کرتے ہیں حق تعالیٰ شانہٗ ان کو دنیا وآخرت میں رفعت وعزت عطا فرماتے ہیں اور جو لوگ اس پر عمل نہیں کرتے۔ حق سبحانہٗ ان کو ذلیل کرتے ہیں امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں بعض مشائخ سے نقل کیا ہے کہ بندہ ایک سورت کلام پاک کی پڑھنا شروع کرتا ہے تو ملائکہ اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ تلاوت سے فارغ ہو اور دوسرا شخص ایک سورۃ شروع کرتا ہے تو ملائکہ اس کے ختم تک اس پر لعنت کرتے ہیں اور بعض علماء سے منقول ہے کہ آدمی تلاوت کرتا ہے اور خود اپنے اوپر لعنت کرتا ہے اور اس کو خبر بھی نہیں ہوتی مثلاً قرآن شریف میں پڑھتا ہے أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ اور خود ظالم ہونے کی وجہ سے اس لعنت میں داخل ہوتا ہے۔ اسی طرح قرآن پاک میں پڑھتا ہے لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ اور خود جھوٹا ہونے کی وجہ سے اس کا مستحق ہوتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تین چیزیں قیامت کے دن عرش کے نیچے ہوں گی۔ ایک کلام پاک کہ جھگڑے گا بندوں سے۔ دوسری چیز امانت ہے۔ تیسری چیز رشتہ داری ہے جو پکارے گی کہ جس شخص نے مجھ کو جوڑا اللہ اس کو رحمت سے ملا دے

اور جس نے مجھ کو توڑا اللہ اپنی رحمت سے اس کو جدا کرے۔ شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ ان تین چیزوں کے عرش کے نیچے ہونے سے مقصود ان کا کمال قرب ہے یعنی حق تعالیٰ جل شانہٗ کے عالی دربار میں بہت ہی قریب ہوں گی۔ اور قرآن پاک کے جھگڑنے کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس کی رعایت کی۔ اس کا حق ادا کیا۔ اس پر عمل کیا۔ ان کی طرف سے دربار حق میں کلام پاک سفارش اور شفاعت کرے گا اور ان کے درجہ بلند کرائے گا اور بارگاہ الٰہی میں عرض کرے گا کہ اس کو جوڑا مرحمت فرمائیں تو حق تعالیٰ شانہٗ کرامت کا تاج عطا فرمائیں گے۔ پھر اور زیادتی کی درخواست کرے گا تو حق تعالیٰ اکرام کا جوڑا عنایت فرمائیں گے پھر درخواست کرے گا کہ یا اللہ آپ اس شخص سے راضی ہو جائیں تو حق سبحانہٗ تعالیٰ اس شخص سے رضا کا اظہار فرمائیں گے اور جن لوگوں نے اس کی حق تلفی کی ہے ان سے قرآن کریم مطالبہ کرے گا کہ میری کیا رعایت کی؟ میرا کیا حق ادا کیا؟ اس رعایت اور حق کی ادائیگی پر یاد آیا کہ ہمارے پاکستانی تو کہہ دیں گے کہ ہم نے ہزاروں روپیہ خرچ کر کے سونے کے دھاگہ اور زری سے قرآن پاک لکھوایا۔ یہ لاہور کی ۱۷ جون ۱۹۶۸ء ہی کی خبر ہے کہ محکمہ اوقاف کے زیر اہتمام زری سے قرآن پاک لکھا جا رہا ہے جس کے ۱۱ پارہ مکمل ہو چکے ہیں اور اس پر اب تک ۶۷ ہزار ۱۹۷ روپیہ صرف ہو چکے ہیں اور ۱۹ پارہ جو باقی ہیں اور اسی طرح سنہرے دھاگہ سے لکھے جانے والے ہیں ان پر ایک لاکھ ۴۴ ہزار روپیہ صرف ہوں گے (حریت ۶۸-۶-۱۹) ماشاء اللہ کیا خوب قرآن کا حق ادا کیا جا رہا ہے۔ پھر پاکستانی صاحبان کہہ دیں گے کہ ہم نے صد سالہ جشن نزول قرآن منایا تھا۔ چراغاں کئے۔ کانفرنسیں کیں۔ تقریریں ہوئیں۔ پھر یہ بھی کہہ دیں گے کہ ہم نے قرآن کے ذریعہ لوگوں کو

سینما بینی کی دعوت دی اور قرآن کا حکم وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا یاد دلا کر سینما اور بائیسکوپ میں فلم ''خانہ خدا'' دیکھنے کو جمع کیا اور حج کا شوق دلایا۔ یہ قرآن کا حق ادا کیا جا رہا ہے یا اس کی حق تلفی کی جا رہی ہے اس کا پتہ دنیا میں نہ سہی تو آخرت میں سامنے آ ہی جائے گا۔ الغرض اللہ سے ڈرنے والے بندوں کی پہلی صفت یہ بتائی گئی کہ وہ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے رہتے ہیں۔ دوسری صفت یہ بتائی گئی کہ وہ خصوصیت و اہتمام کے ساتھ نماز کی پابندی رکھتے ہیں تیسری صفت یہ بتائی گئی کہ جو کچھ اللہ نے ان کو دنیا میں رزق و مال دے رکھا ہے اس میں سے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے پوشیدہ اور علانیہ جیسا موقع ہوتا ہے اور جس طرح بن پڑتا ہے خرچ کرتے ہیں۔ گویا ان تین خصوصیات میں سارے ہی دین کا احاطہ ہو گیا۔ قرآن کا علم و عمل۔ بدنی عبادات۔ مالی عبادات۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ایسے لوگ جو اس کتاب کو عقیدت کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ نیز بدنی اور مالی عبادات بجا لاتے ہیں۔ وہ حقیقت میں ایسی زبردست تجارت سوداگری اور بیوپار کے امیدوار ہیں کہ جس میں خسارے اور ٹوٹے کا کوئی احتمال نہیں۔ کیونکہ اس سودے کا خریدار کوئی مخلوقات میں سے نہیں ہے کہ جو کبھی تو سودے کی قدر کرتا ہے اور کبھی نہیں کرتا بلکہ اس کے خریدار خود حق تعالیٰ ہوں گے جو ضرور حسب وعدہ اس کی قدر فرمائیں گے۔ اس لئے اس تجارت میں نقصان کا کسی طرف سے اندیشہ نہیں۔ سرتاپا نفع ہی نفع ہے۔ تو یہاں آیت میں اہل ایمان کے عمل کو تجارت سے اس لئے تشبیہ دی گئی کہ آدمی تجارت میں اپنا سرمایہ محنت۔ وقت اس امید پر صرف کرتا ہے کہ نہ صرف اصل واپس ملے گا اور نہ صرف وقت اور محنت کی اجرت ملے گی بلکہ کچھ مزید نفع بھی حاصل ہوگا اسی طرح ایک مومن بھی خدا کی فرمانبرداری میں۔ اس کی بندگی و طاعت

میں اور اس کے دین کی خاطر جدوجہد میں اپنا مال اپنے اوقات اپنی محنت اور قابلیت اس امید پر کھپا دیتا ہے کہ نہ صرف اللہ تعالیٰ سے اس کا پورا پورا اجر ملے گا بلکہ وہ خوش ہوکر اپنے فضل سے مزید بہت کچھ عنایت فرمائے گا۔ اخیر میں انه غفورٌ شكورٌ فرمایا یعنی بے شک وہ بڑا بخشنے والا بڑا قدر دان ہے۔ یعنی اہل ایمان کے اعمال میں جو کوتاہی ہوجائے تو وہ فیاض اور کریم آقا ان کوتاہیوں سے درگزر فرماتا ہے اور ان کے اعمال کی ایسی قدر فرماتا ہے کہ علاوہ اجرت کے انعام بھی دیتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ان آیات میں آخرت کی تجارت کے نفع اور کامیابی کا طریقہ بتلایا کہ ان تین کاموں کے کرنے سے آخرت کی تجارت میں کامیابی کی توقع ہے۔

ایک تلاوت قرآن جو تمام اذکار اور عبادات نافلہ کی جڑ ہے اور قرب خداوندی کا ذریعہ ہے اور اس کی تلاوت گویا خدا تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کی مشہور حکایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ رب العزت کو میں نے ۹۹ بار خواب میں دیکھا۔ تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر اب کی سوویں مرتبہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھوں گا تو معلوم کروں گا کہ آپ تک پہنچنے کا سب سے زیادہ قریبی راستہ کونسا ہے یعنی مقربین جن چیزوں سے آپ کا قرب حاصل کرتے ہیں ان میں سے سب سے افضل کونسی چیز ہے۔ چنانچہ جب سوویں مرتبہ امام احمدؒ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کو خواب میں دیکھا تو یہی دریافت کیا کہ یا رب۔ وہ کون سی چیز سب سے افضل ہے جس سے مقربین آپ کی قربت حاصل کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔ تلاوت قرآن یعنی میرے کلام قرآن کا پڑھنا۔ اس پر امام صاحب نے عرض کیا۔ بفهم او بلافهم یعنی مطلب اور معنی سمجھ کر پڑھنا یا بغیر مطلب اور معنی سمجھے ہوئے پڑھنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوابفهم او بلافهم یعنی معنی سمجھ کر ہو یا بلا معنی سمجھے ہوئے ہو۔ دونوں طرح موجب قرب ہے۔ سبحان اللہ۔ الغرض آخرت کی کامیاب تجارت کے لئے پہلی چیز تلاوت قرآن بتلائی گئی۔ دوسرے نماز کی درستی اور پابندی جو تمام فرائض اور جسمانی عبادتوں کی جڑ ہے اور دین کا ستون ہے۔ تیسرے ظاہر اور پوشیدہ طور پر خیرات کرنا جس میں تمام مالی عبادتیں آ گئیں۔ سو جو لوگ یہ تین کام کرتے ہیں وہ امید رکھتے ہیں کہ ان کی تجارت میں آخرت میں ہرگز خسارہ نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی آخرت کی کامیاب تجارت نصیب فرمائیں۔ آمین۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی اس کتاب قرآن کریم کی شب و روز تلاوت کی توفیق ہم کو عطا فرمائیں۔ اور اس کے احکام وہدایات پر عمل پیرا ہونے کا عزم نصیب فرمائیں۔ یا اللہ قیامت میں اس کتاب کو ہمارے لئے سفارشی بنائیے اور اس کے مطالبات اور حجت قائم کرنے سے ہم کو اور ساری امت مسلمہ کو بچائیے۔ یا اللہ اس ملک اور قوم کو قرآن پاک کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق عطا فرما اور اس کی حق تلفی سے ہم سب کو بچنا نصیب فرما۔ یا اللہ آپ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو جن عبادات بدنیہ و مالیہ کی توفیق عطا فرمائی ہے ان اعمال کو اپنی رحمت سے قبول فرمالیجئے۔ ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائیے۔ بیشک آپ بڑے بخشنے والے اور بڑے قدر دان ہیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ ھُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِعِبَادِہٖ

اور یہ کتاب جو ہم نے آپ کے پاس وحی کے طور پر بھیجی ہے یہ بالکل ٹھیک ہے جو کہ اپنے سے پہلی کتابوں کی بھی تصدیق کرتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں

لَخَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْھُمْ ظَالِمٌ

کی پوری خبر رکھنے والا خوب دیکھنے والا ہے۔ پھر یہ کتاب ہم نے اُن لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچائی جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے پسند فرمایا، پھر بعضے تو اُن میں اپنی جانوں پر

لِّنَفْسِہٖ ۚ وَمِنْھُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْھُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰہِ ؕ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَضْلُ الْکَبِیْرُ ﴿۳۲﴾

ظلم کرنیوالے ہیں، اور بعضے اُن میں متوسط درجے کے ہیں، اور بعضے اُن میں خدا کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کیے چلے جاتے ہیں، یہ بڑا فضل ہے۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَھَا یُحَلَّوْنَ فِیْھَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَھَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُھُمْ فِیْھَا

وہ باغات میں ہمیشہ رہنے کے جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جاویں گے، اور پوشاک ان کی وہاں ریشم کی ہوگی۔

حَرِیْرٌ ﴿۳۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَذْھَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَکُوْرُۨ ﴿۳۴﴾ الَّذِیْٓ اَحَلَّنَا

اور کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے (رنج و) غم دور کیا، بے شک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا بڑا قدردان ہے۔ جس نے ہم کو اپنے فضل سے

دَارَ الْمُقَامَۃِ مِنْ فَضْلِہٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیْھَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْھَا لُغُوْبٌ ﴿۳۵﴾

ہمیشہ رہنے کے مقام میں لا اُتارا، جہاں ہم کو نہ کوئی کلفت پہنچے گی اور نہ ہم کو کوئی خستگی پہنچے گی۔

وَالَّذِیْٓ اور وہ جو	اَوْحَیْنَآ ہم نے وحی بھیجی ہے	اِلَیْکَ تمہاری طرف	مِنَ الْکِتٰبِ کتاب	ھُوَ وہ	الْحَقُّ حق	مُصَدِّقًا تصدیق کرنے والی	لِّمَا اس کی جو	
بَیْنَ یَدَیْہِ ان کے پاس	اِنَّ اللّٰہَ بیشک اللہ	بِعِبَادِہٖ اپنے بندوں سے	لَخَبِیْرٌۢ البتہ باخبر	بَصِیْرٌ دیکھنے والا	ثُمَّ پھر	اَوْرَثْنَا ہم نے وارث بنایا		
الْکِتٰبَ کتاب	الَّذِیْنَ وہ جنہیں	اصْطَفَیْنَا ہم نے چنا	مِنْ سے۔کو	عِبَادِنَا اپنے بندے	فَمِنْھُمْ پس ان سے کوئی	ظَالِمٌ ظلم کرنے والا		
لِّنَفْسِہٖ اپنی جان پر	وَ اور	مِنْھُمْ ان سے (کوئی)	مُّقْتَصِدٌ میانہ رو	وَمِنْھُمْ اور ان سے (کوئی)	سَابِقٌۢ سبقت لیجانے والا	بِالْخَیْرٰتِ نیکیوں میں		
بِاِذْنِ اللّٰہِ حکم سے اللہ کے	ذٰلِکَ یہ	ھُوَ وہ (یہی)	الْفَضْلُ الْکَبِیْرُ فضل بڑا	جَنّٰتُ عَدْنٍ باغات ہمیشگی کے	یَّدْخُلُوْنَھَا وہ ان میں داخل ہوں گے			
یُحَلَّوْنَ وہ زیور پہنائے جائیں گے	فِیْھَا ان میں	مِنْ سے۔کا	اَسَاوِرَ کنگن	مِنْ سے	ذَھَبٍ سونا	وَّلُؤْلُؤًا اور موتی	وَلِبَاسُھُمْ اور ان کا لباس	
فِیْھَا اس میں	حَرِیْرٌ ریشم	وَقَالُوا اور وہ کہیں گے	الْحَمْدُ تمام تعریفیں	لِلّٰہِ اللہ کیلئے	الَّذِیْٓ وہ جس نے	اَذْھَبَ دور کردیا	عَنَّا ہم سے	الْحَزَنَ غم
اِنَّ بیشک	رَبَّنَا ہمارا رب	لَغَفُوْرٌ البتہ بخشنے والا	شَکُوْرٌ قدردان	الَّذِیْٓ وہ جس	اَحَلَّنَا ہمیں اتارا	دَارَ الْمُقَامَۃِ ہمیشہ رہنے کا گھر	مِنْ سے	
فَضْلِہٖ اپنا فضل	لَا یَمَسُّنَا اور نہ ہمیں چھوئے گی	فِیْھَا اس میں	نَصَبٌ کوئی تکلیف	وَلَا یَمَسُّنَا اور نہ ہمیں چھوئے گی	فِیْھَا اس میں	لُغُوْبٌ تھکاوٹ		

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں اور منجملہ اعمال کے بدنی عبادات میں سے نماز جو سب کا اصل الاصول ہے اس کو پابندی سے ادا کرتے ہیں اور مالی عبادات بھی ادا کرتے ہیں تو یہ لوگ ایک ایسا سودا یا تجارت کررہے ہیں کہ جس میں کبھی نقصان نہ ہوگا۔ تو وہاں چونکہ تلاوت قرآن کا ذکر آ گیا تھا

اس لئے اب ان آیات میں پہلے قرآن کریم کی حقانیت اور فضیلت بیان فرمائی گئی پھر اس کتاب کی وارث۔ حامل اور امین امت مسلمہ کی بزرگی اور مقبولیت کا ذکر فرمایا گیا پھر امت مسلمہ کے افراد کی تین قسموں کا بیان فرما کر ان کو جو اجر کبیر اور فضل عظیم ملنے والا ہے یعنی جنت کے باغات رہنے کو۔ اور عمدہ پوشاک پہننے کو اس کا ذکر فرمایا گیا۔ چنانچہ ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے وحی کے ذریعہ جو کتاب آپ کے پاس بھیجی ہے وہ سراسر راست درست اور حق ہے۔ اور جس طرح اگلی کتابیں اس کی خبر دیتی رہیں یہ بھی ان اگلی سچی کتابوں کی سچائی ثابت کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے احوال کو خوب جانتا ہے اور ان کی مصلحتیں اس کی نگاہ میں ہیں۔ جن حالات میں جو چیز قرین مصلحت ہوتی ہے اسی کا حکم فرماتا ہے۔ اب اس قرآن حکیم میں ہر وقت کے لئے جو چیز اس وقت کی مصلحت کے لحاظ سے مناسب ہے ملے گی۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کتاب کا وارث امت محمدیہ کو بنایا اور اس امت کا اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام بندوں میں سے انتخاب کر کے اس کتاب کا وارث قرار دیا جو مجموعی حیثیت سے تمام امتوں سے بہتر اور برتر ہے۔ اس امت مسلمہ کا لقب ''خیر امت'' ہے اور ان کا کام ہی یہ ہے کہ یہ خود اس کے عامل ہوں اور نیز ساری دنیا میں اس کا پیغام پھیلا دیں۔ اس امت کا قیام ہی دنیا میں قرآن کے احکام کی قولاً اور فعلاً تبلیغ کے لئے ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ گو یہ امت مجموعی حیثیت سے تمام امتوں سے بہتر اور افضل ہے مگر اس امت کے سب افراد یکساں اور ایک ہی طرح کے نہیں ہیں بلکہ ان کی تین قسمیں ہیں۔

ایک ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ دوسرے مُّقْتَصِدٌ تیسرے سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ اب ان تینوں طبقات کی تشریح اس طرح ہے کہ پہلا طبقہ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ فرمایا یعنی اپنے نفس پر ظلم کرنے والے کہ جو باوجود ایمان کے گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں یعنی ہیں تو مسلمان مگر گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن کو سچے دل سے اللہ کی کتاب اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمانداری کے ساتھ اللہ کا رسول تو مانتے ہیں مگر عملاً کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی اتباع اور پیروی میں کوتاہی کرتے ہیں ایماندار ہیں مگر گناہ گار ہیں۔ اسی لئے ان کو ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ہونے کے باوجود وارثین کتاب میں داخل فرمایا گیا۔

دوسری قسم امت مسلمہ کی مقتصد فرمائی یعنی جو درمیانی درجہ میں ہیں۔ نہ گناہوں میں منہمک نہ بڑے درجہ کے بزرگ اور ولی۔ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو اس وراثت کا حق کم و بیش ادا تو کرتے ہیں۔ مگر پوری طرح نہیں۔

تیسری قسم سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ فرمائی یعنی نیکیوں میں سبقت کرنے والے۔ یہ وارثین کتاب میں صف اول کے لوگ ہیں اور وہ کامل بندے ہیں جو اللہ کے فضل و توفیق سے آگے بڑھ بڑھ کر نیکیاں سمیٹتے ہیں اور فرائض و واجبات کے علاوہ مستحبات کو بھی نہیں چھوڑتے اور گناہ کے خوف سے مکروہ تنزیہی بلکہ بعض مباحات تک سے پرہیز کرتے ہیں۔ اعلیٰ درجہ کی بزرگی اور فضیلت تو ان کو حاصل ہے۔ یہ اتباع کتاب و سنت میں بھی پیش پیش ہیں۔ خدا کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچانے میں بھی پیش پیش۔ دین حق کی خاطر قربانیاں کرنے میں بھی پیش پیش۔ اور بھلائی و نیکی کے ہر کام میں پیش پیش۔ اور چونکہ ان کی تعداد امت میں دونوں گروہوں سے کم ہے اس لئے ان کا آخر میں ذکر کیا گیا اگرچہ وراثت کا حق ادا کرنے کے معاملہ میں ان کو اولیت کا شرف حاصل ہے۔ تو امت میں اعلیٰ درجہ کی افضلیت تو انہی سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ کو حاصل ہے ویسے چنے ہوئے بندوں اور وارث کتاب اللہ میں ایک حیثیت سے سب کو شمار کیا گیا۔ یعنی ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ کو بھی اور مقتصد کو بھی کیونکہ درجہ بدرجہ جنتی سب ہیں۔ گناہ گار بھی اگر مومن ہے تو بہرحال کسی نہ کسی وقت ضرور جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اہل سنت کا اتفاق ہے کہ یہ تینوں

طبقات اہل جنت ہی کے ہیں اور امت کے یہ تینوں گروہ بالآخر جنت میں داخل ہوں گے خواہ محاسبہ کے بغیر یا محاسبہ کے بعد اور خواہ مواخذہ سے محفوظ رہ کر یا کوئی سزا پانے کے بعد۔اس کی تائید خود قرآن پاک سے ہوتی ہے کیونکہ اگلی آیات میں وارثین کتاب کے بالمقابل دوسرے گروہ کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ ”جن لوگوں نے کفر کیا ہے ان کے لئے جہنم کی آگ ہے“ اس سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے اس کتاب کو مان لیا ان کے لئے بالآخر جنت ہے اور جنہوں نے اس پر ایمان لانے سے انکار کیا ان کے لئے جہنم ہے۔اس آیت کی تفسیر خود حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی گئی ہے۔امام احمدؒ وغیرہ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ نیکیوں میں سبقت لے گئے ہیں وہ جنت میں کسی حساب کے بغیر داخل ہوں گے اور جو مقتصد یعنی بیچ کے لوگ ہیں ان سے محاسبہ ہوگا مگر ہلکا محاسبہ رہے وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے تو وہ محشر کے پورے طویل عرصہ میں روک کر رکھے جائیں گے۔پھر انہیں اللہ اپنی رحمت میں لے لے گا اور یہی لوگ ہیں جو کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ شکر ہے اس خدا کا جس نے ہم سے غم دور کر دیا۔اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں طبقوں کا حال الگ الگ بتا دیا۔آگے آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ ایسی کامل کتاب کا امت کو پہنچا دینا یہ خدا کا بڑا فضل ہے کیونکہ اس پر ایمان اور عمل کی بدولت انہیں قیامت کے دن ہمیشگی اور دائمی اور ابدی نعمتوں والی جنتوں میں پہنچایا جائے گا جہاں انہیں سونے اور موتیوں کے مثل بادشاہوں کے کنگن پہنائے جائیں گے۔حدیث میں ہے کہ مومن کا زیور وہاں تک ہوگا جہاں تک کہ اس کے وضو کا پانی پہنچتا ہے۔اس کا لباس خالص ریشمی ہوگا جس سے وہ دنیا میں منع کر دیئے گئے تھے۔حدیث میں ہے کہ جو شخص یہاں دنیا میں حریر اور ریشم پہنے گا وہ اسے آخرت میں نہیں پہنایا جائے گا۔اور ایک حدیث میں ہے کہ یہ ریشم کافروں کے لئے دنیا میں ہے اور تم مومنوں کے لئے آخرت میں اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے زیوروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انہیں سونے چاندی کے زیور پہنائے جائیں گے جو موتیوں سے جڑاؤ کئے ہوئے ہوں گے اور ان کے سروں پر موتیوں اور یاقوت کے تاج ہوں گے۔بالکل شاہانہ ہوں گے۔نوجوان ہوں گے۔سرمئی آنکھوں والے۔اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ اہل جنت جناب باری تعالیٰ عزوجل کا شکر ادا کرتے ہوئے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ جس نے ہم سے خوف ورزائل کر دیا اور دنیا و آخرت کی پریشانیوں اور پشیمانیوں سے ہمیں نجات دے دی۔ہمارے قصور اس نے معاف فرما دیئے اور ایمان وعمل کی جو تھوڑی سی پونجی ہم لائے تھے اس کی ایسی قدر فرمائی کہ اپنی جنت اس کے بدلہ میں عطا فرما دی۔دنیا کی حیات ایک منزل تھی جس سے ہم گزر آئے۔عالم برزخ اور میدان حشر بھی ایک مرحلہ تھا جس سے ہم گزر آئے۔اب ہم اس کے فضل سے اس جگہ پہنچ گئے ہیں جہاں سے نکل کر پھر کہیں جانا نہیں۔اب ہماری تمام محنتوں اور مشقتوں کا خاتمہ ہو چکا ہے اب یہاں جنت میں نہ ہمیں کسی طرح کی مشقت و محنت ہے نہ تکان و کلفت۔روح الگ خوش جسم الگ راضی۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اس امت کی فضیلت کتاب اللہ کی وراثت سے ہے اور اسی بنا پر اس امت کو دوسری جگہ ”خیر امت“ فرمایا گیا۔اہل اسلام کو یہ کتاب پہنچا دینا اللہ نے اس کو اپنا بڑا فضل فرمایا ہے۔اب امت کو بھی اپنی اس شرافت و کرامت اور عزت کو قائم رکھنے کے لئے اپنی ذمہ داری کو پورا کرنا لازمی ہے۔اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور قرآن کریم کے ساتھ سچا تعلق نصیب فرمائیں اور اس کے حقوق کی خاطر خواہ ادائیگی کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ

اور جو لوگ کافر ہیں ان کیلئے دوزخ کی آگ ہے، نہ تو اُن کی قضا آوے گی کہ مر ہی جاویں اور نہ دوزخ کا عذاب ہی اُن سے ہلکا کیا جاوے گا،

عَذَابِهَا ۚ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ﴿٣٦﴾ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا

ہم ہر کافر کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ اور وہ لوگ اس (دوزخ) میں چلائیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو (یہاں سے) نکال لیجئے ہم اچھے (اچھے) کام کریں گے

غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا

برخلاف اُن کاموں کے جو کیا کرتے تھے کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس کو سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا، اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا سو (اس نہ ماننے کا)

فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿٣٧﴾ اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٣٨﴾

مزہ چکھو کہ ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ بیشک اللہ (ہی) جاننے والا ہے آسمان اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کا، بے شک وہی جاننے والا ہے دل کی باتوں کا۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰۗىِٕفَ فِي الْاَرْضِ ۭ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۭ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ

وہی ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں آباد کیا، سو جو شخص کفر کرے گا اس کے کفر کا وبال اسی پر پڑے گا، اور کافروں کیلئے ان کا کفر

كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ﴿٣٩﴾

ان کے پروردگار کے نزدیک ناراضی ہی بڑھنے کا باعث ہوتا ہے، اور کافروں کیلئے ان کا کفر خسارہ ہی پڑنے کا باعث ہوتا ہے۔

وَ اور	اَلَّذِيْنَ وہ جن لوگوں نے	كَفَرُوْا کفر کیا انہوں نے	لَهُمْ ان کیلئے	نَارُ جَهَنَّمَ جہنم کی آگ	لَا يُقْضٰى نہ قضا آئے گی	عَلَيْهِمْ ان پر		
فَيَمُوْتُوْا کہ وہ مر جائیں	وَلَا يُخَفَّفُ اور نہ ہلکا کیا جائے گا	عَنْهُمْ ان سے	مِنْ سے۔کچھ	عَذَابِهَا اس کا عذاب	كَذٰلِكَ اسی طرح			
نَجْزِيْ ہم سزا دیتے ہیں	كُلَّ كَفُوْرٍ ہر ناشکرے	وَهُمْ اور وہ	يَصْطَرِخُوْنَ چلائیں گے	فِيْهَا دوزخ میں	رَبَّنَا اے ہمارے پروردگار	اَخْرِجْنَا ہمیں نکال لے		
نَعْمَلْ ہم عمل کریں	صَالِحًا نیک	غَيْرَ برعکس	الَّذِيْ اس کے جو	كُنَّا نَعْمَلُ ہم کرتے تھے	اَوَ کیا	لَمْ نُعَمِّرْكُمْ ہم نے تمہیں عمر نہ دی تھی		
مَا يَتَذَكَّرُ کہ نصیحت پکڑ لیتا	فِيْهِ اس میں	مَنْ جو۔جس	تَذَكَّرَ نصیحت پکڑتا	وَجَآءَكُمْ اور آیا تمہارے پاس	النَّذِيْرُ ڈرانے والا	فَذُوْقُوْا سو چکھو تم		
فَمَا پس نہیں	لِلظّٰلِمِيْنَ ظالموں کیلئے	مِنْ نَّصِيْرٍ کوئی مددگار	اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ	عٰلِمُ جاننے والا	غَيْبِ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کی پوشیدہ باتیں	وَالْاَرْضِ اور زمین		
اِنَّهٗ بیشک وہ	عَلِيْمٌ باخبر	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ سینوں (دلوں) کے بھیدوں سے	هُوَ وہی	الَّذِيْ جس نے	جَعَلَكُمْ تمہیں بنایا	خَلٰۗىِٕفَ جانشین		
فِي الْاَرْضِ زمین میں	فَمَنْ كَفَرَ سو جس نے کفر کیا	فَعَلَيْهِ تو اسی پر	كُفْرُهٗ اس کا کفر	وَ اور	لَا يَزِيْدُ نہیں بڑھاتا	الْكٰفِرِيْنَ کافر	كُفْرُهُمْ ان کا کفر	
عِنْدَ نزدیک	رَبِّهِمْ انکا رب	اِلَّا سوائے	مَقْتًا ناراضی (غضب)	وَلَا يَزِيْدُ اور نہیں بڑھاتا	الْكٰفِرِيْنَ کافر	كُفْرُهُمْ انکا کفر	اِلَّا سوائے	خَسَارًا خسارہ

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں اہل اسلام کہ جو کتاب اللہ پر ایمان رکھتے ہیں ان کا انجام بیان فرمایا گیا تھا کہ وہ اس قرآن پر ایمان وعمل کی بدولت جنت کے دائمی باغات میں رہیں گے جہاں ان کو شاہانہ لباس پہنچایا جائے گا اور وہاں کسی طرح کی کوئی کلفت اور آزار نہ ہوگی۔ اور وہ وہاں کی راحت و آرام دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے کہ ساری مصیبتوں اور مشقتوں سے پیچھا چھوٹا اور اب

آرام کی دائمی زندگی نصیب ہوئی۔

اب آگے اہل اسلام کے مقابل یعنی کفار جن کا قرآن پر نہ ایمان ہوتا ہے نہ عمل ان کا حال بیان کیا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جنہوں نے دنیا میں اللہ کا انکار کردیا۔ اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول کا انکار کردیا ان کے لئے آخرت میں جہنم کی آگ تیار ہے کہ جس میں وہ ہمیشہ جلتے اور جھلستے رہیں گے۔ انہیں وہاں موت بھی نہ آئے گی کہ مرکر ہی عذاب سے نجات پائیں اور نہ ان کے عذاب میں کچھ تخفیف ہی ہوگی۔ ایک صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''جو ابدی جہنمی ہیں انہیں وہاں نہ موت آئے گی اور نہ اچھائی کی زندگی ملے گی'' جہنمی کہیں گے کہ اے داروغہ جہنم تم ہی اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اللہ ہمیں موت دے دے لیکن جواب ملے گا کہ تم تو یہیں پڑے رہو گے پس وہ تو موت کو اپنے لئے راحت سمجھیں گے لیکن موت آئے گی ہی نہیں نہ مریں گے نہ عذابوں میں کمی دیکھیں گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار ومنکرین جہنم میں چیخ پکار کریں گے اور فریاد کریں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں اس جہنم سے نکال کر پھر دنیا میں بھیج دیجئے اب کے ہم وہاں جاکر خوب نیک کام کریں گے اور جو کام ہم پہلے کرتے رہتے تھے اس کے پاس بھی نہ پھٹکیں گے۔ اب بالکل آپ کی مرضی پر چلیں گے اور جو کچھ آپ کے رسول نے بتایا ہے وہی کریں گے۔ گناہوں سے دور بھاگیں گے اور نیکیاں سمیٹیں گے۔ اس فریاد اور چیخ و پکار کا جواب انہیں دیا جائے گا کہ اللہ نے تو تمہیں دنیا میں خاصی لمبی عمر دی تھی جو سوچنے سمجھنے کے لئے کافی تھی۔ اگر چاہتے تو سوچ سمجھ کر حق کو اختیار کرلیتے اور اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب کے تابعدار بن جاتے۔ پھر یہی نہیں بلکہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ڈرانے والے بھی پہنچے تھے جو اچھے برے انجام سے آگاہ کرتے رہے اور خواب غفلت سے بیدار کرتے رہے۔ اس وقت تمہاری عقل پر کیا پتھر پڑ گئے تھے جو تم نے نہ عقل سے کام لیا اور نہ ڈر سنانے والے خواہ وہ نبی ہو یا اس کا قائم مقام نبی کی راہ پر بلانے والا ہو اس کی بات سن کر نہ دی۔ نہ کسی کی نصیحت پر کان دھرا۔ نہ کسی بات سے عبرت پکڑی اب اپنے کئے کا پھل بھگتو اور سرکشی کا مزہ چکھو۔ تم جیسے ظالموں کا اب کوئی مددگار نہیں اور اب کوئی مدد کی توقع مت رکھو۔ اس طرح ایمان واسلام اور کفر وانکار دونوں کا انجام بتلا کر آگے سمجھایا جاتا ہے کہ اس بات کو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے سارے بھید اور اسرار سے واقف ہے۔ آسمان اور زمین کی ہر چیز کا اسے علم ہے۔ اسے اپنے بندوں کے سب کھلے چھپے احوال و افعال اور دلوں کے اندر جو اعتقادات اور نیتیں پوشیدہ ہیں ان کو بھی اچھی طرح جانتا ہے اور ہر ایک کے ساتھ اس کے اعمال و افعال اور اعتقادات اور نیتوں کے مطابق سلوک کرے گا۔ سنو! تم سے پہلے یہاں دنیا میں اور لوگ بستے تھے اب وہ یہاں موجود نہیں ہیں اپنے اپنے اعمال وعقائد کا گٹھر سر پر اٹھائے اس دنیا سے چلے گئے۔ اب ان کی جگہ دنیا میں تم موجود ہو آنکھ کھول کر ہوشیاری کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ اگر تم نے کفر وناشکری اور اللہ کی آیات کا انکار کیا تو اس سے اللہ کا کچھ نقصان نہیں اس کا وبال تمہارے ہی دم پر پڑے گا اور تمہاری ہی جان پر بن آئے گی۔ کفر کا انجام بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ اللہ کی طرف سے برابر ناراضی اور بیزاری بڑھتی جائے اور کافر کے نقصان اور خسران میں روز بروز اضافہ ہوتا رہے۔

یہاں ان آیات میں اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيرُ (کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس کو سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا اور تمہارے پاس نذیر یعنی ڈرانے والا بھی پہنچا

تھا) یہ خطاب اگر چہ کفار کو ہے مگر مقصود سب کو سنانا ہے اس لئے کہ اصل علت غفلت ہے جس میں دوسرے بھی شریک ہیں اگر چہ مراتب غفلت میں فرق ہے تا کہ سب سن لیں اور متنبہ ہو جائیں۔ دیکھئے عدالت میں جب مجرم کو سزا دی جاتی ہے تو اس کا اعلان کیا جاتا ہے جس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ جو لوگ مجرم نہیں وہ بھی سن لیں اور متنبہ ہو جائیں اور غفلت میں نہ رہیں۔ غرض یہ کہ اس جملہ سے مقصود یہ ہے کہ عمر کے ہر حصہ کو عمر کا اخیر حصہ سمجھو اور غفلت سے تنبہ کا یہ بہترین طریقہ ہے۔ یہاں اس جملہ میں اجمالاً اس طریق کی طرف اشارہ فرمایا کہ غفلت سے تنبہ کا طریقہ یہ سوچ بچار ہے کہ عمر کے ہر حصہ کو عمر کا اخیر حصہ سمجھے اور حدیث میں اس کا صراحتہً حکم دیا گیا چنانچہ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہو تو ایسی طرح نماز پڑھو جیسے دنیا کو رخصت کر رہے ہو یعنی یہ سمجھو کہ میری عمر کا اخیر وقت ہے اور یہ میری گویا آخری نماز ہے۔ تو اس حدیث شریف میں اگر چہ نماز کا ذکر ہے مگر یہ علت غفلت ہر عمل میں پائی جاتی ہے اس لئے نماز کے علاوہ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ صدقہ خیرات وغیرہ سب میں یہی مضمون پیش نظر رہنا چاہئے کہ یہ میرا زندگی کا آخری عمل ہے۔ اس تنبہ اور استحضار کا فائدہ یہ ہوگا کہ طول امل یعنی لمبی چوڑی آئندہ کی امیدیں باندھنا اس سے محفوظ ہو جائے گا یا کم از کم کمی ہی آجائے گی۔ اسی کو ایک حدیث میں اس طرح ارشاد فرمایا گیا کہ جب تو صبح کرے تو اپنے نفس سے شام کے منصوبوں کی باتیں نہ کرنا اور جب تو شام کرے تو صبح کے منصوبوں کی باتیں نہ کرنا۔ خلاصہ یہ کہ انسان موت کو یاد رکھے جو دنیوی زندگی کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ اور اس خطاب میں جَآءَكُمُ النَّذِيْرُ میں کہ تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا اس طرف اشارہ ہے کہ انسان کو حق و باطل کو جاننے اور اپنے خالق و مالک کو پہچاننے کے لئے حق تعالیٰ نے نہ صرف عقل و تمیز عمر بلوغ کے وقت سے عطا کی بلکہ اس عقل کی امداد کے لئے دنیا میں نذیر بھی بھیجے۔ نذیر کے معنی اردو میں ڈرانے والے کے کئے جاتے ہیں۔ درحقیقت نذیر وہ ہے کہ جو اپنی رحمت و شفقت کے سبب لوگوں کو ایسی چیزوں سے بچنے کی ہدایت کرے جو اس کو ہلاکت یا مضرت میں ڈالنے والی ہیں۔ تو معروف معنی کے اعتبار سے نذیر سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں اور ان کے نائبین۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض دوسرے اکابر سلف نے یہاں نذیر سے مراد بڑھاپے کے سفید بال لئے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ جب بڑھاپا آجائے اور سفید بال ظاہر ہو جائیں تو وہ انسان کو اس کی ہدایت کرتے ہیں کہ اب رخصت کا وقت قریب آن پہنچا ہے اگر اب بھی غفلت نہ گئی اور آنکھ نہ کھلی کہ آخرت کا سامان کرے تو بڑھاپا آجانے کے بعد کس چیز کا انتظار رہ گیا۔ اللہ کی حجت تو بلوغ سے بھی پوری ہو جاتی ہے کیونکہ نصیحت کے لئے بلوغ کا زمانہ بھی کافی ہے۔ جوانی میں جب آدمی معاش کو سمجھ سکتا ہے تو معاد کو کیوں نہیں سمجھ سکتا۔ لیکن اگر بڑھاپے کو پہنچ جائے تو نصیحت اور سوچ بچار کی مدت انتہا کو پہنچ گئی اور حجت بالکل پوری ہوگئی۔

یا اللہ ہم کو عقل و تمیز اور عمر کی مہلت عطا فرما کر آپ نے بے شک حجت پوری فرما دی۔ یا اللہ اب آخرت کی طرف سے غفلت کو ہم سے دور فرما دیجئے اور حق کو جاننے اور پہچاننے اور آپ کی رضا جوئی کو اپنی زندگی کا مقصد بنانے کی توفیق مرحمت فرما دیجئے۔ آمین۔

اصل اور مرکزی مضمون سورۃ کا شروع ہی سے
اثبات توحید اور رد شرک کا چل رہا ہے۔ درمیان
میں ضمناً دیگر مضامین متعلقہ بھی آگئے تھے۔
وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ

آپ کہیئے کہ تم اپنے قرار داد شریکوں کا حال تو بتاؤ جن کو تم خدا کے سوا پوجا کرتے ہو، یعنی مجھ کو یہ بتلاؤ کہ انہوں نے زمین کا کونسا جزو بنایا ہے

اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ

یا اُن کا آسمانوں میں کچھ ساجھا ہے، یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اس کی کسی دلیل پر قائم ہوں، بلکہ یہ ظالم

بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۴۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ

ایک دوسرے سے نری دھوکہ کی باتوں کا وعدہ کرتے آئے ہیں۔ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ موجودہ حالت کو نہ چھوڑ دیں،

اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾

اور اگر وہ موجودہ حالت کو چھوڑ بھی دیں تو پھر خدا کے سوا اور کوئی اُن کو تھام بھی نہیں سکتا، وہ حلیم غفور ہے۔

قُلْ فرمادیں	اَرَءَيْتُمْ کیا تم نے دیکھا	شُرَكَآءَكُمْ اپنے شریک	الَّذِيْنَ وہ جنہیں	تَدْعُوْنَ تم پکارتے ہو	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا			
اَرُوْنِيْ تم مجھے دکھاؤ	مَاذَا کیا	خَلَقُوْا انہوں نے پیدا کیا	مِنَ سے	الْاَرْضِ زمین	اَمْ یا	لَهُمْ ان کیلئے	شِرْكٌ ساجھا	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں
اَمْ یا	اٰتَيْنٰهُمْ ہم نے دی انہیں	كِتٰبًا کوئی کتاب	فَهُمْ پس (کہ) وہ	عَلٰى بَيِّنَتٍ دلیل (سند) پر	مِّنْهُ اس سے۔ کی	بَلْ بلکہ	اِنْ نہیں	
يَعِدُ وعدے کرتے	الظّٰلِمُوْنَ ظالم	بَعْضُهُمْ ان کے بعض (ایک)	بَعْضًا بعض (دوسرے) سے	اِلَّا سوائے	غُرُوْرًا دھوکہ	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	
يُمْسِكُ تھام رکھا ہے	السَّمٰوٰتِ آسمان	وَالْاَرْضَ اور زمین	اَنْ کہ	تَزُوْلَا ٹل جائیں وہ	وَلَئِنْ اور اگر وہ	زَالَتَآ ٹل جائیں	اِنْ نہ	
اَمْسَكَهُمَا تھامے گا انہیں	مِنْ اَحَدٍ کوئی بھی	مِّنْۢ بَعْدِهٖ اس کے بعد	اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ ہے	حَلِيْمًا حلم والا	غَفُوْرًا بخشنے والا		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار کے متعلق بیان تھا اور بتلایا گیا تھا کہ ان کے کفر پر مصر رہنے سے کسی دوسرے کا کچھ نہیں بگڑتا بلکہ جو شخص کفر کرے گا اس کا وبال اسی پر پڑے گا اور اس کو آخرت میں جہنم کی سزا بھگتنی ہوگی۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ آپ ان مشرکوں سے فرمائیے کہ خدا کے سوا اور جن جن کو تم پکارا کرتے ہو تو مجھے ذرا دکھلاؤ کہ انہوں نے کس چیز کو پیدا کیا ہے؟ زمین کا کونسا حصہ انہوں نے بنایا ہے؟ یا آسمانوں کے بنانے اور تھامنے میں ان کی کس قدر شرکت ہے؟ اگر کچھ نہیں تو آخر خدا کس طرح بن بیٹھے؟ کچھ تو عقل سے کام لو۔ اور اگر عقلی نہیں تو کوئی معتبر کتابی یعنی نقلی دلیل ہی پیش کرو جس کی سند پر مشرکانہ دعوے کرتے ہو۔ لیکن تم یہ بھی نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم صرف اپنی نفسانی خواہشوں اور اپنی رائے کے پیچھے لگ گئے ہو۔ دلیل عقلی یا نقلی کچھ بھی نہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ ان میں سے بڑے چھوٹوں کو اور اگلے پچھلوں کو شیطان کے اغوا سے یہ وعدہ بتاتے چلے آئے کہ یہ بت وغیرہ اللہ کے ہاں ہمارے شفیع بنیں گے اور اس کا قرب عطا کریں گے۔ حالانکہ یہ خالص دھوکہ اور فریب ہے۔ یہ تو کیا شفیع بنتے۔ بڑے سے بڑا مقرب بھی کفار کی سفارش میں زبان نہیں ہلا سکتا۔ اپنے ان جھوٹے معبودوں کی کمزوری اپنے سامنے رکھ کر خدا

تعالیٰ کی جو سچا معبود ہے قدرت و طاقت دیکھو کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔ ہر ایک اپنی اپنی جگہ رکا ہوا اور تھما ہوا ہے۔ ادھر ادھر جنبش بھی تو نہیں کھا سکتا اور کوئی اپنے مقام و نظام سے ادھر ادھر سرک نہیں سکتا اور اگر بالفرض یہ چیزیں اپنی جگہ سے ٹل جائیں تو پھر بجز خدا کے کس کی طاقت ہے کہ ان کو قابو میں رکھ سکے چنانچہ جب قیامت میں یہ سارا نظام اللہ تعالیٰ درہم برہم فرما دیں گے تو کوئی طاقت اسے روک نہ سکے گی۔ اس حلیم و غفور خدا کو دیکھو کہ مخلوق و مملوک کی نافرمانی۔ سرکشی۔ کفر و شرک دیکھتے ہوئے بھی حلم و بردباری اور بخشش سے کام لے رہا ہے۔ ڈھیل اور مہلت دیئے ہوئے ہے ورنہ کفر و عصیان کا اقتضا تو یہ ہے کہ یہ سارا نظام ایک دم میں تہ و بالا کر دیا جائے لیکن اس کے تحمل اور بردباری سے تھما ہوا ہے۔ اس کی بخشش نہ ہو تو سب دنیا ویران ہو جائے۔

خلاصہ یہ کہ شرک پر کوئی دلیل نہیں بلکہ شرک تو فساد عالم اور اس کی تباہی و بربادی کا سبب ہے۔ کفر و شرک کا مقتضی تو یہی تھا کہ ان پر قہر الٰہی نازل ہوتا لیکن حکم الٰہی کی وجہ سے قہر خداوندی کا نزول رکا ہوا ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ کی ذات بڑی بردبار ہے کہ مجرمین کے پکڑنے میں جلدی نہیں کرتا۔ اور آمرزگار ہے کہ کفر و معصیت کو دیکھتا ہے مگر عذاب میں جلدی نہیں کرتا۔

نافرمانوں کو چاہئے کہ عذاب نہ آنے کو اللہ کے حلم اور بردباری کی دلیل سمجھیں۔ اس کے عفو کلی یا غفلت یا سہو و نسیان کی دلیل نہ سمجھیں۔ روایات میں ہے کہ منجانب اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کو دو شیشے دیئے گئے کہ ان کو ہاتھ میں تھامے رکھیں اور جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو سونے نہ دو تین راتیں تو موسیٰ علیہ السلام نے اس طرح گزار دیں بالآخر نیند کا غلبہ ہوا اور شیشے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ پھوٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! اگر بالفرض مجھ پر نیند اور اونگھ آتی (اور ایک آن بھی دنیا جہان سے غفلت ہوتی) تو شیشہ کی طرح یہ آسمان و زمین ٹوٹ پھوٹ جاتے (تفسیر عزیزی بحوالہ معارف القرآن حضرت کاندھلویؒ)
پس آسمان اور زمین کا قیام اور بقا یہ محض اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت سے ہے۔ اور وہ اپنی قدرت و حکمت سے ان کو روکے اور تھامے ہوئے ہے۔ چنانچہ یہ آسمان و زمین اپنی جگہ قائم ہیں اور جب قیامت ہوگی تو اپنی جگہ سے ہٹ کر سب درہم برہم ہو جائیں گے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کا انعام و احسان اور جود و کرم ہے کہ جو یہ زمین اور زمین والے قائم ہیں جس پر اس کی شکر گزاری لازم ہے نہ کہ اس کی توحید ہی سے انکار کر کے کفر و شرک اور معصیت و عصیان کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو توحید کی حقیقت نصیب فرمائیں اور اس پر شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو توحید کی دولت عطا فرمائی اور کفر و شرک سے بچا کر امت مسلمہ میں شامل فرمایا۔ یا اللہ ہم کو توحید کی حقیقت نصیب فرما اور اسی پر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔
یا اللہ! یہ آپ کا محض کرم و رحم اور حلم و بردباری ہے جو نافرمان سرکش انسانوں کو مہلت اور ڈھیل ملی ہوئی ہے اور عذاب خداوندی ان پر آنے سے رکا ہوا ہے۔ یا اللہ ہم کو اپنا وہ خوف و خشیت عطا فرما دے کہ جو ہم کو آپ کا مطیع اور فرمانبردار بندہ بنا کر زندہ رکھے اور اسی حالت میں ہم کو اس دنیا سے آخرت کی طرف کوچ کرنا نصیب ہو۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ

اور ان کفار نے بڑی زور دار قسم کھائی تھی کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آوے تو وہ ہر ہر اُمت سے زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہوں،

فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ۙ ۝۴۲ اِسْتِكْبَارًا فِى الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۚ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ

پھر جب ان کے پاس ایک پیغمبر آپہنچے تو بس ان کی نفرت ہی کو ترقی ہوئی۔ دنیا میں اپنے کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے اور ان کی بُری تدبیروں کو ترقی ہوئی اور بُری تدبیروں کا وبال

السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ۚ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ

اُن تدبیر والوں ہی پر پڑتا ہے سو کیا یہ اُسی دستور کے منتظر ہیں جو اگلے (کافر) لوگوں کے ساتھ ہوتا رہا ہے سو آپ خدا کے دستور کو کبھی بدلتا ہوا نہ پاویں گے

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ۝۴۳ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ

اور آپ خدا کے دستور کو کبھی منتقل ہوتا ہوا نہ پاویں گے۔ اور کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں جس میں دیکھتے بھالتے کہ جو (منکر) لوگ ان سے

مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا

پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیا ہوا حالانکہ وہ قوت میں اُن سے بڑھے ہوئے تھے اور خدا ایسا نہیں ہے کہ کوئی چیز اُس کو ہرا دے نہ آسمانوں میں اور نہ

فِى الْاَرْضِ ۚ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ۝۴۴ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا

زمین میں وہ بڑے علم والا بڑی قدرت والا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے اعمال کے سبب (فوراً) دارو گیر فرمانے لگتا تو رُوئے زمین پر ایک

مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ۝۴۵

متنفس کو نہ چھوڑتا لیکن اللہ تعالیٰ ان کو ایک میعادِ معین تک مہلت دے رہا ہے، سو جب ان کی وہ میعاد آپہنچے گی (اس وقت) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آپ دیکھ لے گا۔

وَاَقْسَمُوْا اور انہوں نے قسم کھائی	بِاللّٰهِ اللہ کی	جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اپنی سخت قسمیں	لَئِنْ اگر	جَآءَهُمْ انکے پاس آئے	نَذِيْرٌ کوئی ڈرانے والا		
لَيَكُوْنُنَّ البتہ وہ ضرور ہوں گے	اَهْدٰى زیادہ ہدایت پانیوالے	مِنْ اِحْدَى ہر ایک سے	الْاُمَمِ امت	فَلَمَّا پھر جب	جَآءَهُمْ ان کے پاس آیا		
نَذِيْرٌ ایک نذیر	مَا زَادَهُمْ نہ ان (میں) زیادہ ہوا	اِلَّا مگر۔سوائے	نُفُوْرًا بدکنا	اِسْتِكْبَارًا اپنے کو بڑا سمجھنے کے سبب	فِى الْاَرْضِ زمین (دنیا) میں		
وَمَكْرَ اور چال	السَّيِّئِ بُری	وَلَا يَحِيْقُ اور نہیں الٹا الٹا پڑتا	الْمَكْرُ چال	السَّيِّئُ بُری	اِلَّا صرف	بِاَهْلِهٖ اسکے کرنیوالے پر	فَهَلْ تو کیا
يَنْظُرُوْنَ وہ انتظار کر رہے ہیں	اِلَّا مگر صرف	سُنَّتَ دستور	الْاَوَّلِيْنَ پہلے	فَلَنْ تَجِدَ سو تم ہرگز نہ پاؤ گے	لِسُنَّتِ اللّٰهِ اللہ کے دستور میں		
تَبْدِيْلًا کوئی تبدیلی	وَلَنْ تَجِدَ اور تم ہرگز نہ پاؤ گے	لِسُنَّتِ اللّٰهِ اللہ کے دستور میں	تَحْوِيْلًا کوئی تغیر	اَوَ کیا	لَمْ يَسِيْرُوْا وہ چلے پھرے نہیں		
فِى الْاَرْضِ زمین دنیا میں	فَيَنْظُرُوْا سو وہ دیکھتے	كَيْفَ کیسا	كَانَ ہوا	عَاقِبَةُ عاقبت (انجام)	الَّذِيْنَ ان لوگوں کا جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	
وَكَانُوْا اور وہ تھے	اَشَدَّ بہت زیادہ	مِنْهُمْ ان سے	قُوَّةً قوت میں	وَمَا اور نہیں	كَانَ ہے	اللّٰهُ اللہ	لِيُعْجِزَهٗ کہ اسے عاجز کردے
مِنْ شَيْءٍ کوئی شے	فِى السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَلَا اور نہ	فِى الْاَرْضِ زمین میں	اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ ہے	عَلِيْمًا علم والا	قَدِيْرًا بڑی قدرت والا

وَلَوْ اور اگر	يُؤَاخِذُ اللّٰهُ اللہ پکڑ کرے	النَّاسَ لوگ	بِمَا كَسَبُوْا انکے اعمال کے سبب	مَا تَرَكَ وہ نہ چھوڑے	عَلٰی پر	ظَهْرِهَا اسکی پشت
مِنْ دَآبَّةٍ کوئی چلنے پھرنے والا	وَّلٰكِنْ اور لیکن	يُؤَخِّرُهُمْ وہ انہیں ڈھیل دیتا ہے	اِلٰٓى تک	اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مدت معین	فَاِذَا پھر جب	
جَآءَ آجائے گی	اَجَلُهُمْ اُن کی اجل	فَاِنَّ تو بیشک	اللّٰهَ اللہ	كَانَ ہے	بِعِبَادِهٖ اپنے بندوں کو	بَصِيْرًا دیکھنے والا

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں توحید ورسالت کے اثبات کے سلسلہ میں کفار کی تکذیب کا متعدد جگہ بیان ہوا اور اس کا انجام انہیں بتلایا گیا۔ گذشتہ آیات میں یہ جتلایا گیا تھا کہ یہ مشرکین کفر وشرک کی وجہ سے ہیں تو قہر الٰہی کے مستحق لیکن حق تعالیٰ کے حلم اور بردباری کے باعث بچے ہوئے ہیں اور مہلت ملی ہوئی ہے۔ اب اخیر میں کفار کے اسی انکار وتکذیب پر مزید وعید سنائی جاتی ہے اور اسی تنبیہ پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔ عرب کے اندر یہود ونصاریٰ باہر سے آ کر آباد ہوگئے تھے اور اپنے اہل کتاب ہونے کی وجہ سے بہت دانا۔ صاحب علم اور مہذب لوگ سمجھے جاتے تھے اور عرب عام طور پر اپنے کو ان سے کم مرتبہ سمجھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جب بھی یہودی اور عیسائی ان مشرکین عرب کو عار دلاتے کہ تمہارے پاس نہ کوئی کتاب اور نہ رسول۔ تم تو یونہی بے سری قوم ہو تو یہ عرب آرزو کرتے کہ کاش ہم میں بھی کوئی نبی آتا تو ہم ان کی قیادت میں بڑے بڑے کام کر دکھاتے اور بڑے زور سے قسمیں کھا کھا کر کہتے کہ اگر ہمارے اندر کوئی نبی آیا تو ہم ان ساری امتوں سے بڑھ کر جو اب اپنے اہل کتاب ہونے کی بدولت ہم پر فخر اور بڑائی جماتے ہیں۔ اپنے رسول کے بتائے ہوئے راستہ پر چل کر دکھائیں گے اور ان سے زیادہ مہذب اور شائستہ ہو کر بتائیں گے۔ افسوس ہے کہ اب تک ہم میں کوئی نبی آیا ہی نہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے عرب ایسی آرزو کیا کرتے تھے اور قسمیں کھاتے کہ اگر کوئی نبی ہم میں آئے تو ہم سب سے زیادہ اس کی تابعداری کریں گے۔ قرآن پاک میں علاوہ ان آیات کے یہ بات اور بھی کئی جگہ بیان فرمائی گئی ہے۔ سورۂ انعام آٹھویں پارہ میں ان مشرکین عرب کا قول نقل کیا گیا ہے کہ اگر ہم پر کتاب نازل ہوئی ہوتی تو ہم ان سے یعنی گروہ یہود ونصاریٰ سے بھی بڑھ کر راہ پر ہوتے سورۂ صفات تیسویں پارہ میں ارشاد ہوا ہے کہ یہ لوگ پہلے تو کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی نصیحت کی کتاب پہلے لوگوں کی طرح آتی تو ہم اللہ کے خاص بندے ہوتے۔ اسی طرح یہاں سورۂ فاطر میں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ان کفار یعنی مشرکین عرب نے بڑی زوردار قسمیں کھائی تھیں کہ اگر ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا یعنی پیغمبر آئے تو ہم ہر گروہ سے زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہوں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ پہلے تو ایسی قسمیں کھایا کرتے تھے پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان میں نبی بھیجا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اعلان نبوت فرمایا تو یہ حق سے اور زیادہ بدکنے لگے اور بجائے مطیع وفرمانبردار ہونے کے اپنے رسول کے دشمن ہوگئے۔ ان کے غرور اور تکبر نے اجازت نہ دی کہ نبی کے سامنے گردن جھکائیں اور الٹا آپ کی ایذارسانی کی فکر میں لگ گئے اور طرح طرح کی مکروہ تدبیریں اور داؤ گھات شروع کر دیئے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان نادانوں کو یہ معلوم نہیں کہ جو لوگ برے داؤ گھات کر رہے ہیں ان کے یہ داؤ گھات اور بری تدبیریں انہی پر الٹ پڑیں گی۔ جو دوسروں کو ناحق ستاتا ہے وہ انجام کار آپ ہی تباہ ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ تھوڑے دن کچھ عارضی فائدہ اٹھالے اور دل میں خوش ہولے کہ میں نے اپنے مقابل اور مخالف کو کیسا جیت کیا اور کیسا نیچا دکھلایا اور تدبیریں کر کے یوں نقصان پہنچا دیا لیکن درحقیقت وہ اپنے ہی حق میں کانٹے بو رہا ہے اور انجام کار دیکھ لے گا کہ واقع میں نقصانِ عظیم کس کو اٹھانا پڑا۔ ظالم وناحق کی کامیابی عارضی ہوتی ہے اور آخر کار اس کے ظلم کا

وبال اول تو دنیا ہی میں ورنہ آخرت میں تو یقیناً اس پر پڑ کر رہتا ہے تو یہاں کفار مکہ کو جتلایا جا رہا ہے کہ تم جو اللہ کے رسول کے ساتھ داؤ گھات کر رہے ہو اور مسلمانوں کو بے جا ستا رہے ہو تو یہ تم اپنی ہی تباہی کا بیج بو رہے ہو۔ کیا تم نے پہلے لوگوں کا حال نہیں سنا؟ کیا تم اسی کے منتظر ہو جو گذشتہ مجرموں کے ساتھ معاملہ ہوا؟ یاد رکھو کہ اگر تم باز نہ آئے تو وہی ہو کر رہے گا۔ اللہ کا جو دستور مجرموں کی نسبت دینے کا رہا ہے وہ نہ بدلنے والا ہے کہ بجائے سزا کے ایسے مجرموں پر انعام و اکرام ہونے لگے اور نہ ٹلنے والا ہے کہ مجرم سے سزا ٹل کر غیر مجرم کو دے دی جائے۔ جس طرح اللہ نے ساری کائنات کے لئے قاعدے اور قانون مقرر کر دیئے ہیں اسی طرح انسانوں کیلئے بھی قاعدے اور قانون مقرر ہیں جن میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا اس لئے یقین کرو کہ جیسے پہلوں کو قانون الٰہی کی خلاف ورزی کی سزائیں ملیں اسی طرح تمہیں بھی ملیں گی اس لئے تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ قانون مکافاتِ عمل کو سمجھ لو اور اس قانون کے جاری کئے جانے کی نشانیاں پچھلے لوگوں کی تاریخ میں دیکھ لو۔ بڑی بڑی عزت اور قوت رکھنے والی قومیں اور بڑے بڑے زور آور مدعی اللہ کی گرفت سے نہ بچ سکے مثلاً عاد و ثمود وغیرہ۔ تو یہ بے چارے کفار مکہ تو کیا چیز ہیں۔ خوب سمجھ لو اور کان کھول کر سن لو کہ آسمان اور زمین میں کوئی طاقت اللہ کو عاجز نہیں کر سکتی۔ ہر چیز اس کے قبضۂ قدرت میں ہے اگر وہ نافرمانوں کو سزا دینا چاہے تو انہیں کوئی پناہ کی جگہ نہیں مل سکتی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی قدرت سب پر حاوی ہے اور سب اس کے سامنے عاجز ہیں اس کے آگے کوئی دم نہیں مار سکتا۔ اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ باوجود سمجھانے کے درست ہونے کا نام نہیں لیتے اگر اللہ تعالیٰ ان کی ہر ایک بات کی فوراً گرفت کرنے لگے تو یہ اپنے کردار کے باعث فوراً ہی تباہ ہو جائیں اور ان کی شامت اعمال سے کوئی جاندار دنیا میں نہ بچے لیکن یہ اللہ کا کرم ہے کہ اس نے ایک مقررہ وقت تک انسان کو مہلت دے رکھی ہے اور ڈھیل دے رکھی ہے کہ جسے سنبھلنا ہو سنبھل جائے۔ جب وہ وقت موعود آ جائے گا تو پھر کسی کی بھی کچھ نہ چلے گی۔ فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوگا۔ سب بندے اس کی نگاہ میں ہیں۔ کسی کا ایک ذرہ بھر برا یا بھلا عمل اس کے علم سے باہر نہیں پس ہر ایک کا اپنے علم کے موافق ٹھیک ٹھیک فیصلہ فرما دے گا۔ نہ مجرم کہیں چھپ سکے اور نہ مطیع فرمانبردار کا حق مارا جائے۔

اسی تنبیہ پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔ اب غور کیجئے کہ اگر ان آیات کو کوئی اچھی طرح سمجھ لے تو ممکن نہیں کہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار نہ ہو جائے۔ ان آیات میں انسان کے سامنے دنیا کی اور خود اس کی اپنی حقیقت کو بتلا دیا گیا کہ اس دنیا میں بہت سے آئے اور چلے گئے بہت سی قومیں ابھریں اور پست ہوئیں اور بہت سے تو ایسے تھے کہ اپنے زور کے آگے کسی کو کچھ سمجھتے نہ تھے مگر بالآخر وہ لوگ قانون الٰہی کی گرفت میں آ کر ذلیل و خوار ہوئے اور دنیا سے تباہ کر کے نکال دیئے گئے۔ اب موجودہ انسان انہیں کی جگہ آباد ہیں۔ انہیں ان کے حالات سن کر عبرت حاصل کرنا چاہئے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے علم و قدرت کا اندازہ لگا کر اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں مشغول ہونا چاہئے اگر کوئی نافرمانی کرے گا تو اس کی سزا پائے گا اور کوئی اس بات پر مغرور نہ ہو کہ وہ اللہ کو نہ مان کر بھی دنیا میں بڑی شان و شوکت سے بسر کر رہا ہے اور باوجود کفر و عصیان کے اسے ہر چیز ملتی جا رہی ہے۔ یہ محض ایک عارضی بات ہے۔ انجام کار انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ اللہ کو نہ مان کر سخت نقصان میں رہے اور دنیا میں بچ گئے تو کیا مرنے کے بعد پکڑے جائیں گے۔ بہر حال اس وقت انسان کے لئے دنیا میں موقع ہے اس کے بعد پھر کوئی موقع نہیں۔ اگر دنیا میں ایمان اور عمل صالح کو اختیار نہ کیا تو آخرت میں عذاب دیکھ کر تو ہر شخص ایمان لاوے ہی گا مگر اس وقت کا ایمان نہ کچھ نفع دے گا اور نہ پچھتانا سود مند ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور دنیا کی حقیقت کو ہمارے دلوں پر کھول دیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

18

سُوْرَةُ يٰسٓ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

يٰسٓ ﴿۱﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳﴾ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴﴾

یٰسٓ قسم ہے قرآن باحکمت کی کہ بیشک آپ منجملہ پیغمبروں کے ہیں۔ سیدھے راستہ پر ہیں۔

تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۵﴾ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۶﴾

یہ قرآن خدائے زبردست مہربان کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ کہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے تھے سو اسی سے یہ بےخبر ہیں۔

یٰسٓ یٰسین	وَالْقُرْاٰنِ قسم ہے قرآن	الْحَكِيْمِ باحکمت	اِنَّكَ بیشک آپ	لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں میں سے	عَلٰى پر	صِرَاطٍ راستہ
مُّسْتَقِيْمٍ سیدھا	تَنْزِيْلَ نازل کیا	الْعَزِيْزِ غالب	الرَّحِيْمِ مہربان	لِتُنْذِرَ تاکہ آپ ڈرائیں	قَوْمًا وہ قوم	مَّآ اُنْذِرَ نہیں ڈرائے گئے
اٰبَآؤُهُمْ انکے باپ (دادا)	فَهُمْ پس وہ	غٰفِلُوْنَ غافل				

تفسیر وتشریح:۔ الحمدللہ اب سورۂ یٰسین شریف کا بیان شروع ہورہا ہے۔ اس وقت اس سورۂ مبارکہ کی جو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں۔ ان کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کے فضائل۔ وجہ تسمیہ۔ مقام نزول۔ خلاصہ مضامین تعداد آیات و رکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کے فضائل میں احادیث میں روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر شے کا دل ہوتا ہے۔ قرآن کا دل سورۂ یٰسین ہے۔ جو شخص اس سورۃ کو ایک بار پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو دس قرآن کا ثواب عطا کرے گا۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس سورۃ کو قرآن کا دل اس لئے فرمایا گیا کہ یہ سورۃ قرآن کی خاص دعوت یعنی توحید۔ رسالت وآخرت کو نہایت پرزور طریقہ سے پیش کرتی ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اس سورۃ کو قرآن کریم کا قلب یعنی دل فرمایا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی زندگی کا دارومدار دل پر ہے۔ اور روحانی زندگی کا دارومدار ایمان پر ہے جس کے خاص اور اہم ترین اصول تین ہیں۔ توحید۔ رسالت اور آخرت۔ اس سورۃ میں ایمان کے ان تین اہم اصول کو جو دین کا دل و جان ہیں نہایت مدلل اور مفصل بیان کیا گیا ہے اور ان سب کی جڑ حشر ونشر کا اقرار اور آخرت کی فکر و تیاری ہے جو اس سورۃ میں خاص طور پر بیان کی گئی ہے اور منکرین حشر کے شبہ کا نہایت مدلل۔ مکمل اور مفصل جواب دیا گیا ہے۔ پس ایمانی حیات کا سارا دارومدار خوف خدا اور آخرت کے یقین اور اس کی فکر پر ہے اور یہی سارے دین کا دل ہے جس پر روحانی زندگی کا دارومدار ہے۔ تو جس دل کو آخرت کا فکر ہے وہ دل تو زندہ ہے ورنہ مردہ ہے۔ حدیث کی ایک روایت میں ہے کہ اس کے پڑھنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس کو اپنے مرنے والوں پر پڑھا کرو۔ علمائے کرام اور بزرگان دین نے لکھا ہے کہ ہر سختی کے وقت یٰسین شریف پڑھنی چاہئے کہ اس کی برکت سے وہ سختی دفع ہوتی ہے۔ حاجت پوری ہوتی ہے اور موت کے وقت پڑھنے سے میت کی روح آسانی سے نکلتی ہے اور ایمان نصیب ہوتا ہے اور رحمت و برکت نازل ہوتی ہے۔ ایک حدیث میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے کہ میری چاہت ہے کہ میری امت کے ہر ہر فرد کے دل میں یہ سورۃ ہو۔ ایک حدیث میں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص سورۂ یٰسین کو شروع دن میں پڑھے۔ اس کی تمام دن کی حوائج پوری ہوجائیں اور بھی احادیث میں اس سورۃ کے فضائل آئے ہیں۔

اس سورۃ کی ابتدا ہی میں دو حرف یٰسین آئے ہیں۔ اسی بنا پر علامت کے طور پر اس سورۃ کا نام یٰسین مقرر ہوا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے۔ موجودہ ترتیب قرآنی کے لحاظ سے یہ ۳۶ ویں سورت ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۶۰ لکھا ہے یعنی ۵۹ سورتیں اس سے قبل مکہ معظمہ میں نازل ہوچکی تھیں اور ۳۰ سورتیں اس کے بعد مکہ معظمہ میں نازل ہوئیں اور پھر ۲۴ سورتیں مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۸۳ آیات۔ ۵ رکوعات۔ ۷۳۹ کلمات اور ۳۰۹۰ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ چونکہ یہ سورۃ مکی ہے اس لئے مثل دوسری مکی سورتوں کے اس میں بھی عقائد سے متعلق مضامین بیان فرمائے گئے ہیں۔ یعنی توحید۔ رسالت۔ آخرت۔ قیامت۔ جزا و سزا وغیرہ کا بیان ہے۔

اس سورۃ میں سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو برحق کہا گیا یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ منکروں کے انکار سے کچھ نہیں ہوتا۔ اس دنیا کی ساخت ہی ایسی رکھی گئی ہے کہ اس میں سے کچھ لوگ آپ کا رسول ہونا تسلیم کریں گے اور کچھ آپ کی رسالت کے قائل نہ ہوں گے اور ایمان نہ لاویں گے۔ بلکہ الٹے مخالف ہوجائیں گے۔ ایسے لوگوں کے حق میں آپ کا ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں جو ڈر کر آپ کی نصیحت مان لیں گے وہ سعادت مند ہیں اور انہیں آخرت میں بڑی راحت و آسائش نصیب ہوگی۔ ایمان لانے والوں اور انکار کرنے والوں کا رویہ ایک خاص مثال سے واضح کیا گیا اور رسولوں کے انکار کرنے والوں پر افسوس کیا گیا کہ وہ اپنے بے باکانہ رویہ سے آخرت کا سخت عذاب مول لے رہے ہیں۔ رسالت کی اہمیت جتلانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی معرفت کی طرف توجہ دلائی گئی اور بتلایا گیا کہ اس عالم میں اس کی قدرت کی نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں اور وہ سب اس دنیا کے بنانے والے اور پالنے والے کا پتہ بتا رہی ہیں اس کے بعد قیامت کا نقشہ کھینچا گیا اور آخرت میں ایمان لانے والوں کے انعام و اکرام اور انکار کرنے والوں کی سزا کا بیان ہوا پھر قرآن کریم کی اہمیت جتلائی گئی اور بتلایا گیا کہ یہ کوئی شاعرانہ خیال اور فرضی باتوں کی کتاب نہیں ہے۔ بلکہ اس میں ہر چیز اور ہر بات کی اصل حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔ پھر سمجھایا گیا کہ انسان کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے منہ موڑنا ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں۔ انسان کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا صحیح اندازہ کرکے اس کی طاعت و بندگی بجالائے اور خوب سمجھ لے کہ مر کر دوبارہ زندہ ہونا ہر انسان کے لئے ضروری ہے۔ اللہ کے نزدیک نیست و نابود ہوجانے کے بعد کسی کا دوبارہ بنادینا کچھ مشکل نہیں۔ دنیا کی ہر چیز چھوٹی ہو یا بڑی اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اور وہ جس چیز کا بھی ارادہ کرتا ہے وہ چیز اس کا حکم دیتے ہی موجود ہوجاتی ہے۔ وہ ہر برائی۔ عیب۔ کمزوری اور بے چارگی سے پاک و مبرا ہے اور بالآخر تمام انسانوں کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کے خاص مضامین کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں بیان ہوں گی۔

اب ان ابتدائی آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔ اس سورۃ کی ابتدا حروف مقطعات یٰسین سے فرمائی گئی۔ حروف مقطعات کی تشریح پہلے پارہ الم کی ابتدا ہی میں ہوچکی ہے کہ ان کے حقیقی معنی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں یا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا۔ ان حروف مقطعات کا علم عام بندوں کو نہیں دیا گیا۔ ان کے متعلق اسی طرح ایمان رکھنا چاہئے۔ اس کے بعد کلام کی ابتدا قسم سے فرمائی گئی کہ قسم ہے اس قرآن باحکمت کی۔ قرآن پاک میں متعدد جگہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قسمیں کھائی ہیں جن میں زیادہ تر حق تعالیٰ نے اپنے مخلوق کی اور صرف سات مقام پر اپنی ذات کی قسم کھائی ہے۔ اس سلسلہ میں علما نے لکھا ہے کہ قسم تاکید کے لئے ہوتی ہے اور حق تعالیٰ نے قسمیں اسی لئے کھائی ہیں کہ بندوں پر حجت پوری ہوجائے۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ قرآن پاک عربوں کی زبان میں نازل ہوا اور عربوں کا طریقہ تھا کہ کوئی کلام اور بیان اس وقت تک فصیح اور بلیغ نہیں سمجھا جاتا تھا جب تک کہ اس میں قسمیں نہ ہوں۔ اس لئے قرآن کریم میں بھی قسمیں کھائی گئیں کہ فصاحت عرب کی یہ قسم بھی رہنے نہ پائے۔ اب رہا یہ سوال کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی کیوں قسم کھائی ہیں۔ اس کا جواب مختلف وجوہ سے دیا گیا ہے۔ اول یہ کہ مضاف پوشیدہ ہے مثلاً جہاں قسم ہے آفتاب و ماہتاب کی وہاں آفتاب و ماہتاب کے رب کی قسم سمجھا جائے گا۔ دوسرے یہ کہ عرب ان اشیاء کی تعظیم کرتے تھے اس لئے قرآن نے قسمیں کھائیں۔ تیسرے یہ کہ اس وجہ سے قسمیں کھائی ہیں کہ ان کے ذریعہ سے خالق و صانع کی عظمت کا اظہار کیا جا سکے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

یہاں آغاز کلام قرآن حکیم کی قسم کھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کو بیان فرمایا گیا کہ بلاشبہ آپ اللہ کے رسولوں میں سے ہیں۔ تو اس قسم سے ایک تو کفار کا رد مقصود ہے کہ جو قسم کھا کر کہا کرتے تھے کہ یہ رسول نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں قسم کھا کر آپ کی نبوت و رسالت کو بیان فرمایا اور قرآن کی جو قسم کھائی گئی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے رسول ہونے کا سب سے بڑا ثبوت اور سب سے بڑی دلیل یہ قرآن حکیم ہے۔ اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نبوت و رسالت کو قسم کے ساتھ بیان کیا۔ آپ کے سوا کسی اور نبی اور رسول کی رسالت کو قسم کھا کر نہیں بیان فرمایا۔

یہاں آیت میں اگرچہ خطاب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن درحقیقت سنانا اوروں کو مقصود ہے کہ جس نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ قرآن نازل ہوا ہے وہ یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور بے شک و شبہ سیدھی راہ پر ہیں یعنی جو پیغام ہدایت یہ اللہ کی طرف سے انسانوں کے پاس لے کر آئے ہیں یقیناً وہ انسان کو اصل کامیابی اور منزل مقصود تک سیدھا پہنچاتا ہے۔ اس راستہ پر چلنے والا کبھی ادھر ادھر بھٹکتا نہیں پھرتا۔ آگے فرمایا گیا تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ یعنی یہ قرآن پاک خدائے زبردست مہربان کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے قرآن کے نازل کرنے کے سلسلہ میں اپنی دو صفات بیان فرمائی ہیں ایک عزیز یعنی وہ غالب اور زبردست ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ رحیم ہے مفسرین نے لکھا ہے کہ پہلی صفت عزیز بیان کرنے سے مقصود اس حقیقت پر متنبہ کرنا ہے کہ یہ قرآن کسی کمزور اور بے زور ہستی کا بھیجا ہوا نہیں ہے کہ جسے تم نظر انداز کر دو تو تمہارا کچھ نہ بگڑے بلکہ یہ اس مالک کائنات کا فرمان ہے جو سب پر غالب ہے اور جو نافرمانوں کو پوری پوری سزا دینے کی طاقت رکھتا ہے اور جس کی پکڑ سے بچ جانے کی کسی کو قدرت حاصل نہیں ہے۔ دوسری صفت رحیم بیان کرنے سے یہ احساس دلاتا ہے کہ یہ سراسر اس کی مہربانی ہے کہ اس نے تمہاری ہدایت و رہنمائی کے لئے اپنا رسول بھیجا اور یہ کتاب عظیم نازل کی تاکہ تم گمراہیوں سے بچ کر اس راہ راست پر چل سکو جس سے تمہیں دنیا اور آخرت کی کامیابیاں حاصل ہوں۔ اب آگے آپ کی رسالت اور قرآن کے نزول کی ایک حکمت بیان فرمائی جاتی ہے کہ آپ پیغمبر اس لئے بنائے گئے ہیں تاکہ اولاً آپ اس قوم عرب کو برے اعمال کے نتائج سے خبردار کریں کہ جن کے پاس مدت سے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا اور جن کے باپ دادا تک نے بھی کبھی ایسی باتیں نہ سنی۔ اس لئے وہ خواب غفلت میں گرفتار ہیں اور اب انہیں اس خواب غفلت سے جگاتا ہے۔ یہاں یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ صرف عرب ہی کے لئے رسول تھے۔ اولاً ڈرانا آپ کا قریش عرب کے لئے تھا اور پھر عام لوگوں کو بھی آپ نے دعوت فرمائی کیونکہ بعثت آپ کی عام تمام سارے عالم کے لئے ہے۔ آپ کی عموم بعثت کے لئے بہت سی قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ موجود ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓی اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝٧ اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ

ان میں سے اکثر لوگوں پر (تقدیری) بات ثابت ہو چکی ہے سو یہ لوگ ایمان نہ لاویں گے۔ ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں

اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَی الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝٨ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا

پھر وہ ٹھوڑیوں تک (اڑ گئے) ہیں جس سے ان کے سر اوپر کو اُٹھے رہ گئے ہیں۔ اور ہم نے ایک آڑ اُن کے سامنے کردی

وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝٩ وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ

اور ایک آڑ ان کے پیچھے کردی جس سے ہم نے اُن کو گھیر دیا سو وہ نہیں دیکھ سکتے۔ اور ان کے حق میں آپ کا

ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝١٠ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِیَ

ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں یہ ایمان نہ لاویں گے۔ پس آپ تو صرف ایسے شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت پر چلے اور خدا سے

الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ۝١١ اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَنَكْتُبُ

بے دیکھے ڈرے، سو آپ اس کو مغفرت اور عمدہ عوض کی خوشخبری سنا دیجئے۔ بیشک ہم مُردوں کو زندہ کریں گے اور ہم لکھتے جاتے ہیں

مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۣ وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝١٢

وہ اعمال بھی جن کو لوگ آگے بھیجتے جاتے ہیں اور ان کے وہ اعمال بھی جن کو پیچھے چھوڑ جاتے ہیں اور ہم نے ہر چیز کو ایک واضح کتاب میں ضبط کر دیا تھا۔

لَقَدْ حَقَّ تحقیق ثابت ہوگئی	الْقَوْلُ بات	عَلٰی پر	اَكْثَرِهِمْ ان میں سے اکثر	فَهُمْ پس وہ	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہ لائیں گے		
اِنَّا جَعَلْنَا بیشک ہم نے کیے (ڈالے)	فِیْٓ میں	اَعْنَاقِهِمْ ان کی گردنیں	اَغْلٰلًا طوق	فَهِیَ پھر وہ	اِلَی تک	الْاَذْقَانِ ٹھوڑیاں	فَهُمْ تو وہ
مُقْمَحُوْنَ سر اونچا کیے (سر الل رہے ہیں)	وَجَعَلْنَا اور ہم نے کردی	مِنْ سے	بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ ان کے آگے	سَدًّا ایک دیوار	وَ اور		
مِنْ خَلْفِهِمْ ان کے پیچھے	سَدًّا ایک دیوار	فَاَغْشَيْنٰهُمْ پھر ہم نے انہیں ڈھانپ دیا	فَهُمْ پس وہ	لَا يُبْصِرُوْنَ دیکھتے نہیں	وَسَوَآءٌ اور برابر		
عَلَيْهِمْ ان پر۔ان کیلئے	ءَاَنْذَرْتَهُمْ خواہ تم انہیں ڈراؤ	اَمْ یا	لَمْ تُنْذِرْهُمْ تم انہیں نہ ڈراؤ	لَا يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہ لائیں گے			
اِنَّمَا اس کے سوا نہیں	تُنْذِرُ تم ڈراتے ہو	مَنِ جو	اتَّبَعَ پیروی کرے	الذِّكْرَ کتاب نصیحت	وَخَشِیَ اور ڈرے	الرَّحْمٰنَ رحمٰن (اللہ)	
بِالْغَيْبِ بن دیکھے	فَبَشِّرْهُ پس اسے خوشخبری دیں	بِمَغْفِرَةٍ بخشش کی	وَّاَجْرٍ اور اجر	كَرِيْمٍ اچھا	اِنَّا نَحْنُ بیشک ہم	نُحْیِ زندہ کرتے ہیں	
الْمَوْتٰی مردے	وَنَكْتُبُ اور ہم لکھتے ہیں	مَا قَدَّمُوْا جو انہوں نے آگے بھیجا (عمل)	وَاٰثَارَهُمْ اور انکے اثر (نشانات)	وَكُلَّ اور ہر			
	شَیْءٍ شے	اَحْصَيْنٰهُ ہم نے اسے شمار کر رکھا ہے	فِیْٓ میں	اِمَامٍ مُّبِيْنٍ کتاب روشن (لوح محفوظ)			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ ابتدائی آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق اور قرآن کریم کی حقانیت کا ذکر فرما کر نزول قرآن کی ایک وجہ بتلائی گئی تھی کہ اس کے ذریعہ سے اولاً آپ اس قوم عرب کو ہوشیار اور بیدار کریں جس کے پاس صدیوں سے کوئی جگانے والا نہیں آیا تھا اس لئے وہ تاریکی کی جہالت وغفلت میں پڑے ہوئے تھے اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اس

قوم میں بہت سے افراد آپ کو ایسے بھی ملیں گے جو کسی قسم کی نصیحت پر کان دھرنے والے نہیں یعنی کچھ لوگ تو آپ کی بات کو مان لیں گے اور ایمان لے آ دیں گے اور کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے کہ جو آپ کی دعوت کے مقابلہ میں ضد۔ عناد۔ اور ہٹ دھرمی سے کام لیں گے اور جنہوں نے یہ طے کر رکھا ہے کہ آپ کی بات بہرحال کسی صورت مان کر نہیں دینی ہے۔ ایسے سخت بدکیش اور سرکش کفار کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ یہ لوگ فیصلہ عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں اور یہ لوگ ہرگز ایمان لانے والے نہیں۔ اور ان بدنصیبوں کو ہدایت کا پہنچنا بہت مشکل بلکہ محال ہے۔ یہ لوگ جو دوسری زندگی سے بالکل منکر ہو کر اپنی فانی خواہشات ہی کو اپنا قبلہ مقصود بنائے ہوئے ہیں اور موت کے بعد کسی دوسری زندگی کا یقین ہی نہیں رکھتے۔ نہ برائی کو برائی سمجھتے ہیں بلکہ اغوائے شیطانی سے اپنی بدیوں کو نیکی اور گمراہی کو ہدایت تصور کرتے ہیں۔ انہیں کیسے ہی معقول دلائل سنائے جائیں اور کھلے کھلے نشانات دکھلائے جائیں یہ سب کو جھٹلاتے رہیں گے اور فضول حجتیں نکالتے رہیں گے۔ انہوں نے محض ہواوہوس کو اپنا معبود ٹھہرا لیا ہے۔ یہ نہ عقل سے کام لیں اور نہ آنکھوں سے۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کے اعراض اور عناد کے نتیجہ میں آخرکار اللہ تعالیٰ دلوں پر مہر کر دیتا ہے پھر ان کے دلوں میں خیر کے جانے کی ذرا گنجائش نہیں رہتی جیسے کوئی شخص اپنے اوپر روشنی کے سب دروازہ بند کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کو اندھیرے میں چھوڑ دیتا ہے یا ایک بیمار دوا پینے کی قسم کھا لے۔ طبیب سے دشمنی کر لے اور ہر قسم کی بدپرہیزی پر تیار ہو جائے تو پھر اللہ بھی اس کے مرض کو مہلک بنا دیتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے حال کی ایک مثال یہاں یہ بیان فرمائی جاتی ہے کہ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کسی کی گردن میں ایسے طوق ڈال دیئے گئے ہوں کہ جو خوب اچھی طرح اس کی گردن میں پھنسے ہوئے ہوں اور وہ ٹھوڑیوں تک خوب ان سے جکڑا ہوا ہو جس سے کہ اس کا چہرہ اور سر اوپر کو اٹھا رہ جائے اور وہ اپنا سر نیچے نہ جھکا سکے اور اپنی گردن نہ ہلا سکے اور اس کی آنکھیں اوپر ہی کو رہ جائیں کہ وہ نیچے راستہ کی طرف دیکھ ہی نہ سکے تو ایسا شخص ظاہر ہے کہ اپنے آپ کو کسی کھڈ یا گڑھے میں گرنے اور ہلاک ہونے سے بچا نہیں سکتا۔ تو دراصل ایسے ضدی اور معاند کفار جنہوں نے حق کو پہچان لیا اور پھر بجائے اس کے قبول کرنے کے الٹے عداوت اور دشمنی پر تل گئے ان کے گلوں میں کوئی ظاہری طوق نہیں پہنائے گئے تھے بلکہ یہ کلام اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا کہ ہم نے ان کی گردنوں میں بھاری بھاری طوق ڈال دیئے ہیں بطور تشبیہ کے ہے اور ان کے حال کو تشبیہ دی گئی اس شخص کے حال سے جس کے گلے میں طوق ڈال دیا گیا ہو جو اس کی گردن کو جکڑ دے اور سر نیچا نہ ہو سکے یہی حال ان معاندین کفار کا ہے جو نفسانیت۔ اور ضد و عناد کے طوقوں میں ایسے جکڑ دیئے گئے ہیں کہ وہ حق کے سامنے سر نہیں جھکا سکتے۔

دوسری مثال ایسے لوگوں کی یہاں یہ دی گئی کہ جیسے کسی شخص کے چاروں طرف دیواریں کھڑی کر دی جائیں اور وہ چار دیواری میں محصور ہو کر باہر کی چیزوں سے بے خبر ہو جائے اور کسی طرف سے کچھ نظر نہ آئے اسی طرح ان معاند اور ضدی کافروں کے گرد بھی ان کی جہالت اور ہٹ دھرمی نے محاصرہ کر لیا ہے کہ باہر سے اب حق کی باتیں ان تک گویا پہنچتی ہی نہیں۔ تو یہاں ان دونوں تشبیہات اور مثالوں سے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس دنیا میں کفر و ایمان، حق و باطل اور جنت و جہنم کے دونوں راستے انسان کے سامنے کر دیئے ہیں۔ اور ایمان کی دعوت و تعلیم کے لئے انبیاء کرام و کتابیں بھی بھیج دیں۔ پھر انسان کو یہ اختیار بھی عطا کر دیا کہ وہ بھلے برے۔ نیکی و بدی کو پہچان کر اپنے لئے کوئی راستہ اختیار کرے۔ اب جو بدنصیب نہ غور و فکر سے کام لے نہ دلائل قدرت میں غور کرے۔ نہ انبیاء کی دعوت پر کان دھرے۔ نہ اللہ کی کتاب

میں غور کرے تو اس نے اپنے اختیار سے جو راہ اختیار کرلی تو قدرت کی طرف سے اس کے لئے اسی راہ کے سامان جمع فرما دیئے جاتے ہیں یعنی جو کفر میں لگ گیا تو پھر اس کے واسطے کفر بڑھانے ہی کے سامان ہو جاتے ہیں۔ اسی کو یہاں آیت میں اس طرح ارشاد فرمایا گیا لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ یعنی ان میں سے اکثر لوگوں پر ان کے سوء اختیار کی بنا پر یہ قول حق جاری ہو چکا ہے کہ یہ ایمان نہ لائیں گے۔ اور عالم اسباب میں اس کی وجہ اور علت یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے عناد کی وجہ سے توفیق خداوندی سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔

یا اللہ آپ اپنے کرم سے اپنی توفیق حسن کو ہر حال میں ہمارے شامل حال رکھئے اور کسی آن ہم کو اس سے محروم نہ فرمائیے۔ امین۔

یہاں کفار کی اس کیفیت اور حالت کو جو ان دو مثالوں کے ذریعہ بیان کی گئی اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی مقصود ہے کہ جب یہ ضد و ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس حالت کو پہنچ گئے تو ایسوں کو عذاب الٰہی سے ڈرانا اور نہ ڈرانا سب برابر ہے۔ ان کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے۔ ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ چکا ہے۔ ان میں ایمان کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہی۔ اللہ کے علم ازلی میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے اور کفر ہی پر مریں گے۔

آگے فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ڈرانے کا فائدہ تو اسی کے حق میں ظاہر ہوتا ہے جو نصیحت کو سن کر اور مان کر اس پر چلے اور اللہ کا ڈر دل میں رکھتا ہو۔ پس ایسے خدا ترس بندوں کو گذشتہ تقصیرات پر خداوند کریم کے مغفرت کی اور طاعات پر آخرت میں بڑے اچھے ثواب اور انعام کی خوش خبری سنا دیجئے جو ان کو اس عالم سے گزرنے کے بعد ملے گا۔ جس کو خدا کا ڈر ہی نہیں۔ نہ نصیحت کی کچھ پروا۔ وہ نبی کی تنبیہ و تذکیر سے کیا فائدہ اٹھائے گا۔ ایسے لوگ بجائے مغفرت و عزت کے سزا اور ذلت کے مستحق ہوں گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ فریقین کے اس عزت و ذلت کا پورا اظہار زندگی کے دوسرے دور میں ہوگا جو کہ موت کے بعد سے شروع ہو جاتی ہے یعنی موت کے بعد دوسری زندگی یقینی ہے جہاں سب اپنے کئے کا بدلہ پائیں گے۔ انسان کے اعمال جو اس نے زندگی میں کئے یا جن کا اثر اس کے مرنے کے بعد بھی پھیلتا رہا سب کے سب دفتر غیب میں لکھے جا رہے ہیں۔ اس کے ہاں چونکہ ہر کام ضابطہ اور انتظام کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے اس نے ہر ہر چیز لوح محفوظ میں لکھ دینے کا حکم جاری کر رکھا ہے چنانچہ کوئی چیز چھوٹی یا بڑی ایسی نہیں کہ جو اس میں لکھی ہوئی نہ ہو خواہ اس کا تعلق حال سے ہو یا ماضی سے مستقبل سے پس اس کے مطابق وہاں جزا و سزا ملے گی۔

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ اور ہم لکھتے جاتے ہیں وہ اعمال بھی جن کو لوگ آگے بھیجتے جاتے ہیں اور ان کے وہ اعمال بھی جن کو پیچھے چھوڑے جاتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ اعمال خیر و شر کا سلسلہ زندگی ختم ہو جانے اور مرنے کے بعد بھی چلتا رہتا ہے۔ اور اس دنیا میں اچھے یا برے کئے ہوئے اعمال بس زندگی کے ساتھ ختم نہیں ہو جاتے بلکہ زندگی کے اعمال کی طرح مرنے کے بعد اعمال کے اثرات بھی لکھے جاتے ہیں اس کی تفصیل و تشریح یوں سمجھئے مثلاً کسی نے لوگوں کو دین کی تعلیم دی۔ یا دینی احکام بتلائے۔ یا کوئی علم دین کے بارہ میں کتاب لکھی جس سے لوگوں نے دین کا نفع اٹھایا۔ یا کوئی وقف دینی فائدہ کے لئے کیا جس سے لوگوں نے دین کا نفع اٹھایا۔ جیسے مسجد بنائی۔ یا دینی مدرسہ بنایا۔ یا اور کوئی ایسا کام کیا کہ جس سے مسلمانوں کو فائدہ ہوا تو جہاں تک ان اعمال خیر کے اثرات پہنچیں گے اور جب تک پہنچتے رہیں گے وہ سب زندگی کے بعد بھی اس شخص کے اعمال نامہ میں لکھے جاتے رہیں گے۔ اسی طرح برے اعمال جن کے برے اثرات اور

ثمرات دنیا میں باقی رہے اور ان سے دوسروں میں برائی اور معصیت پھیلتی رہی مثلاً کسی نے فحش ناول۔ افسانے یا ڈرامے لکھے۔ یا کسی نے اپنی زندگی میں ظالمانہ قوانین جاری کر دیئے۔ یا ایسی چیز رائج کر دی یا ایسے ادارہ قائم کر دیئے کہ جو انسانوں کے اخلاق و اعمال کو خراب کریں۔ اللہ تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی کا ذریعہ لوگوں کے لئے بنیں۔ یا جن سے لوگ غلط اور برے راستہ پر پڑیں جیسے سینما' تھیٹر' بائیسکوپ' ناچ گانے کے اڈے' فحاشی اور عریانی اور بے حیائی پھیلانے والے ریڈیو اور ٹی وی وغیرہ وغیرہ تو جب تک اور جہاں تک کسی کے عمل کے برے نتائج اور فتنے اور مفاسد وجود میں آتے رہیں گے اور دوسرے گناہوں میں مبتلا ہوتے رہیں گے تو وہ اس شخص کے نامہ اعمال میں مرنے کے بعد بھی برابر لکھے جاتے رہیں گے۔ جیسا کہ اس جملہ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ کی تفسیر میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس شخص نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کو اس کا بھی ثواب ملے گا اور جتنے آدمی اس طریقہ پر عمل کریں گے ان کا بھی ثواب اس کو ملے گا بغیر اس کے کہ ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی آوے۔ اور جس نے کوئی برا طریقہ جاری کیا تو اس کو اس کا بھی گناہ ہوگا اور جتنے آدمی جب تک اس برے طریقہ پر عمل کرتے رہیں گے ان کا گناہ بھی اس کو ہوتا رہے گا بغیر اس کے کہ عمل کرنے والوں کے گناہوں میں کمی آوے۔''

اور ایک دوسری صحیح حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انسان جب مرجاتا ہے تو اس کے تمام اعمال کٹ جاتے ہیں مگر تین عمل۔ ایک وہ علم جس سے اس کے بعد نفع حاصل کیا جائے۔ دوسرے وہ نیک اولاد جو اس کے لئے دعا خیر کرے۔ اور تیسرے صدقہ جاریہ جو اس کے بعد بھی باقی رہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمارے اعمال و افعال کے نیک اثرات ہمارے مرنے کے بعد بھی قائم رکھیں اور ان کے ثواب ہمارے اعمال ناموں میں برابر لکھے جاتے رہیں۔ آمین۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو ہمارے گناہوں کی شامت اعمال سے محفوظ رکھیں اور جو نصیحت و ہدایت ہم کو قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے پہنچے اس پر عمل پیرا ہونے کا عزم نصیب فرمائیں۔ اور حق تعالیٰ ہم کو اپنا وہ خوف و خشیت نصیب فرمائیں کہ جو ہم کو اطاعت و بندگی پر آمادہ رکھے۔ اور عصیان و نافرمانی سے بچالے۔

یا اللہ ہم کو اس زندگی میں ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمایئے کہ جو مرنے کے بعد بھی ہم دوسروں کے لئے نیکی اور بھلائی کا ذریعہ بن جائیں۔

یا اللہ ہمارے لئے خیر ہی مقدر فرمایئے اور اس کے ثمرات و برکات ہم کو زندگی میں بھی نصیب فرمایئے اور مرنے کے بعد بھی مغفرت و رحمت نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۚ﴿۱۳﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ

اور آپ ان کے سامنے ایک قصہ یعنی ایک بستی والوں کا قصہ اس وقت کا بیان کیجئے جبکہ اس بستی میں کئی رسول آئے ۔ یعنی جبکہ ہم نے اُن کے پاس (اول)

اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا

دو کو بھیجا سو اُن لوگوں نے دونوں کو جھوٹا بتلایا پھر تیسرے (رسول) سے تائید کی سو ان تینوں نے کہا کہ ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں ۔ ان لوگوں نے کہا کہ تم تو

بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ

ہماری طرح معمولی آدمی ہو، اور خدائے رحمٰن نے (تو) کوئی چیز نازل نہیں کی تم نرا جھوٹ بولتے ہو ۔ ان رسولوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار علیم ہے

اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ

کہ بیشک ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں ۔ اور ہمارے ذمہ تو صرف واضح طور پر (حکم کا) پہنچا دینا تھا ۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم تو تم کو منحوس سمجھتے ہیں، اگر تم باز نہ آئے

تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ

تو ہم پتھروں سے تمہارا کام تمام کردیں گے اور تم کو ہماری طرف سے سخت تکلیف پہنچے گی ۔ ان رسولوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے

ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾

کیا اس کو نحوست سمجھتے ہو کہ تم کو نصیحت کی جاوے بلکہ تم حد سے نکل جانے والے لوگ ہو ۔

وَاضْرِبْ اور بیان کریں آپ	لَهُمْ ان کیلئے	مَثَلًا مثال (قصہ)	اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ بستی والے	اِذْ جب	جَآءَهَا انکے پاس آئے	الْمُرْسَلُوْنَ رسول		
اِذْ جب	اَرْسَلْنَآ ہم نے بھیجے	اِلَيْهِمُ انکی طرف	اثْنَيْنِ دو	فَكَذَّبُوْهُمَا توانہوں نے جھلایا انہیں	فَعَزَّزْنَا پھر ہم نے تقویت دی	بِثَالِثٍ تیسرے سے		
فَقَالُوْٓا پس انہوں نے کہا	اِنَّآ بیشک ہم	اِلَيْكُمْ تمہاری طرف	مُّرْسَلُوْنَ بھیجے گئے	قَالُوْا وہ بولے	مَآ اَنْتُمْ تم نہیں ہو	اِلَّا مگر محض	بَشَرٌ آدمی	
مِّثْلُنَا ہم جیسے	وَمَآ اور نہیں	اَنْزَلَ اُتارا	الرَّحْمٰنُ رحمٰن (اللہ)	مِنْ شَيْءٍ کچھ	اِنْ نہیں	اَنْتُمْ تم	اِلَّا مگر محض	تَكْذِبُوْنَ جھوٹ بولتے ہو
قَالُوْا انہوں نے کہا	رَبُّنَا ہمارا پروردگار	يَعْلَمُ جانتا ہے	اِنَّآ بیشک ہم	اِلَيْكُمْ تمہاری طرف	لَمُرْسَلُوْنَ البتہ بھیجے گئے	وَمَا اور نہیں	عَلَيْنَآ ہم پر	
اِلَّا مگر	الْبَلٰغُ پہنچا دینا	الْمُبِيْنُ صاف صاف	قَالُوْٓا وہ کہنے لگے	اِنَّا تَطَيَّرْنَا ہم نے منحوس پایا	بِكُمْ تمہیں	لَئِنْ اگر	لَّمْ تَنْتَهُوْا تم باز نہ آئے	
لَنَرْجُمَنَّكُمْ ضرور ہم سنگسار کردیں گے تمہیں	وَلَيَمَسَّنَّكُمْ اور ضرور پہنچے گا تمہیں	مِّنَّا ہم سے	عَذَابٌ عذاب	اَلِيْمٌ دردناک	قَالُوْا انہوں نے کہا			
طَآئِرُكُمْ تمہاری نحوست	مَّعَكُمْ تمہارے ساتھ	اَئِنْ کیا	ذُكِّرْتُمْ تم سمجھائے گئے	بَلْ بلکہ	اَنْتُمْ تم	قَوْمٌ لوگ	مُّسْرِفُوْنَ حد سے بڑھنے والے	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا کلام ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی قرآن کے ذریعہ سے انسانوں کو سیدھا راستہ بتاتے آئے ہیں تاکہ مدتوں سے جو خواب غفلت میں گرفتار ہیں وہ بیدار ہوں پھر بتایا گیا کہ بعض بدبخت رسول اور قرآن کا انکار کریں گے ۔ ان پر کوئی نصیحت اثر نہ کرے گی وہ ایمان نہ لاویں گے ۔ لیکن جو اللہ سے ڈریں گے وہ ضرور اسے مانیں گے اور پھر ماننے والوں کو مغفرت اور اجر کریم کی بشارت دی گئی

تھی۔ اسی کی تشریح میں آگے ان آیات اور اگلی آیات میں اصحاب قریہ کا قصہ بیان فرمایا جاتا ہے تاکہ مومنین کے لئے باعث بشارت اور مکذبین کے لئے باعث عبرت ونصیحت ہو۔ یہ کس بستی کا قصہ ہے؟ کس زمانہ کا ہے؟ اور کن رسولوں سے متعلق ہے؟ اس کا تعین نہ قرآن کریم میں کیا گیا ہے۔ نہ کسی صحیح حدیث میں۔ اس لئے اصحاب قریہ کی تفصیلی جزئیات کچھ بھی ہوں قرآن پاک نے جو حصہ نقل کیا ہے وہ اپنے مقصد عظمیٰ ''عبرت و نصیحت'' کے پیش نظر ایک صاحب بصیرت کے لئے کافی وشافی ہے اور اہل مکہ اور قریش کو دعوت دیتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام رشد وہدایت سے فائدہ اٹھائیں اور اصحاب قریہ کی طرح منہ موڑ کر دنیا اور آخرت کی تباہی مول نہ لیں۔

قرآن کریم نے اصحاب قریہ کے متعلق صرف اس قدر بتلایا ہے کہ گذشتہ زمانہ میں ایک بستی میں کفر وشرک اور شر وفساد کو دور کرنے اور رشد وہدایت کا سبق دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے دو پیغمبروں کو مامور کیا۔ انہوں نے اہل قریہ کو حق کی تلقین کی اور صراط مستقیم کی جانب دعوت دی لیکن بستی والوں نے ان دونوں پیغمبروں کو جھٹلایا۔ تب اللہ تعالیٰ نے ایک اور پیغمبر کا اضافہ کردیا اور وہ تین مل کر ایک جماعت ہوگئے۔ اب ان تینوں پیغمبروں نے بستی والوں کو یقین دلایا کہ بے شبہ ہم خدا کے بھیجے ہوئے ہیں مگر انہوں نے نہ مانا اور ان کا مذاق اڑایا کہ تم بھی آدمی ہم بھی آدمی۔ پھر تمہارے اندر وہ کون سی بات ہے کہ تم پیغمبر بنادیئے گئے۔ یہ سب تمہارا جھوٹ اور تمہاری سازش ہے۔ (العیاذ باللہ) اس پر ان پیغمبروں نے کہا کہ خدا اس کا شاہد ہے کہ ہم جھوٹے نہیں۔ وہ دانا وبینا اس کو خوب جانتا ہے مگر تم پھر بھی نہیں مانتے تو ہمارا کام اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ خدا کا پیغام تم تک پہنچادیں اور راہ حق دکھادیں بستی والے کہنے لگے کہ (نعوذ باللہ) ہم تو تم کو منحوس سمجھتے ہیں کہ تم نے خواہ مخواہ ہمارے یہاں آکر گڑ بڑ پیدا کردی اگر تم اس سے باز نہ آئے تو ہم تم تینوں کو مار ڈالیں گے یا سخت قسم کی تکلیف میں مبتلا کردیں گے۔ ان پیغمبروں نے جواب دیا کہ خدا کی نافرمانی کر کے نحوست تو تم خود اپنے اوپر لا چکے ہو۔ اس سے زیادہ نحوست اور کیا ہوسکتی ہے کہ تم نصیحت اور خیر خواہی تک کو قبول نہیں کرتے اور حد سے زیادہ گزرتے جاتے ہو۔ اسی بستی کے آخری کنارہ پر ایک نیک مرد رہتا تھا اس نے جب سنا کہ بستی والے خدا کے رسولوں کو جھٹلا رہے ہیں اور طرح طرح کی دھمکیاں دے رہے ہیں تو وہ نیک مرد عجلت کے ساتھ وہاں آپہنچا جس جگہ یہ گفتگو ہورہی تھی اور کہنے لگا کہ اے قوم خدائے تعالیٰ کے پیغمبروں کی پیروی کرو۔ ان مقدس لوگوں کی پیروی سے کیوں منہ موڑتے ہو جو تم سے اس خدمت حق اور تبلیغ دین کا کوئی معاوضہ تک طلب نہیں کرتے۔ بتاؤ کہ میں کیوں اس ایک خدا کی ہی پرستش نہ کروں جس نے مجھ کو نیست سے ہست کیا ہے اور مرنے کے بعد پھر میں اور تم سب اسی کی جانب لوٹ جانے والے ہیں۔ تم جوان۔ برگزیدہ انسانوں کی تکذیب کررہے ہو تو میں دریافت کرتا ہوں کہ کیا مجھ کو خدائے واحد کے سوائے معبودان باطلہ کو اپنا خدا مان لینا چاہئے۔ اگر تمہارا مقصد یہ ہے تو ایسی صورت میں بلاشبہ میں تو سخت گمراہی میں پھنس جاؤں گا لہٰذا کان کھول کر سن لو کہ تم ان مقدس انسانوں کی بات مانو۔ میں تو اس ذات پر ایمان لے آیا جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔ قوم نے جو اس نیک مرد کی یہ پراز ہدایت گفتگو سنی تو غیض وغضب میں آگئی اور اس نیک مرد کو شہید کر ڈالا۔ اس کے بعد ان بستی والوں پر ایک ہولناک چیخ کا عذاب نازل ہوا اور سب کا کام تمام کردیا۔ یہ ہے اصحاب قریہ کا پورا قصہ جو ان آیات میں اور اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ یہاں ان آیات میں پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کفار مکہ اور مشرکین عرب کو ایک بستی کے لوگوں کا قصہ مثال کے طور پر سنایئے کہ اس بستی میں پہلے ہم نے دو رسول بھیجے۔ بستی والوں نے ان دونوں

پیغمبروں سے کہا کہ تم جھوٹے ہو ہم تمہاری بات نہیں مانتے۔ پھر ان کی تائید کے لئے ایک تیسرا رسول مزید بھیجا گیا اور تینوں نے مل کر کہا کہ ہم تمہارے پاس اللہ کے بھیجے ہوئے آئے ہیں۔ ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ اللہ نے جو پیغام دیا ہے وہ ہم تمہیں پہنچانے آئے ہیں لہٰذا ہم جو کچھ کہیں اللہ کا پیغام سمجھو اور مانو اس پر بستی والوں نے جو جواب ان پیغمبروں کو دیا وہ قرآن پاک نے نقل فرمایا

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ

یعنی تم میں کوئی سرخاب کا پر نہیں جو اللہ تمہیں بھیجتا۔ ہم سے تم کس بات میں بڑھ کر ہو۔ جیسے ہم انسان ایسے ہی تم انسان۔ بس رہنے دو خواہ مخواہ خدا کا نام نہ لو۔ اس نے کچھ نہیں اتارا اور پیغام دیا۔ تم تینوں سازش کر کے ایک جھوٹ بنا لائے اور اسے خدا کی طرف نسبت کر دیا۔ استغفر اللہ والعیاذ باللہ قرآن پاک نے متعدد جگہ بتلایا کہ قوم نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دعوت تک ہر ایک گروہ نے پہلے اسی پر تعجب یا نفرت کا اظہار کیا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہماری ہی طرح کا انسان اور لوازمات بشری کا محتاج انسان خدا کا پیغمبر ہو۔ ان تمام باطل گروہوں کا ہمیشہ سے جیسا کہ قرآن کریم نے بتلایا یہ عقیدہ رہا ہے کہ خدا کا پیغمبر انسان و بشر نہیں ہونا چاہئے بلکہ کسی مافوق الفطرۃ ہستی کو اللہ کا رسول ہونا چاہئے۔ چنانچہ اصحاب قریہ نے بھی اپنے رسولوں کے متعلق یہی کہا کہ تم ہماری طرح انسان ہو۔ کون سی ایسی تم میں خوبی ہے کہ تم خدا کے رسول ہو۔ اور اصحاب قریہ کی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین مکہ نے بھی یہی کہا تھا کہ یہ کیسے رسول ہیں کہ ہماری طرح کھاتے پیتے اور ہماری طرح بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں۔ مگر منکرین کے اس جاہلانہ سوال کا قرآن کریم نے وہ فیصلہ کن جواب ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ کے لئے اس بحث کا خاتمہ کر دیا۔ پندرھویں پارہ سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے

قُلْ لَّوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ اگر ایسا ہوتا کہ زمین میں انسانوں کی جگہ فرشتے بسے ہوتے اور اطمینان سے چلتے پھرتے ہوتے تو ہم ضرور آسمان سے ایک فرشتہ پیغمبر بنا کر اتار دیتے۔ یعنی اس سوال کی بنیاد ہی بے وقوفی پر مبنی ہے اس لئے کہ جب دنیا میں انسان بس رہے ہیں اور فرشتوں کی آبادیاں نہیں ہیں تو پھر ان کی ہدایت کے لئے رسول اور پیغمبر بھی انسان ہی ہونا چاہئے نہ کہ نوری فرشتہ۔

تو اصحاب قریہ کے اس قول کے جواب میں کہ جو انہوں نے اپنے پیغمبروں سے کہا کہ تم کچھ نہیں مگر ہمیں جیسے انسان ہو اور خدا نے ہرگز کوئی چیز نازل نہیں کی۔ تم محض جھوٹ بولتے ہو اس کا جواب اس بستی والوں کو ان پیغمبروں نے یہ دیا کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ہم اپنے دعوے میں سچے ہیں اور کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے ہمارا کام یہی ہے کہ جو پیغام تم تک پہنچانے کے لئے رب العالمین نے ہمارے سپرد کیا ہے وہ ہم تمہیں پہنچا دیں اس کے بعد تمہیں اختیار ہے کہ مانو یا نہ مانو۔ یہ ذمہ داری ہم پر نہیں ڈالی گئی کہ ہم زبردستی تم سے منوا کر ہی رہیں۔ ہم اپنا فرض ادا کر چکے۔ خدا کا پیغام خوب کھول کر واضح۔ معقول اور دلنشین طریقہ سے تم کو پہنچا دیا اب اتمام حجت کے بعد تم خود سوچ لو کہ تکذیب وعداوت کا انجام کیا ہونا چاہئے رسولوں کی یہ بات بالکل صاف اور بے لاگ تھی۔ اس کا جواب وہ کیا دیتے مگر جیسا باطل کا دستور ہے کہ زچ ہو کر

دھمکیوں پر اتر آتا ہے اور بے تکی باتیں کرنے لگتا ہے اسی طرح اصحاب قریہ نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ جب سے تم آئے ہو بستی میں ایک ہلچل مچ گئی ہے۔ جب تک تم نہ آئے تھے ہماری زندگی مزے سے کٹ رہی تھی۔ اب یہ تمہاری نحوست ہے کہ بارش موقوف ہے قحط کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ پھر آپس میں اختلاف ہو گیا تو تمہارے قدم کیا آئے قحط و نااتفاقی کی وبا ہم پر ٹوٹ پڑی۔ یہ سب تمہاری نحوست ہے۔ (العیاذ باللہ) بس اب تم اپنی زبان کو روکو اور اس وعظ و نصیحت کو بند کر دو ورنہ ہم تم پر ایسا پتھراؤ کریں گے کہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ اور ہم تمہیں اتنا دق کریں گے اور ایسی دکھ بھری اذیت دیں گے کہ تم سب بھول جاؤ گے استغفر اللہ! یہ غفلت و جہالت اور بداعمالیوں کی مستی ایسی ہی ہے اور بس وہ اتنا ہی سمجھتے ہیں کہ ہم طاقت ور ہیں۔ ہمارے پاس مادی ذرائع و وسائل ہیں۔ ہم اپنے مقابل و مخالف کو سخت سزا دے سکتے ہیں اور یہ ان کی کھوپڑی میں بات آتی ہی نہیں کہ ہم سے زیادہ طاقت ور بھی کوئی ہے اور وہ ہمیں سخت سے سخت سزا دے سکتا ہے۔ الغرض اللہ کے ان پیغمبروں نے اصحاب قریہ کی نادانی پر افسوس کیا اور تحمل کے ساتھ پھر سمجھایا کہ یہ نحوست تو تم پر تمہارے اعمال کی شامت سے آئی ہے اگر تم ہماری بات پر غور کرتے تو معلوم ہو جاتا کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں تمہارے ہی بھلے اور خیر خواہی کی کہہ رہے ہیں اور جو نصیحت کر رہے ہیں وہ تمہارے ہی فائدہ کے لئے کر رہے ہیں۔ کیا ہماری نصیحت اور خیر خواہی کا بدلہ یہی ہے کہ تم ہمیں منحوس سمجھو اور خواہ مخواہ ہم سے دشمنی کرنے لگو اور ہمارے ستانے پر کمر باندھ لو۔ اور ہم کو قتل کی دھمکیاں دینے لگو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم عقل اور انسانیت کی حدود سے خارج ہوئے جاتے ہو۔ نہ عقل سے سمجھتے ہو نہ انسانیت کی بات کرتے ہو۔

اب جہاں شر و فساد اور فتنہ و گمراہی کے جراثیم بکثرت موجود ہوتے ہیں وہاں خیر و سعادت کی بھی کوئی روح ضرور نکل آتی ہے چنانچہ اسی بستی میں سے ایک نیک مرد مومن نکل آیا اور اس نے اپنی گمراہ قوم کو کیا نصیحت کی یہ انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں بیان ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو دین کی صحیح سمجھ اور فہم نصیب فرمائیں اور ہم کو جو تعلیمات و ہدایات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہنچی ہیں ان پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے کا عزم و ہمت عطا فرمائیں۔ اور ہم کو ظاہراً و باطناً ہر حال میں شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرمائیں اور قرآن کے مطابق صحیح عقائد رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ہر طرح جہالت۔ غفلت اور گمراہی سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۰﴾ اتَّبِعُوْا مَنْ

اور ایک شخص اس شہر کے کسی دُور مقام سے دوڑتا ہوا آیا کہنے لگا کہ اے میری قوم ان رسولوں کی راہ پر چلو۔ (ضرور) ایسے لوگوں کی راہ پر چلو

لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾

جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ خود راہِ راست پر بھی ہیں۔

وَجَآءَ اور آیا	مِنْ سے	اَقْصَا پرلا سرا	الْمَدِيْنَةِ شہر	رَجُلٌ ایک آدمی	يَّسْعٰى دوڑتا ہوا	قَالَ اس نے کہا	يٰقَوْمِ اے میری قوم	اتَّبِعُوا تم پیروی کرو
الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں کی	اتَّبِعُوْا تم پیروی کرو	مَنْ جو	لَّا يَسْـَٔلُكُمْ تم سے نہیں مانگتے	اَجْرًا کوئی اجر	وَهُمْ اور وہ	مُّهْتَدُوْنَ ہدایت یافتہ		

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیات میں ''اصحاب قریہ'' کے قصہ کا ذکر فرمایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ جب اُس بستی والوں کی طرف اللہ کے رسول آئے اور ان کو خدائی پیغام پہنچایا تو تکذیب کی بلکہ جان سے مار ڈالنے کی دھمکی دی لیکن قدرت خداوندی ہے کہ جہاں شر وفساد اور فتنہ وگمراہی کا کیسا ہی بازار گرم ہو وہیں حق تعالیٰ خیر وسعادت والی روح بھی کوئی پیدا فرما دیتے ہیں جو کلمۂ حق کی تائید میں جان کی بازی لگا دینے سے بھی گریز نہیں کرتی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے ارادہ سے مطلع کر کے حفاظت جان کیلئے نیک صلاح دی تھی کہ وہ مصر چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں ایسے ہی اصحاب قریہ نے جب سرکشی پر اصرار کیا ور پوشیدہ طور پر نبیوں کے قتل کا ارادہ کر لیا تو اُسی بستی کے آخری حصہ سے ایک نیک مرد مومن نکل آیا اور اُس نے اپنی قوم کو نصیحت کی اور اس صلہ میں اپنی جان دی۔ چنانچہ اِن آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اُسی بستی کے آخری کنارہ پر ایک مرد صالح رہتا تھا جو کسب حلال سے کماتا تھا اور عبادت میں مشغول رہتا تھا۔ جب اپنی قوم کے بدارادے کا اُسے علم ہوا تو اُس سے صبر نہ ہو سکا اور اس کی فطری صلاحیت نے اُسے چپ نہ بیٹھنے دیا اور وہ رسولوں کی تائید وحمایت اور مکذبین کی نصیحت وفہمائش کیلئے دوڑتا ہوا موقع پر آیا کہ کہیں بستی والے اپنی دھمکیوں کو جو انہوں نے رسولوں کو جان سے مار ڈالنے کی دی تھیں پورا نہ کرنے لگیں۔ یہاں آیت میں ہے وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى یعنی ایک شخص اس بستی کے آخری سرے سے دوڑتا ہوا آیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اُن رسولوں کے پیغام اور آواز کا اثر بستی کے دور دراز حصوں تک پہنچ گیا تھا۔ تو اس مرد مومن نے آ کر اپنی قوم کو سمجھانا شروع کیا اور پہلی بات یہ کہی يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۰﴾ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾

یعنی اے میری قوم والو یہ رسول اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ اخلاق اعمال۔ اور عادات واطوار سب ٹھیک ہیں بے غرضی اور خیر خواہی کرتے ہیں۔ تم سے کوئی معاوضہ وصلہ نہیں چاہتے۔ جو کچھ کہہ رہے ہیں تمہارے ہی بھلے کی کہہ رہے ہیں۔ تو ایسے بے لوث اور بے غرض بزرگوں کا اتباع کیوں نہ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ اُن کے ذریعہ سے جو پیغام بھیجے اُسے قبول کیوں نہ کیا جائے۔ یہ سیدھے راستہ پر ہیں تمہیں بھی سیدھے راستہ پر چلانا چاہتے ہیں۔ تمہیں ضرور ان کی دعوت پر لبیک کہنا چاہیئے اور ان کی اطاعت کرنا چاہیئے۔ تو یہاں اس مرد مومن نے اپنی قوم کے سامنے نبوت کی صداقت کے سارے دلائل سمیٹ کر اس ایک جملہ میں رکھ دیئے۔ ایک نبی کی صداقت دو ہی باتوں سے جانچی جا سکتی ہے ایک اس کا قول دوسرے اس کا فعل تو اس بندۂ خدا نے اپنی قوم سے یہی کہا کہ اول تو یہ لوگ سراسر معقول بات کہہ رہے ہیں دوسرے یہ کہ ان کی سیرت وکردار بالکل بے داغ ہے۔ یہ دین کی دعوت اپنی کسی ذاتی مفاد اور غرض کی خاطر تو نہیں دے رہے۔ یہ تم سے تبلیغ رسالت کا کوئی بدلہ نہیں مانگتے۔ یہ اپنی نصیحت وخیر خواہی کی کوئی اجرت تم سے طلب نہیں کر رہے۔ اس کے بعد کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ ان کی بات کیوں نہ مانی جائے۔ یہاں اس شخص کا استدلال نقل کر کے قرآن کریم نے لوگوں کے سامنے ایک معیار رکھ دیا کہ نبی کی دعوت کو پرکھنا ہو تو اس کسوٹی پر پرکھ لو۔ اس میں کفار مکہ کو اس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وعمل بتا رہا ہے کہ یہ راہ راست پر ہیں اس لئے کسی معقول انسان کو آپ کی بات رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ آگے وہی نیک بخت شخص جس نے اپنی قوم کو رسولوں کی تابعداری کی رغبت دلائی تھی وہ اب اپنے عمل اور عقیدہ کو اُن کے سامنے پیش کر رہا ہے اور انہیں حقیقت سے آگاہ کر کے ایمان کی دعوت دے رہا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ